(82)

H. C. Verma

شکریہ

بھگوان کی بیحد کرپا ہے کہ میرے فرائض ملازمت کی مصروفیت کے باوجود میری تالیف کی تین پستکیں "گیان" "بہشت" اور "مکتی" اُمید ہے کہیں جلد تیار ہو کر آپکے ہاتھوں میں پہونچ رہی ہیں اس سلسلہ کی کتاب "بھگتی" کو ہمارے کرمفرماؤں نے جس قدر دانی اور شوق سے ہاتھوں ہاتھ لیا اس کی مجھے اتنی اُمید نہ تھی جس کے لئے میں اپنے قدردانوں کا تہ دل سے شکرگزار ہوں۔ اور یہ اُنھیں حضرات کی حوصلہ افزائی کا نتیجہ ہے کہ "گیان بہشت اور "مکتی" اس قدر جلد ناظرین کی خدمت میں پیش ہو رہی ہیں۔

"گیان پستک" میں جو کچھ ہے وہ فی الجملہ ہماری دھارمک پستکوں کا اقتباس اور ہمارے ملک کے گیانی مہاپرشوں کے علم و عمل اور تجربات کا نچوڑ ہے۔

مجھے اُمید ہے کہ ہمارے علم دوست حضرات ان پستکوں کی قدر افزائی فرما کر شکر و سپاس کا موقع دیں گے۔

"پستک بھگتی" کی دو جلدیں ملک کے جان نثار بھارت کے سچے دیش بھگت آنریبل شری جواہر لال نہرو پردھان منتری کی خدمت میں پیش کرنے کا بھی شرف

حاصل کیا گیا۔ جس کے جواب میں جو مراسلہ شریمان جی کی سکریٹریٹ سے حاصل ہوا ہے وہ تبرکاً، پرشاد کے طور پر ہدیۂ ناظرین ہے۔

چٹھی نمبری ۱۴۵۳ پی۔ ایم۔ پی

۵۱ (ل)

18 - 4 - 1951

حکم چند بی ٹی۔ ای فیض آباد

مکرمی! آپ کا خط مورخہ ۱۱ اپریل ۱۹۵۱ء پردھان منتری جی کو ملا۔ دو عدد بھگتی پستک کا شکریہ

سرب پرکاش کھنہ — پرائیوٹ سکریٹری۔ نیو دہلی

آزادی

آزادی کے بعد ہر ایک بھارت واسی کو یہ خواہش تھا کہ دیش میں ہر طریقے سے سکھ اور شانتی ہو جائے گی کسی بھی دیش کی ترقی وہاں کے دیش نواسیوں کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ بدقسمتی سے ہمارے دیش کا ہر ایک آدمی دل میں آزاد ہو گیا اور ہر ایک اپنے سوارتھ اور ساتھ ہی دھن بٹورنے میں لگ گیا اور دیش کو بھول گیا اور یہی سمجھتا رہا کہ دیش خود بخود ترقی کر جائے گا۔ یا یہ کہ جیسے علاالدین نے اپنے چراغ سے دنیا کو حیرت میں ڈال رکھا تھا لیکن میری سمجھ میں تو بغیر ایشور کے سمرن کیے بغیر کوئی بھی انسان نہ تو اپنا اور نہ ملک کا کلیان اور بھلا کر سکتا ہے۔ اس بھاؤنا کو لے کر اور جن ہت کے لئے میں نے ارادہ کیا۔ کہ جیسے اُلٹے پلٹے اور سیدھے شبد خیال میں آئے ان کو اکٹھا کر کے بھگتی۔ گیان۔ بہشت۔ اور مکتی پستکوں میں آپ کی خدمت میں پیش کر دیے ہیں

۲- دل تو یہ چاہتا تھا کہ بہت پہلے ہی یہ پستکیں آپ لوگوں کی سیوا میں پیش کر دیتا۔ لیکن اپنی نوکری کی مصروفیت اور دوسرے کاغذ کی گرانی۔

۳- پریس کی چھپائی کی پریشانیوں کی وجہ سے پستکوں کے نکلنے میں دیر لگ گئی۔ ایشور کی بے حد کرپا سے مجھے راما پریس نظیر آباد لکھنؤ کے پروپرائٹر سے سہوگ ہو گیا۔ اور انہوں نے پستکوں کے چھاپنے میں میری مدد فرمائی۔ اور بہت ہی خوش خلاقی سے پیش آئے اور ہاتھ بٹایا۔ میری بھگوان سے یہی پرارتھنا ہے کہ ایشور ان کو اس شبھ کام کا پھل دیوے۔ اور ساتھ ہی ہمارے مہربان مسٹر علوہی الوک سدھار جو کہ ابھی ہمارے راما پریس کی معرفت واقف ہوئے ہیں اور آئندہ کے لئے ہاتھ بٹانے کا وعدہ کر رہے ہیں بھگوان آپکا بھی بھلا کرے۔

۴- ملک کے جان نثار پردھان منتری شری جواہر لال نہرو کو بھی تہہ دل سے دھن باد دیتا ہوں کہ ان کا سایہ ہمارے سر پہ قائم رہے اور دن دونی رات چوگنی ان کو ترقی حاصل ہو جنھوں نے بھگتی پستک کو اچھی نظر سے دیکھ کر اس ناچیز کی قدر کی ہے۔ اور جن ہمارے ہندوستان کے رام راج کو دل سے چاہتے ہیں وہ نیکی اور سچائی کے راستے کو اپنا کر سورگ لوک کے بھاگی بنیں۔

۵- اور ساتھ ہی پڑھنے والوں سے میری یہی پرارتھنا ہوگی کہ پستکوں میں کوئی خامیاں نظر آ دیں وہ اپنے نیک خیالوں سے مصنف کو عنایت فرما دیں تاکہ پستکوں کے دوسرے ایڈیشن میں کوئی خامی نہ ہونے پاوے۔

جے ہند

آپکا سیوک حکم چند ورمانی ہیڈ انچارج ٹی۔ ٹی۔ ای۔ وارڈ حال لکھنؤ

بھگوان

کی تین پستک

میں پہونچ رہی

شوق سے ا

تہ دل سے شکر

اور "مکتی"

"گیان

ہمارے ملک

مجھے اُم

سپاس کا موق

"پستک

شری جواہر

حاصل کیا گیا

وہ تبرکا، پرشاد

چٹھی نمبر

ا

مکرمی! آپ

Copyright
Harnarayan & Sons
Jodhpur.

SUDARSAN CHAKR
706

चित्र प्रकाशक
हरनारायण एण्ड सन्स
जोधपुर

اوم

گیان پستک

تلسی میٹھے بچن تے سُکھ اوپجے چہوں اور وشی کرن ایک منتر ہے تج دے بچن کٹھور

مقدمہ

یہ گیان پُستک بھی اپنے پوجیہ پتا لالہ دھارام درماتی نکی رمیہ ودت اور سرگباشی ماتا جی شمبتری بائی آور سرگباشی بہن چنن بائی جسکے لڑکے اسوقت ایک انکم ٹیکس انسپکٹر کی حیثیت سے ہیں اور دوسرے صاحبزادے کیپٹن کی حیثیت سے ہیں۔ اگر وہ سرگباشی ماتا کو یاد کریں یا نہ کریں یا بالکل انھیں بھول گئے ہوں لیکن میں ایک سچے بھائی کی حیثیت سے اُسے نہیں بھلا سکتا پہلی بھگتی پستک میں بہن کا ذکر نہیں آیا تو اُسی رات کو میرے ماتا اور پتا سوپنے میں میرے سامنے آئے اور کہا کہ اگر لڑکے اس حیثیت پر ہوکر اپنی ماں کو بھول گئے ہیں تو یہ انکا قصور نہیں ہے کیونکہ زمانہ ہی ایسا ہے لیکن آپ ایک سچے بھائی کی حیثیت سے بہن کو نہ بھلائیں اور گیان پستک میں ان کا نام لے آویں - جاتی ہے جو بھی پھل اس پستک کے پڑھنے سے ملے وہ سارے کا سارا اُن میرے ماتا جی پتا جی اور بہن کو ارپن ہوئے جسکا کُل ترقیا بھجو پڑایا میرے کو اسکا کچھ سویکار نہیں۔

....

پہلی پستک "بھگتی" چھپ چکی ہے اور ہاتھوں ہاتھ بک رہی ہے - اور "گیان پستک" اب آپ کے سامنے پیش ہو رہی ہے۔ جو بات آپ کے فائدے اور مطلب کی ہووے اُسے گرہن کرنا۔ نکتہ چینی سے معافی دینا - کیونکہ نکتہ چینی سے انسان کیا بھگوان کو بھی افسوس ہوتا ہے کہ خود تو اس لائق نہیں دوسروں کی ہنسی مخول کیوں اُڑاتے ہیں ریڈیو (Radio) پر عشقیہ غزلیں سننے والو! ہندوستان سے پاکستان بنکر اکھوت ہے دیکھنے والو! عبرت کی آنکھیں کھول دیکھو۔ دنیا میں کیسا انقلاب برپا ہوگیا۔ اس نے ہمکو کتنا بڑا سبق دیا ہے۔ آج گھر کے بارہ آدمی ہیں تو دن بھر کی مشقت کے بعد بھی پیٹ بھر روٹی اور ضرورت بھر کپڑا میسر نہیں ہوتا۔ یہ سب کیا ہے یہ سب ہمارے اپنے کرموں کا پھل ہے - بھگوان کی طرف سے اتنی زبردست تنبیہ ہونے کے بعد بھی اگر ہم میں گیان نہ پیدا ہوا!

تو ہم سے زیادہ بدقسمت کون ہو سکتا ہے۔

اسوقت دنیا میں سوائے چند افراد کے باقی بھوک اور نیستی کے عذاب میں گرفتار ہیں اور دن رات ہائے بھوک اور ہائے نیستی کا ماتم کرتے رہتے ہیں۔ لیکن لمحہ بھر کے لئے تم بھی کسی نے بھگوان کو سچے دل سے نہ یاد کیا ہوگا۔ اگر یاد کیا ہوتا تو یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ بھگوان انکی مدد نہ کریں

یہ بات بھی گیان میں لانے یوگیہ ہے کہ جیسے ہم آپ کل جگی ہیں اگر بھگوان بھی ہمارے لئے کل جگی ہو جاتا تو پھر ہمکو اپنے کرموں کا وہ ڈنڈ ملتا کہ ہمکو اپنے کرموں پر پچھتانے کا بھی موقعہ نہ ملتا۔ وہ تو بڑا دیالو بڑا کریم و رحیم ہے۔ لیکن پھر بھی وہ ہمارے گناہ عظیم (گھور پاپوں) کا کہاں تک سہن (برداشت) کرے۔ ہمارے اوپر جو کچھ بھی ہو رہا ہے وہ سب ہمارے کرموں بداعمالیوں کا نتیجہ ہے۔ اگر ہم بھگوان کا گلہ کریں تو بیکار ہے۔

بھگوان کرشن کے لئے شاستر کہتے ہیں کہ ہر جگہ سکھیوں کے ساتھ روپ دھارتے تھے۔ اور اپنی لیلا رچاتے تھے۔ وہ تو بھگوان تھے۔ لیکن اسوقت شری جواہر لال جی آپ کے لئے کتنے روپ دھاریں اور کتنے کرشن آپکے لئے بنیں۔ اسوقت دنیا جس راستہ سے گزر رہی ہے پنڈت جی آپ کے کیا کریں۔ جو بھی پنڈت جی سے بات کرتا ہے وہ پہلے بلیک کو دل میں لئے ہوئے پھرتا ہے۔ اور یہی کوشش کرتا ہے کہ پنڈت جی سے بلیک کر کے جاؤں۔ جو اتنے بڑے آدمی جنہوں نے ساری عمر سچائی میں گزار دی، جس نے دیش کی آزادی کی خاطر عمر کا بہت بڑا حصہ جیل میں گزار دیا، اگر اسکو کوئی دھوکا دے کر جاتا ہوگا۔ تو کتنا دل میں خوش ہوا ہوگا۔ اور کل جب پنڈت جی کو اسکی چالاکی کا پتہ لگتا ہوگا تو وہی شخص پنڈت جی کی نظروں سے کتنا گر جاتا ہوگا۔ یہ تو رہا دنیاوی دھوکا۔ اسی طرح جو بھگوان سے دھوکا کر کے جاتے ہونگے تو بھگوان کی نظروں میں وہ کتنے بڑے پاپی ہونگے۔ اگر آپ یہ کہیں کہ بھگوان کو کون دھوکا دے سکتا ہے۔ خیر! اگر بھگوان سے دھوکا نہ کیا ہوگا تو بھگوان کے بھگت کو تو ضرور کیا ہوگا۔ بات تو پھر وہی ایک ہو گئی۔ کیونکہ کہا ہے کہ "بھگوان بھگت کے بس میں ہوتے ہیں۔ بھگوان نے اپنے سے اپنی بھگتی کے درجہ کو اونچا قرار دیا ہے۔

بلیک اگر ضرور کرنی ہے اور آپ نے قسم اٹھائی ہے تو "بھگتی"، گیان، مکتی اور ہمت کی بلیک تو کرو۔ تاکہ تمہارا اودھار ہو جائے۔ اور یہ بلیک جو تم کر رہے ہو یہ تو ابلیس کے چکر والی بلیک ہے۔ جو انکو ساری عمر کولہو کے بیل کی طرح ایک ہی جگہ پر چکر دیتی رہیگی۔ جس سے پڑھے لکھے آدمیوں کو بعد میں ذرا زیادہ تکلیف ہوگی۔ کیونکہ انکے اندر

مکمل گیان ہوتا ہے۔ جسکے ذریعہ وہ بلیک کے ذریعہ مایا جمع کرتا ہے۔ اگر اُسکے اندر مکمل گیان نہ ہوتا تو وہ مایا کو کیسے جمع کرتا؟ یعنی اُس نے گیان جیسی نایاب چیز کو کس بے قدری کے ساتھ استعمال کیا، اور بعد میں اسکا خمیازہ اُسکو بھگتنا پڑے گا۔ کیونکہ ہر ایک چیز کا ردِعمل ہوتا آیا ہے۔ اگر ایک وقت ترازو کا پلّہ ایک طرف اونچا ہوتا ہے تو دوسری دفعہ اُسکا ردِّعمل ضرور ہوگا۔ یہاں پر ایک کتھا یاد آتی ہے جسکا ذکر کر دینا خالی از فائدہ نہ ہوگا۔

ایک راجہ تھا جسکے دربار میں ایک سوداگر ایک قیمتی اور نایاب ہیرا لیکر آیا۔ راجہ نے جوہریوں کو بلاکر ہیرے کو پرکھنے اور قیمت کا اندازہ لگانے کا حکم دیا۔ سب جوہریوں نے ہیرا دیکھا لیکن کسی نے کوئی متعین قیمت نہ لگائی کیونکہ ہر جوہری کی پرکھ اپنی سمجھ کے مطابق الگ الگ تھی۔ اسلئے راجہ نے ایک بہت بڑے تجربہ کار جوہری کو بلایا اور وہ ہیرا اُسکے سامنے پیش کیا۔ اُس جوہری نے ہیرے کو غور سے دیکھکر تمام دربار اور جوہریوں کے سامنے اُسکے اوصاف بتائے اور اصلی ہیرے کی پہچان کے اُصول سمجھائے بعد میں اسکی قیمت کا اندازہ بتایا۔ اُس جوہری کی تیں کچھ اتنی مدلل تھیں کہ تمام جوہریوں نے اُسکی بات سے اتفاق کیا۔ بادشاہ در اہلِ دربار اُسکی دانائی سے بہت خوش ہوئے۔ ہیرا خرید لینے کے بعد بادشاہ نے اُس جوہری کو انعام دینا چاہا لیکن بادشاہ اُس جوہری کو اُسکی عقلمندی کے مطابق انعام دینا چاہتا تھا۔ اسلئے انعام کیلئے بھی اُس نے اہلِ دربار کا مشورہ طلب کیا۔ اہلِ دربار کا مقرر کیا ہوا انعام خود راجہ کو پسند نہ آیا اور اپنے باپ کے زمانہ کے وزیر کو بلایا جو بہت ضعیف تھا جسے راج کی جانب سے پنشن ملتی تھی اُس نے سب واقعہ سُنا اور کہا کہ اس جوہری کو پانچ جوتے اور حقے کا پانی دینا چاہیئے۔ لوگ حیران ہو گئے کہ اتنے بڑے کام کا یہ انعام، آخر سب نے یک زبان ہو کر کہا کہ وزیر صاحب آپ نے کمال کر دیا۔ یہ کہاں کا انصاف ہے کہ اتنے بڑے عقلمند کی اتنی بڑی توہین کیجائے۔ وزیر نے جواب دیا کہ سب سے بڑے افسوس کی بات تو یہی ہے کہ اتنا بڑا عقلمند ہو کر ساری عمر پتھروں کی شناخت میں گزار دی۔ اگر وہ اس عقل کو ایشور کی پہچان میں صرف کرتا تو جوہری کے بجائے نہ معلوم کیا ہو جاتا۔ کاش جتنی دردسری اور مشقت اپنے فن کے حاصل کرنے میں اُٹھائی اگر بھگوان کو پانے کے لئے اتنی محنت کرتا تو آج معرفت اور گیان کے نہ معلوم کس درجہ پر ہوتا۔ جس منش کو پرماتما اتنی بڑی بدھی دے۔ اور اُسکی دی ہوئی اس نعمت کا اس بے قدری کے ساتھ استعمال کرے وہ سزا کا مستحق ہے یا انعام پانے کا۔؟

وزیر کی یہ بات سنکر حاضرین دربار سناٹے میں آگئے اور وزیر کی بات سے سب کو گیان آگیا"۔ اسلئے انسان کا فرض ہے کہ عقل کو صحیح طریقہ پر استعمال کرکے خوشحالی اور مکتی پراپت کرے۔

گیان حاصل کرنے کا طریقہ

گیان دو طریقے سے حاصل ہوتا ہے۔

(۱) بھگتی کے ذریعہ۔

(۲) زمانہ کی ٹھوکر لگنے سے۔ (زمانہ کی ٹھوکر لگنے کے بجائے گھر کی ٹھوکر لگنے سے گیان آپ کو جلد حاصل ہو سکتا ہے۔ جبتک آپ کو زمانہ کی ٹھوکر نہیں لگتی گیان آپ کو کیسے آسکتا ہے۔ جب تک انسان کو گیان نہیں ملتا وہ بہشت کیسے پاسکتا ہے۔ اور بہشت بھی اگر آپ کو حاصل ہو گیا تو کیا ہوگا جبتک آپ مکتی کو نہیں پاتے۔ پھر سوال ہوتا ہے کہ مکتی بھی کوئی چیز نہیں جبتک آپ بھگوان یعنی نور حقیقی کو نہ پالیں۔ اسلئے سب سے زیادہ ضروری اور مقدم چیز نور حقیقی کا حاصل کرنا ہے۔ اسلئے غور طلب امر یہ ہے کہ ہم وہاں تک کیسے پہنچ سکتے ہیں۔ نہ وہاں کسی سے جان پہچان نہ راستے کی واقفیت اور نہ پیسہ پاس۔ مرتے وقت تو انسان خالی ہاتھ جاتا ہے۔ وہاں پیسے اور رشوت سے تھوڑا کام چلیگا؟۔

بھگوان کے درشن دو طریقے سے آپ کر سکتے ہیں

(۱) ہری کیرتن یا نیک مہاتماؤں کی سنگت کرنے سے۔

(۲) یا پھر اپنی اندرونی جوت سے کام لو۔ تب ہو سکتا ہے۔

نیک مہاتماؤں اور ہری کیرتن سے بھی کچھ فائدہ نہیں جبتک عملی طور پر کام کر کے نہ دکھادیں اور عملی طور پر کیسے ہو سکتا ہے جب باپ بیٹا آپسمیں گھر کے اندر ایکدوسرے سے بلیک کرتے ہیں۔ اس واسطے آپ اندر کی جوت سے کام لو تب ٹھیک ہے۔ اور اندری جوت کو بھی لوگوں نے اپنے آپ ہی جگانا ہے (بھگتی اور گیان کی جوت سے)

گیان انسان کو اپنی زندگی میں ایک دفعہ ضرور آتا ہے۔ کسی کو جلدی اور کسی کو ذرا دیری سے پراپت ہوتا ہے۔ جتنے غریب لڑکے اور یتیم لڑکے ہوتے ہیں انکو گیان اپنی غریبی کی وجہ سے جلدی آسکتا ہے۔ انکو گیان جلدی آجادے یا دیر میں۔ انکی مالی حالت اتنی کمزور ہوتی ہے کہ وہ ذرا دیری سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور اکثر تو اپنے دماغی انتشار کے سبب کوئی فائدہ حاصل ہی نہیں کر سکتے۔ صرف سومیں ایک آدھ لڑکا ایسا ہوتا ہے جو کسی دوسرے کے پیسے کی مدد سے گیان سے فائدہ اٹھالیو ان باتوں کو بھی اب جانے دو کتنا بھی انسان مباحثہ کرے بات ختم نہیں ہوتی۔

اسواسطے سوال بہشت کا بھی آجاتا ہے (ساتھ ساتھ کام ٹھیک رہتا ہے) یعنی بہشت کو کیسے پاسکتے ہیں۔ اور بہشت کے ساتھ مکتی کا ہونا بھی ضروری ہے۔

اگر کسی بھی چیز کی کمی ہوگی تو آگے کام میں فوراً رکاوٹ آجائیگی - اسواسطے پہلے گیان سے شروع کریں کہ گیان کو کیسے پا سکتے ہیں -

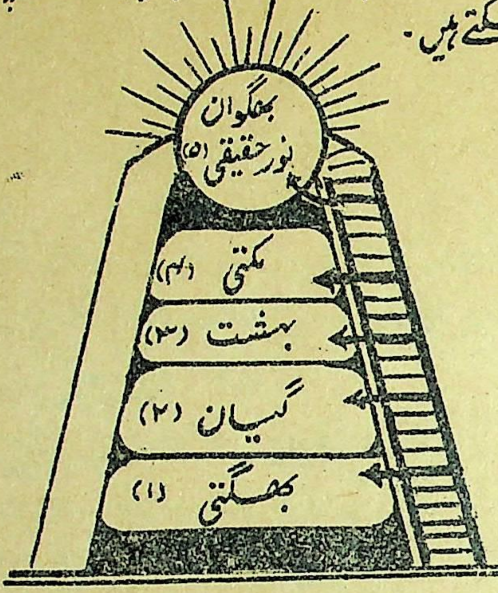

پہلا طریقہ گیان حاصل کرنے کا

اس واسطے آپ یوں سمجھیں (۱) بھگتی (۲) گیان (۳) بہشت (۴) مکتی روپی زینہ ہے، اور اُن کے اوپر چڑھنے کیلئے پوڑی بنی ہوئی ہے اور آپ کو نور حقیقی یعنی بھگوان تک پوڑیوں کے ذریعہ چڑھنا ہے - آپ بالکل بے فکر ہو کر جا رہے تھے اور ایسے جا رہے تھے کہ آپ کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے - اور دو چار یا پانچ پوڑیاں بے فکری سے چڑھنے کے بعد جب زیادہ اوپر چڑھیں گے تو نیچے زمین آپکو بھیانک معلوم ہوگی (یعنی جتنا اوپر چڑھتے جائینگے منزل دشوار ہوتی جائیگی) اسوقت آپ سے کوئی کام بھی ایسا ہو جاتا ہے جو اس پوڑی کے نیم کے خلاف ہو تو آپ اُس سیڑھی سے گر کر اُسی اندھکار (یعنی تاریکی) میں گر جاوینگے - تو پھر وہی زمین اور وہی آپ اور وہی دھرتی سے پریم - لیکن انسان اور انسان کا دل ایک ایسی چنچل شئے ہے جو کبھی ایک جگہ قرار نہیں لیتا - یہ جتنا چلتا پھرتا ہے اتنا ہی اسکے لئے بہتر ہے - چلنے پھرنے سے انسان اچھا رہتا ہے - کیونکہ کہتے ہیں "جو سدہ یا بندہ" انسان کچھ نہ کچھ فائدہ ہی سے اٹکا رہتا ہے - اور کہیں نہ کہیں سے شام تک اپنی روٹی کما کر کے لے آئیگا - باقی اور کچھ نہ کر سکے گا - اسوقت تو سوال اب روٹی ہی کا رہ گیا ہے - کیونکہ تمام چیزوں سے روٹی ضروری ہو گئی ہے - بس انسان روٹی میں پھنسا ہوا ہے - اور اُسے بھگوان یا خدا کے بارے میں کچھ سوچنے کی کبھی فرصت نہیں ہے -

اگلے زمانہ میں رشی منی ہوا، تو لنگ پہنے پر گزارا کرتے تھے - اسوقت کے کلجگی رشی منی

چار دفعہ مکھن اور ٹوسٹ کھائے بغیر ایک سکنڈ بھی نہیں رہ سکتے۔ اور تن آسانیوں کے لئے مہنگائی کا ڈھنڈورہ پیٹتے رہتے ہیں۔

آجکل ہندوستان میں دو بیماریاں زیادہ زور پکڑ رہی ہیں، ایک بلیک کی اور دوسری بچے پیدا کرنے کی۔ دونوں باتوں کو تھامنے کے لئے پنڈت جواہرلال نہرو کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن پنڈت جی کو کامیابی ذرا مشکل سے نظر آتی ہے کیونکہ پنڈت جی اکیلے کیا کریں۔ جو پنڈت جی سے بات کرنے جائیگا وہ اپنے سوارتھ کو لیکر جائیگا کہ میں بن جاؤں میرا خاندان بھی بن جائے۔ یہ تھوڑا ہی خیال کرکے جائیگا کہ ہمارے ہندوستان کا بھلا ہو۔ یہ اسکی جانے بلا کہ ہندوستان کیا چیز اور کس گاجر مولی کا نام ہے۔

بات کہاں کی کہاں پہنچ گئی۔ ہم نے جو کام شروع کیا تھا وہ بیچ بیچ میں رہ گیا اور پھر وہی دنیا داری کی باتیں شروع ہو گئیں۔ اب پھر ہم آپ کو بھیانک زمین کی جگہ پہ لے آتے ہیں جہاں ہم نے اپنے مضمون کو چھوڑا تھا۔ کہ ایک دفعہ اس مینار پر پانچ پوڑیاں تک چڑھ گئے۔ اب کچھ سال گزرنے کے بعد آپ کو قدرتی خیال پھر جاتا ہے کہ پھر ٹرائی (TRY) کرو اور آزمائش کرکے اور چڑھنے کے لئے ہمت باندھتے اور چڑھے جا رہے تھے اور پہلے سے بھی زیادہ بے فکر ہو کیونکہ اب آپ کو پوڑیاں چڑھنے کی مہارت ہو گئی۔ اب اس دفعہ پچیس بیس سے بھی اوپر نکل گئے اور پھر یکایک آپ سے کوئی لغزش ہو گئی (یعنی کوئی کرم یا خیال ایسا ہو جاتا ہے) تو آپ سر نیچے اور ٹانگیں اوپر زمین پر آگرتے ہیں اور ایک دم اٹھنے کی کوشش کرتے ہیں تاکہ کوئی دیکھ نہ لے۔

بھائی یہ تو پھر کہانی شروع ہو گئی۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ آپ نے ان پوڑیوں کے ذریعہ بھگوان تک پہنچنا ہے۔ اور پہنچنا اپنے کرموں کے ذریعہ سے ہے۔ کوئی طریقہ وہاں پہنچنے کا ہے ہی نہیں۔ اور یہی بھگتی، گیان، بہشت اور مکتی والے درجے ہیں۔

گیان حاصل کرنے کے لئے کوئی باہر سے امداد آپ کو نہیں مل سکتی ہے۔ باہر سے امداد اگر آپ کو ملنی چاہئیے تو پھر وہی بھوگ، ناچ رنگ، گانا بجانا، یا پھر شرابی دوست اور اسکے علاوہ رنڈیوں کے ناچ، یا پھر ریڈیو پر عشقیہ غزلیں یا اجودھیا کے مہاتماؤں کے اندر گراونڈ وہ تو بھگوان کی جنم بھومی ہے۔ اس سے زیادہ کون سی پوتر دھرتی آپ کو بتائیں جہاں سے آپ کو گیان پراپت ہو۔ گیان کے ساتھ بہشت کا ہونا بڑا ضروری ہے اسکا سادھن بھی آپ لوگوں کو خود ہی کرنا ہے۔ گیان اور بہشت بھی اگر آپ لوگوں کو پراپت ہو گیا تو کیا ہوا جب تک آپ کو مکتی حاصل نہیں ہوئی آپکی ساری محنت بیکار ہے۔ ادھورا آدمی ہونا نہ ہونا ایک برابر ہے۔ ادھورا آدمی ایک آدھے کے برابر ہے۔ اور آدھا آدمی ایک ہیجڑے کے برابر ہے۔ اس واسطے

اگر بیچڑہ بن کر دنیا میں رہنا ہے تو پھر کوئی ہرج نہیں۔ اور مکمل انسان بننا ہے تو پھر چاروں باتوں پر عمل کرو تب ہو سکتا ہے۔ کون سی چاروں باتوں پر عمل کرنا (بھگتی، گیان، بہشت، مکتی) بینار سے یہ آسان طریقہ ہے

(۲) دوسرا طریقہ گیان حاصل کرنے کا

آپ یہ سمجھو کہ بھگتی ایک بڑا دریا ہے۔ اور گیان روپی اُس سے نہر نکلتی ہے۔ گیان روپی نہر سے بہشت روپی نہر نکلتی ہے۔ اور بہشت روپی نہر سے مکتی روپی نہر نکلتی ہے۔ اور مکتی روپی نہر سے بھگوان کے درشن۔ جبتک آپ ایک دوسرے سے نہر نہیں نکالوگے آپ کے سارے کام ادھورے ہیں۔

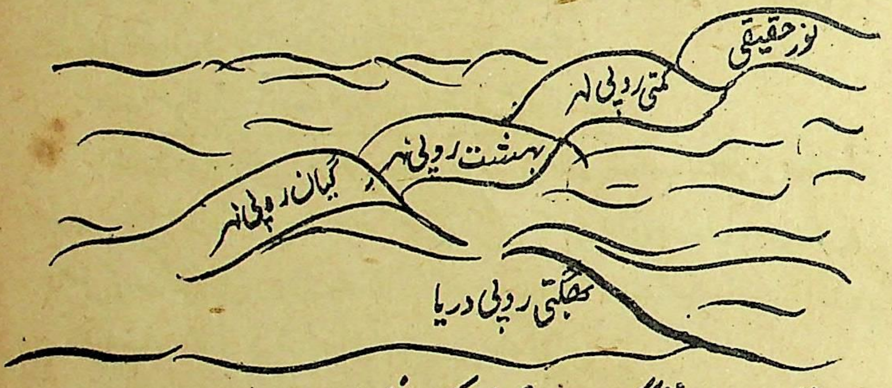

تیسرا طریقہ گیان حاصل کرنے کا

تیسرا طریقہ گیان حاصل کرنے کا بتاتے ہیں جو بہت آسان طریقہ ہے۔ وہ یہ کہ آپ صبح سے شام تک اپنے کئے ہوئے کام کا حساب لگاؤ۔ اور دیکھو کہ ہم نے آج کتنی غلطیاں کی ہیں اور کتنی بُرائیاں کی۔ بُرائیوں کا شمار کرنے پر تمھیں احساس ہوگا کہ بُرائیاں ترک کی جائیں۔ اسی طرح نیکیاں گرہن کرنے اور بُرائیاں ترک کرنے کی کوشش کروگے تو تھوڑی سی محنت کے بعد خود تمھیں برائیوں سے نفرت اور نیکیوں سے رغبت پیدا ہونے لگے گی۔ جب یہ بات پیدا ہو جائیگی تو سمجھو بیڑا پار اور حساب بیباق۔ ورنہ وہی چالیس کا چکر اور کولھو کے بیل کی گردش ہاتھ لگے گی۔

جب انسان دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو بھگوان اسکے ہاتھ پر ایک پیسہ رکھکر دنیا میں بھیجتا ہے اور اسکو کہتا ہے کہ بیٹے اس ایک ہی پیسہ سے ساری دنیا کی ڈیا کو رچانا ہے۔ اب بتاؤ کسی نے وہ پیسہ آجتک بچہ پیدا ہوتے وقت اُسکے ہاتھ پر دیکھا ہے؟ بالکل جھوٹ اور گپ ہے بچے کی جان بلا

پیسہ کیا چیز ہوتا ہے۔

خیر پیسے کا سوال بھی کئے جاؤ کیونکہ اگر کوئی غلطی سے سوال بھی آجائے تو اُسکا بھی اینڈ (End) دیکھنا چاہیئے کہ کیا ہوتا ہے۔

وہی بچہ جب بڑا ہوتا ہے تو آپسمیں بچے کھیلنے کودنے لگتے ہیں اور عام شہروں میں تقریباً بازار اور میلے بھی لگتے ہیں۔ تو ہر بچہ جو پیسہ لیکر بھگوان سے آتا ہے اپنی اپنی پسند کی چیزیں خریدنے لگ جاتے ہیں۔ کوئی بچہ اُس پیسے سے گھوڑا خریدتا ہے، کوئی ہاتھی، اور کوئی اونٹ خریدتا ہے۔ لیکن ایک بچہ ہے جو اُس پیسہ سے بھگوان کو اُٹھاتا ہے یہ پیسہ کیا ہے؟۔ یہ پیسہ روپی آپ کا من ہے۔

وہی پیسہ روپی من بھگوان سے لیکر انسان دنیا میں آتا ہے۔ اور اسی پیسہ روپی من سے اپنی ساری دنیا کی مایا کو رچاتا ہے۔ کوئی دنیا کی مایا کو رچاتا ہے۔ کوئی جورو بچوں کی مایا کو رچاتا ہے۔ اور کوئی بھگوان کا بھگت بھگوان کی مایا کو رچاتا ہے۔

اب سوال بہشت اور مکتی کا شروع ہوتا ہے

بہشت اور مکتی بھی اگر حاصل ہو گیا تو کیا ہو گیا۔ جب تک آپ کو بھگوان کے درشن نہیں ہو جاتے۔ بھلا درشن کیسے ہو سکتے ہیں۔ ۹ اوپر والی چاروں باتوں پر عمل کرو۔ اور انکو حاصل کرنے کیلئے دل و جان سے لگاتار کوشش کرو۔ جب آپ چاروں باتوں پر مکمل طور پر کامیاب ہو گئے تو سمجھو بیڑا پار اور پھر بھگوان کے درشن۔

سوال ہوتا ہے کہ بھگوان کے درشن کیسے ہونگے

جواب:۔ جو بھگوان کے سچے بھگت ہیں، اور جو بھگوان کو چاہنے والے ہیں۔ اُن کو بھگوان کئی باروں میں آکر درشن دیتا ہے۔ اگر اُنکے اندر سچی بدھی ہے تو وہ ضرور محسوس کریں گے کہ ہم واقعی بھگوان کے درشن کرتے ہیں۔ اور جب اُنکے اندر سچی بدھی نہیں ہے وہ کیسے محسوس کر سکتے ہیں کہ ہم بھگوان کے درشن کرتے ہیں۔

سوال:۔ بدھی اگر ہوگی تو کیا ہو گیا۔ اگر اُسکے ساتھ وہ آنکھ نہیں پیدا کروگے۔ ان آنکھوں سے تو آپ ویسے بھوگ، جورو بچے اور ناچ رنگ دیکھتے ہیں۔ اور اُسکی فکر میں مگن رہتی ہے۔ اور آجکل چونکہ ایک نئی بیماری بلیک والی شروع ہو گئی ہے اُسکی دیکھ بھال کے لئے بھی زیادہ استعمال کی جاتی ہے۔

آنکھ سے استعمال ہوتا ہے۔ اور اُسکی یہ ڈیوٹی ہے۔ اگر اُسے بھگوان کیلئے استعمال کروگے تو بھگوان کے درشن کریگی۔ اگر دنیاوی چیزوں کیلئے استعمال کروگے تو دنیاوی چیزوں کیلئے ڈیوٹی دیگی۔

نیک و بد اپنے آپ لوگوں کو سوچنا چاہیے

یہاں پر ایک سوال ابھر آجاتا ہے۔ یعنی اکثر لوگ یہی کہتے ہیں "بھگوان تیری مایا ہے، بھگوان تو سب کچھ کرتا ہے"۔ یاد رکھو بھگوان نے آپ کو اوپر آگیا ہے اور پیسہ روپی من دیا ہے اور آپ اُسکی خرید و فروخت کرنے والے ہیں۔ جس بچے نے پیسہ روپی من سے بھگوان کو اٹھایا تھا بھگوان نے اُسکے کان میں تھوڑا پھونک دیا تھا۔ کہ تم ہمکو اُٹھاؤ۔

ہندوستان کا پاکستان بن گیا۔ وہ بھی بھگوان کا گلہ کرو۔ کیونکہ بھگوان شاید سب کو اپنے ہاتھوں سے مار رہا تھا۔ مرنے اور مارنے والے تو خود اور نام بھگوان کا۔ ہاں تو یہ کہو کہ آپنے پچھلے جنم میں کون سا ایسا کرم کیا تھا جسکی سزا اب بھوگ رہے ہو۔ یا پیسہ روپی من سے آپنے شروع شروع وہ کام نہیں لیا۔ جو یہ دن دیکھنے آپ کو نصیب ہو رہے ہیں۔ شاید یہی بات ہو سکتی ہے۔

حکم چند ورمانی

گیان کی حقیقت

انسان کی پیدائش اور اُسکی زندگی کا اصل مقصد سکھ حاصل کرنا ہے۔ انسان سکھ کی تلاش اس دنیا کی چیزوں میں کرتا ہے۔ لیکن سکھ شانتی اُسے کسی چیز میں نہیں ملتا۔ پھر سوال یہ ہوتا ہے کہ جب جیون کا مقصد سکھ حاصل کرنا ہے تو پھر سُکھ کس چیز میں ہے؟ اسکا جواب یہ ہے کہ اصلی سُکھ اور آنند دنیا کی کسی چیز میں نہیں ہے بلکہ پرماتما میں ہے۔ انسان کا اصلی اور فرض یہی کہ وہ اس عالم سے گزر کر پرماتما تک پہونچے۔

جسکو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ انسان دنیا کے اُن بندھنوں کو (جو اسکے چاروں بندھے ہیں) ہلکا اور کمزور کر دے۔ تاکہ پرماتما کی قربت کے راستہ میں رُکاوٹ نہ پیدا ہو۔

ان بندھنوں کو ہلکا کرنے کے سیدھے طریقہ کا نام یوگ ہے

یوگ کی تین قسمیں ہیں۔ گیان یوگ۔ کرم یوگ اور بھگتی یوگ

گیان کے معنی ہیں "جاننا" یعنی کسی چیز کو اسکی اصلیت کے ساتھ جان لینا۔ یہی گیان یوگ ہے۔ ہماری اس بات سے بعض حضرات اختلاف کرینگے کیونکہ وہ یہی کہیں گے کہ کسی چیز کو اُسکے اصلی روپ میں جان لینا گیان یوگ نہیں ہے۔ صرف ایشور کو اسکے اصلی روپ میں جان لینے کا نام گیان یوگ ہے۔

لیکن اگر ٹھنڈے دل سے اس مسئلہ پر غور کیا جائے تو یہ بات آسانی سے معلوم ہو جائیگی کہ فی الحقیقت گیان یوگ کا مطلب "کسی چیز کا اُسکے اصلی روپ میں جان لینا" ہی ہے۔

ایشور کو جاننے کی کوشش سے پہلے آپ اس بات پر غور کریں کہ ہم اگر کسی چیز کے اصل اور سچے روپ کو جاننے کی کوشش کریں گے تو آخر میں ان تین بنیادی ہستیوں تک پہنچ جائینگے یعنی یا تو وہ پرماتما ہے یا آتما یا پرکرتی۔ بس آپ کو معلوم ہوگا کہ پرکرتی کیا۔ آتما کیا ہے۔ پرماتما کیا ہے اور تینوں کا اصل روپ کیا ہے۔ جاننے کا مطلب صرف بیرونی روپ کا جاننا نہیں ہے بلکہ کسی چیز کی اصلیت اور اُسکے اندر کے پوشیدہ اوصاف کو جاننا ہے۔ اگر آپ کسی چیز کی اصلیت اور اُسکے پوشیدہ اوصاف کے جاننے کا جتن کریں گے اور جتن کو جاری رکھیں گے تو آخرکار آپ، اصلیت اور صداقت تک پہنچ جائینگے۔ اور یہ اچھی طرح سمجھ لیں کہ اصلیت اور صداقت کا جاننا ہی گیان یوگ ہے۔

گیان یوگ کے مارگ پر چلنے سے سکھ ملیگا۔ آگے بڑھنے پر زیادہ سکھ ملیگا آخری منزل پر

پہونچکر مکتی ملے گی۔

اگرچہ ہمارے بعض صاحبان علم اور ڈیگیانک پنڈت اس نظریہ کو پسندیدہ نگاہوں سے نہ دیکھیں اور وہ یہ تصور فرمائیں کہ یوگ گیان صرف پرماتما کو اصلی روپ میں پہچاننے کے لئے مخصوص ہے۔ اور یہ نظریہ پراچین فلسفہ روحانیات کے خلاف ہے۔ لیکن میں ثابت کرنے کی کوشش کرونگا۔ کہ فی الحقیقت یہ ایک ایسا اصول ہے جس سے ہمارے فلسفہ روحانیت کو اچھی خاصی تقویت پہونچتی ہے اور دونوں میں کسی طرح کا اختلاف وارد نہیں ہوتا۔

پانی کی ایک دیگچی کو آگ پر رکھدیجئے تو اسمیں سے بھاپ نکلتی ہے۔ ایک سادہ لوح (اگیانی) کے لئے یہ بھاپ ایک بے معنی چیز ہے وہ اصلیت کو نہیں جانتا۔ بھاپ کی شکتی کو نہیں جانتا۔ اسلئے بھاپ سے کوئی سکھ بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ لیکن جو آدمی گیان یوگ کے مارگ پر چل رہا ہے۔ جس نے اپنے دماغ میں سوچنے کی عادت پیدا کرلی ہے۔ اور ہر چیز کی تہ تک پہونچنے کی خواہش پیدا کرلی ہے وہ اسی بھاپ سے بڑے بڑے سمندری جہازوں بڑے بڑے ریلوے انجنوں کو چلاتا ہے۔ خود بھی سکھ پاتا ہے اور دوسروں کو بھی سکھ دیتا ہے۔ اسی بجلی کی اصلیت جاننے والا یا دواؤں کی اصلیت جاننے والا خود شکتی حاصل کرتا ہے اور دوسروں کو شکتی کا دان دیتا ہے۔ جس آدمی نے ایٹم شکتی کو دریافت کیا اُسے اگر آپ ”گیان یوگی“ نہ کہیں گے تو اور کیا کہیں گے؟ کتنا تپ کیا ہے اُس نے۔ کتنی محنت کی ہے۔ کتنی بھاری شکتی کو دریافت کرکے اُس نے انسان کے سامنے رکھدیا ہے یہ سب کچھ اگر گیان یوگ نہیں تو اور کیا ہے۔ جس آدمی نے ٹیلیفون ایجاد کیا، سینما ایجاد کیا۔ ریڈیو کے اصول دریافت کیئے۔ یقینی طور پر اس قسم کے سب لوگ یوگی گیان یوگ کے مارگ پر چل رہے تھے۔ اُنھوں نے معمولی معمولی چیزوں کے اصل حال کو دریافت کرتے کرتے اتنی شکتی اور سکھ کو حاصل کیا جتنی اور کسی طریقہ سے مل نہیں سکتی تھی۔ لیکن ٹیلی وژن ٹیلیفون، ہوائی جہاز۔ ایٹم شکتی۔ ریڈیو۔ اور اس قسم کی دوسری چیزیں گیان یوگ کی انتہا نہیں ہیں۔ بلکہ اصل میں اس مارگ کی ابتدا ہیں۔ راستہ وہی ہے لیکن منزل یہ نہیں ہے۔ اس راستہ پر چلتا ہوا آدمی آخر کار جب کمل اصلیت اور کمل صداقت پر پہنچیگا تبھی اُسے معلوم ہوگا کہ پرکرتی۔ پرماتما اور آتما کے سوا دنیا میں اور کچھ بھی نہیں۔ پرکرتی ست ہے۔ آتما ست اور چت ہے۔ پرماتما ست چت اور آنند ہے۔

یہ سب کچھ کہنے سے میرا یہ مطلب اُس گیان یوگ کی توہین کرنا نہیں ہے جسکا شاستروں

میں ورنن کیا گیا ہے۔ اور جسے عام طور پر "ادھیاتم گیان" کہا جاتا ہے۔ بلکہ یہ بتایا ہے کسی بھی چیز کی اصلیت اور صداقت کو معلوم کرنے کا جتن کرنا گیان یوگ کے مارگ پر چلنا ہے اور یہ سمجھنا کہ گیان الگ ہے اور وگیان الگ ہے، غلط ہے۔ یہ سمجھنا کہ علائق دنیا سے دُور رہنے والے سادھو اور سنت ہی گیان یوگی ہیں "اور وہ سائنسداں، حکیم، فلسفی حساب داں اور کیمسٹ جو دنیا کو دھیرے دھیرے گیان اور شکھ کی طرف لئے جا رہے ہیں گیان یوگی نہیں ہیں، نادرست ہے۔ یہ ٹھیک ہے کہ سائنس نے ابھی کسی بھی چیز کے اصلی اور سچے روپ کو نہیں دیکھا۔ لیکن اسکے ساتھ ہی یہ بھی ٹھیک ہے کہ سائنسدانوں کا مارگ گیان یوگ کا مارگ ہے۔ اس مارگ کی نندا نہیں ہونی چاہیئے۔

عام طور پر ہم کہتے ہیں کہ یوگی لوگ اپنی شکتی سے ہزاروں میل ہونے والے واقعات کو جان لیتے ہیں۔ ٹیلی ویژن، ٹیلیفون، تار اور ریڈیو یہ شکتی نہ صرف ان چیزوں کے ایجاد کرنے والوں کو دیتے ہیں بلکہ دوسرے کروڑوں لوگوں کو بھی۔ تب ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ جن لوگوں نے ٹیلیفون، ہوائی جہاز وغیرہ ایجاد کیا ہے وہ گیان یوگ کے مارگ پر نہیں چل رہے تھے۔ اس گیان یوگ میں اور ادھیاتمک گیان یوگ میں اگر کوئی فرق ہے تو صرف یہ کہ ادھیاتمک گیان یوگ انت آنند کی طرف لے جاتا ہے۔

یہ "گیان یوگ" مختلف تجربوں اور رکاوٹوں کے بعد اصلیت اور صداقت تک پہونچا ہے اگر اس مارگ پر چلنے والا سائنسداں کسی "سدھی" کو حاصل کرنے کے بعد رُک نہ جائے اور آگے بڑھتا چلا جائے تو دھیرے دھیرے اُسے اصلیت اور صداقت اسی طرح ملتی ہے جیسے ادھیاتمک گیان یوگ کے مارگ پر چلنے والے یوگی کو ملتی ہے۔

ادھیاتمک گیان یوگ کے مارگ پر چلنے والے یوگی بھی کئی بار یوگ بھرشٹ ہو کر سدھیوں میں الجھ جاتے ہیں، سادھارن گیان یوگ مارگ پر چلنے والے اور اپنے کو سائنسداں کہنے والے گیان یوگی بھی کئی بار یوگ بھرشٹ ہو جاتے ہیں۔ لیکن ہر حالت میں گیان یوگ کی منزل ایک ہی ہے۔ سائنسداں اس منزل سے کافی دُور رہ کر ہی اپنے کھیلوں میں لگے رہتے ہیں۔ یوگی لوگ ان راستہ میں پڑے کھیلوں سے آگے نکلکر منزل تک پہونچنے کی تدبیریں کرتے ہیں۔

گیان یوگ کے مارگ پر چلنے والے یوگیوں سے اگر آپ ملے تو آپ سے وہ ایسی باتیں کرینگے جیسے کہ بہت دُور تک پہونچے ہوئے سائنسداں کرتے ہیں۔ اسکی وجہ صرف یہ ہے کہ سائنسداں جس مارگ پر چلتے چلتے کھیلوں میں محو ہو گئے ہیں یہ یوگی اسپر سے

گزر کر آگے جا چکے ہیں۔ گیان یوگی، سائنسداں بھی ہیں اور عام یوگی بھی۔ دونوں میں فرق ہے تو صرف درجہ کا۔ سائنس کی نندا کرنا غلط ہے۔ سائنسدانوں کی نندا کرنا بھی غلط ہے۔

اس ابتدائی بات کے بعد یہ جاننا ضروری ہے کہ گیان یوگ کی منزل کیا ہے؟ ایک شبد میں گیان یوگ کی منزل ہے۔ مکتی اور شکتی کو حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دھیرے دھیرے اپنے گیان میں اضافہ کرتے ہوئے آخرکار پرماتما، آتما اور پرکرتی کے سچے روپ کو جان کر پرماتما کو اسقدر اپنے نزدیک کر لیں کہ آنند کے سوا اور کچھ باقی نہ رہے۔

پرماتما، آتما اور پرکرتی کا سچا روپ کیا ہے؟

یعنی دنیا میں جو کچھ بھی ہے وہ پرماتما، آتما اور پرکرتی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ پرکرتی میں جیون نہیں، احساس نہیں، اسکا اپنا کوئی روپ نہیں، رس، گندھ، شبد نہیں۔ بھگوان کے ساتھ تعلق ہونے کی وجہ سے ہی اسکے اندر یہ گن پیدا ہوتے ہیں۔ جب کبھی مہاپرلے ہوتی ہے تب یہ گن بھی ختم ہو جاتے ہیں۔ پرکرتی اپنی اصلیت میں چلی جاتی ہے۔ آتما اس پرکرتی کو جو بھگوان سے متعلق ہو کر مختلف روپ دھارن کرتی ہے سنشے ختم ہو جاتے ہیں۔

پرماتما ہی پرکرتی کو حرکت میں لاتا ہے۔ آتما کو گن بخشتا ہے۔ پرماتما ہی اصلی سکھ اور آنند ہے۔ جب انسان پرماتما کے بھید کو پا لیتا ہے تو اصلی سکھ بھوگتا اور آنند اٹھاتا ہے۔ اور جب پرکرتی کے بندھنوں میں الجھ کر اپنے بھگوان کے اصلی روپ کو بھول جاتا ہے تب دکھ بھی اٹھاتا ہے۔

پرکرتی کی طرف الجھنے سے دکھ ملتا ہے۔ بھگوان کی طرف جانے سے سکھ ملتا ہے۔ سکھ اور دکھ کے سوائے ان کے لئے موت نہیں ہے۔ وہ کبھی ختم نہیں ہوتا، کبھی شروع نہیں ہوتا، کبھی پیدا نہیں ہوتا، کبھی نشٹ نہیں ہوتا۔ اور ان دونوں کے علاوہ بھگوان ایشور یا پرماتما، پرکرتی کی طرح موجود بھی ہیں۔ آتما کی طرح زندہ اور امر بھی ہیں اور دونوں سے الگ آنند سروپ بھی ہیں۔ دنیا میں جتنا بھی آنند ہے وہ در اصل انہیں کا عکس ہے۔ کہیں تھوڑا کہیں زیادہ لیکن ہر جگہ ادھورا۔ کیونکہ عکس ہمیشہ عکس ہے۔ وہ اصل نہیں بنتا۔ اصل پورن آنند سے بھرپور ہے، پورن شکتی کا بھنڈار ہے۔ پورن گیان کا روپ ہے۔ وہی پرماتما ہے۔

جو ان تینوں کو یعنی پرکرتی، پرماتما، اور آتما کو صرف پڑھنے اور سننے گیان کے ذریعہ نہیں بلکہ انوبھو کے ذریعہ جان لیتا ہے وہی پورن گیان یوگی ہے۔ اور وہی گیان اسے آخری منزل پر پہونچا دیتا ہے۔

جس وقت شری رامچندرجی اپنے پتاجی اور ماتا کیکئی کی آگیا سے بن باس گئے تھے

تو تقریباً ساری اجودھیا پوری کے نرناری ساتھ ہو پڑے تھے تو شری رامچندرجی نے سب نرناری کو منع کیا کہ تم لوگ ساتھ نہ چلو ہمکو تو ماتا پتا نے بن باس دیا ہے تم کیوں مفت میں پریشان ہوتے ہو۔ مگر اجودھیا کے نرناری بھلا کب ماننے والے تھے زبردستی ساتھ چل پڑے۔ رامچندرجی کچھ سوچکر خاموش ہو گئے۔ چلتے چلتے راستہ میں جب رات آگئی تو شری رامچندرجی اپنی جوگ مایا کی شکتی سے رات کو سب کو سویا ہوا چھوڑکر چلدیے جب صبح سب نرناری اٹھے تو شری رامچندرجی کا کہیں نام ونشان نہ پایا۔ چاروں طرف تلاش کیا مگر کچھ پتہ نہ چلا کہ کہاں الوپ ہو گئے۔ آخر کچھ روز جنگلوں میں بھٹکتے اور پھرتے پھرتے واپس اجودھیا پوری آگئے۔ اُن نرناریوں میں صرف چند ایسے رہ گئے تھے جو وہیں آسن جماکر بیٹھ گئے اور تپسیا میں مصروف ہو گئے۔

ترجٹا راکشسنی

جب رام چندرجی چودہ برس بنباس کاٹ رہے تھے اور سیتا مہارانی کو راون ہرلے گیا تو اسوقت ایک راکشسنی ترجٹا نامی تھی جس نے حالت اسیری میں سیتا مہارانی کی بڑی سیوا کی تھی۔ اور تمام جگہ راکشسنیوں سے کہتی پھرتی تھی کہ سیتا مہارانی لکشمی کا اوتار ہیں۔ اُسکو دُکھ دینے سے تمہاری لنکا کی خیریت نہیں ہے۔

جب شری رامچندرجی نے لنکا فتح کی اور بھبھیکھن کو لنکا کا راجہ بنایا تو سیتاجی نے شری رامچندرجی سے کہا کہ ترجٹا راکشسنی نے ہماری بڑی سیوا کی ہے اور راون کی قید میں ہم کو بڑے آرام سے رکھا۔ اور ہر طرح سے میری دلجوئی کرتی رہی اسکو کوئی ور دینا چاہیئے۔ شری رام چندرجی نے مہارانی سیتا سے کہا کہ جو ور آپ اسے دوینگی اوشیہ پورا ہوگا۔ تب سیتا مہارانی کے منہ سے نکل گیا کہ "کلجگ میں یہ ترجٹا راکشسنی راج کرے۔"

سیتاجی کے وردان سے ترجٹا نے کلجگ میں جنم لیا اور وہ ملکہ وکٹوریہ کے نام سے ہندوستان پر راج کر گئی۔

جب شری رام چندرجی لنکا فتح کرکے اجودھیا پوری واپس آرہے تھے تو اُس مقام پر پہونچے جہاں اجودھیا کے چند لوگ تپسیا کر رہے تھے۔ (جہاں پر لوگوں کو سوتا

چھوڑ کر چلے آئے تھے۔

اُن تپسوی لوگوں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟۔

وہ بولے " نانر اور نا نر ناری۔

تب شری رامچندر جی نے پوچھا " آپ یہاں کیوں بیٹھے بھگتی کر رہے ہو۔

اُنھوں نے جواب دیا " مہاراج آپ نے نر ناریوں کے لئے۔ حکم دیا تھا کہ واپس جو دھیا پوری لوٹ جاؤ۔ لیکن ہمارے واسطے آپ کوئی حکم نہیں کر گئے تھے۔ اس واسطے ہم لوگ یہیں دھونی رما کر بیٹھ گئے تھے۔ اب جو آگیا ہو وہ کریں۔

تو شری رامچندر جی اُنکے چہرہ کو دیکھکر بڑے حیران ہوئے کہ اب کریں تو کیا کریں۔ اور ور دیویں تو کیا دیویں۔

تو سیتا مہارانی کے منہ سے نکل گیا کہ کلجگ میں تر جنبار اکشٹنی کے بعد پھر اُن کو راج ملے۔

سو وہ تر جنبار اکشٹنی (ملکہ وکٹوریہ) والا راج پھر آپ لوگوں کو ملا ہے۔ اب آپ کی مرضی ہے۔ اس راج کو اچھا کر کے سمجھو یا بُرا کر کے سمجھو۔ ہر ایک کو اپنی عقل سے کام لینا ہے جس وقت ہندوستان اور پاکستان کو آزادی ملی تھی چاہے اچھی تھی یا بُری تھی۔ لیکن پھر بھی آزادی مل تو گئی۔ لیکن سچ پوچھیئے تو ہم لوگوں نے آزادی پاکر سمجھداری سے کام نہ لیا اور طرفین نے ناقابل تلافی نقصان اُٹھایا۔

فی الحقیقت ہندوستان کے بٹوارہ نے یوں ہی ہندوستان کی مرکزیت کو ایک زبردست دھکا پہونچایا اُس پر طرہ یہ کہ ہندوستانیوں کا خون ہندوستانیوں ہی کے ہاتھوں سے بہنا ہندوستان اور پاکستان دونوں کیلئے شرم کا باعث بن گیا۔

یہ باتیں دراصل کوئی معمولی باتیں نہیں ہیں بلکہ تنہائی میں بیٹھکر ٹھنڈے دل سے سوچنے کی باتیں ہیں۔

اب آپ خود سوچیں کہ یہ آزادی ہماری ماتا سیتا مہارانی کی بخشی ہوئی ہے۔ اگر اُن کو پتہ لگے کہ ہمارے بردان سے کتنا ناجائز فائدہ اٹھایا گیا ور لاکھوں آدمیوں کا خون خرابہ کر بیٹھے ہیں تو ان کو کتنا دُکھ ہوگا۔

پھر لطف یہ کہ آپ کی کونسی بات اُن سے پوشیدہ ہے۔ اُن کے گھر میں دیر ہے اندھیر نہیں ہے۔ سبکو تو اپنے کرموں کا پھل تو ملنا ہی ہے چاہے وہ اچھے کرم ہیں یا بُرے۔ جلد نہیں تو دیر میں ہی لیکن پھل ملیگا ضرور۔ آپ تعلیم یافتہ ہو، ایم۔ اے اور بی۔ اے ہو

گریجویٹ ہو۔ آپ لوگوں نے اپنی تعلیم اور قابلیت سے کیا فائدہ اُٹھایا ہے۔ اور بھگوان کے سامنے کیا منہ لیکر کھڑے ہونگے جب بھگوان پوچھیں گے کہ سینا رس کنت دخون اور سنگدلی کی ذمہ داری کس پر ہے تو کیا جواب دینگے۔

اُس دیئے کون جھڑا دسیا بند ہے

اُس وقت بھگوان آپ کے ساتھ جو سلوک کریں پھر افسوس نہ کرنا۔ جیسا آپ پتھر دل لیکر کام کر رہے ہیں وہاں مقابلہ کے لئے پھر ڈٹ کے مقابلہ کرنا۔ وہ تو تیزاب کی شیشی ہاتھ میں لیکر کھڑا ہوگا اور آپ کو کہہ دیگا کہ سب کپڑے اُتار دو۔ اور ننگے ہو جاؤ۔ اسوقت انکار کرتے نہ بن پڑیگا۔ اسوقت انکار بھی کون کرنے دیگا؟ وہی تیزاب کی شیشی سے کچھ بوندیں آپ کے اُوپر ڈالکر چلا جائیگا۔ اور تم کھڑے منہ دیکھتے رہو گے۔ اور زبان نہ ہلا سکو گے۔

ابھی ہے کچھ نہیں بگڑا سنبھل جا اب بھی تو پیارے کہ دانہ خاک میں ملکر گل و گلزار ہوتا ہے

اب ہمارے شری جواہر لال نہرو کے ساتھ سگریو اور بجرنگ بلی جی کی ضرورت ہے۔ صرف دو آدمیوں نے شری رامچندر جی کا ساتھ دیا تھا۔ اور پوری لنکا پوری تیج کروائی تھی۔ اب شری جواہر لال جی کے ساتھ وہی سگریو اور ہنومان جی جیسے مہاپرشوں کی ضرورت ہے۔ آپ جبتک سگریو اور ہنومان نہیں ہونگے تو نہ آپ سُکھی ہو سکتے ہو اور نہ آپ کے بھائی سُکھی رہ سکتے ہیں۔ اور اگر آپ سُکھی رہے تو کیا جب آپ کے بھائی دُکھی ہو رہے ہیں۔

سانورے گھنشیام تم تو پریم کا اوتار ہو سنکٹوں میں پھنس گیا ہوں تم ہی تارن ہار ہو

چل رہی آندھی بھیانک بھنور میں نیا پڑی ناخدا ہو تو اگر دو حسب ہی بیڑا پار ہو

تیرے برہا کی اگن میں رات دن روتا ہوں میں

دیکھنا نسیہل نہ میرے آنسوؤں کی دھار ہو

شیام کے چرن

شیام چرنوں کو من سے لگائے جائینگے
جوت جیون کی جگ میں جگائے جائینگے

ہزار بار تہہ دل سے یہ قرار کیا — بھجن نہ دل سے کبھی اُنکا ایک بار کیا
بسنے میں موکھ ہیں نندرا میں دن گنوا دیا — منش بھی ہو کے بھی پشوؤں کے کام کرتے ہیں
ایسی گھڑی دشا کو بنائے جائینگے
شیام چرنوں کو من سے لگائے جائینگے

سمجھ رہے ہو کہ سنسار ہمارا ہوگا — یہ پوتر، ہتر یہ پریوار ہمارا ہوگا
نہیں ہے دھیان کہ جب کال پران لیگا — تو عمر کیا ہے یہ تن بھی نہ ساتھ دیتا ہے
ایسے دنیا سے ناتے ہٹائے جائینگے
شیام چرنوں ....

آواگون کے بھار سے ستائے ہوئے بھگون — کہ جس سے جھک گئے لاچار ہو گئے بھگون
نہ توڑو کرم کے بندھن کو کچھ تو رحم کرو — نہ سب گھٹاؤ تو تھوڑا وزن تو کم کر دو
ایسے بوجھے نہ سر سے اٹھائے جائینگے
شیام چرنوں کو ....

سہے جو کشٹ سے بھول جو ہوئی سو ہوئی — تمھیں بھلائے رہے بھول جو ہوئی سو ہوئی
دیالو! آخری دعویٰ یہی ہمارا ہے — ہمیں بھی تارو جو لاکھوں کو تم نے تارا ہے
نہیں تو تمہارے گن گائے جائینگے
شیام چرنوں کو ....

جا ہر ہے سو دُور بتاوت، دُور کی بات نراسی
کہت کبیر سنو بھائی سنتو، بن گرو بھرم نہ جاسی

جس وقت راون مارا گیا تو شری رامچندر جی نے ہنومان جی کو سیتا جی کے پاس بھیجا کہ جا کر دیکھ آو

جس وقت راون مارا گیا تو شری رامچندر جی نے ہنومان جی کو سیتا جی کے پاس بھیجا کہ اُسکو خوشخبری دے آؤ اور دیکھ آؤ کہ کیسی ہیں۔ حکم پاتے ہی ہنومان جی لنکا پہونچے اور اشوک باٹکا میں سیتا جی کے درشن کیئے۔ ڈنڈوت کرنے کے بعد راون کے مرنے کی خبر سنائی اور کہا کہ "جگت جننی مہا مایا آپ کے پتی پرت دھرم سے شری رامچندر جی مہاراج نے دشمنوں پر فتح پائی اور بھبھیشن کو لنکا کا راج دیا۔ اب مہارانی سیتا چپ تھیں کہ اس خوشخبری کا صلا اس وقت ہنومان جی کو کیا دوں۔ دنیا کی ہر چیز پر مہارانی نے نظر دوڑائی لیکن کوئی چیز ایسی نظر نہ آئی کہ اس خبر کے صلہ میں نذر کر سکوں۔ صرف یہی الفاظ مہارانی کے منھ سے نکلے کہ میں تمہارے بس میں ہوں۔ اور تمہاری محبت نے دل میں وہ جگہ پیدا کرلی ہے جو ہمیشہ قائم رہیگی"

ہنومان جی نے سر جھکا لیا۔ اور ہاتھ جوڑ کر کہا ماتا جی اتنی ہی دیا کافی ہے کہ آپ مجھے دل میں رکھے ہوئے ہیں ایسے پدارتھ کسی کو حاصل نہیں ہو سکتے ہیں۔ مہارانی بولیں کہ اچھی عقل تین طرح سے کام کرتی ہے۔ (۱) پرمیشور کو راضی رکھنا (۲) اسکے چرتر سننا (۳) بھگتی میں لین رہنا۔ یہ سب پدارتھ ہنومان آپ کو حاصل ہیں۔

ہنومان جی نے کہا کہ اے ماتا، اے جننی، میری خوشی ہے کہ راکششنیاں بیٹھی ہیں انکو کچھ سزا دوں۔ شری جانکی بولیں' اِن بیچاریوں کا کچھ قصور نہیں، یہ تو حکم کی تابع تھیں۔ جو راون کہتا تھا وہی کرتی تھیں۔ اور راون بھی خطاوار نہیں قسمت کا دوش ہے۔ پھر کہا کہ قسمت کا بھی دوش نہیں، جیسا ہم نے پورب جنم میں کیا پھل پایا۔ اور اسکو بھی دوش نہیں تقدیر کا لکھا مٹا نہیں۔ ہونی ٹلتی نہیں جو چاہتی ہے کرانیتی ہے۔ اس جگہ میں آپ کو ایک داستان سناتی ہوں، ہنومان جی نے کہا وہ کیا ہے۔ جانکی جی نے کہا:-

ایک شیر شکار کی تلاش میں جنگل میں نکلا اتفاقاً ایک چڑیمار کا گزر اُس جنگل میں ہوا۔ چڑیمار کو دیکھکر شیر جھپٹا۔ چڑیمار نے ایک درخت پر چڑھکر جان بچائی۔ شیر درخت کے نیچے سے گیدڑ بھبکیاں دکھا رہا تھا۔ اور چڑیمار ڈرا جاتا تھا۔ اتفاقاً اسی درخت پر ایک ریچھ کا بسیرا تھا۔ چڑیمار نے جب ریچھ کو دیکھا تو اور جان نکل گئی۔ نیچے سے شیر نے ریچھ سے کہا چڑیمار کو نیچے گرا دے میں کئی دن کا بھوکا ہوں اسے کھاؤں گا اور اپنا پیٹ بھر لونگا۔ ریچھ

صاحب مروت اور بُردبار تھا، سوچا کہ شکاری میری پناہ میں آیا ہے۔ اور جان بچانا چاہتا ہے۔ اگر اسے ڈھکیل دوں تو بڑا عذاب ہوگا۔ ریچھ نے کہا کہ یہ نہ ہوگا میری شرن میں آیا ہے۔ اتنے میں ریچھ آنکھیں بند کر کے سو رہا۔ شیر چڑیمار سے بولا کہ یہ تیرا دشمن ہے جب میں چلا جاونگا تو تجھیں کھا جائیگا۔ ایسا کام کرو کہ جسمیں تمہاری بھی جان بچے اور ہماری بھوک بھی رفع ہو۔ ریچھ کو گرا دو۔ میں لقمہ بنا کر کھا جاونگا، بے مروت چڑیمار ریچھ کا احسان بھول گیا، بھالو کو ڈھکیلا مگر بھالو اُچک کر دوسری شاخ پر ہو رہا۔ شیر نے ریچھ سے کہا کہ اسکی محسن کشی دیکھی؟ تم اسکی جان بچانا چاہتے ہو یہ تمہاری جان کا گاہک ہے۔ اب اسے گرا دو میں اپنا پیٹ بھر لوں۔ ریچھ نے انکار کیا اور شیر اپنا سا منھ لیکر چلا گیا۔ اب چڑیمار کے ہوش اُڑ گئے اب ریچھ مجھے مار ڈالیگا۔ اتنے میں ریچھ نے کہا کہ او محسن کش دغاباز تو اپنی بات سے نہیں ہٹے گا۔ خیر تو نے میرے پاس پناہ لی ہے تیری جان کا خواہاں نہیں جا اور اپنے گھر کا راستہ لے۔ مگر یہ سمجھ لینا جو جیسا کریگا ویسا ہی پھل پائیگا۔ پاپ اور کرم کا پھل اپنے ہی کو ہوتا ہے۔ اسی طرح مہوان جی! کوئی ادھرم بھی کرے اور اپنی شرن میں آئے تو اس سے بُرائی سے پیش آنا مناسب نہیں۔

کسی موقعہ پر راجہ دسرتھ نے کیکئی کو دو قول دیئے تھے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ راجہ دسرتھ نے کیکئی کو دو قول دیئے تھے اور جب شری راجندر جی کی تاجپوشی کا وقت آیا تو کیکئی کو وہ قول اُن کے یاد آگئے۔ اور راجہ سے وہ قول پورے کرانے چاہے تو راجہ دسرتھ نے حیل و حجت کی لیکن آخر کو مان گیا۔ تو کیکئی نے پہلے قول سے بھرت کو راج اور دوسرے قول میں رامچندر جی کو چودہ برس بن باس کے لئے کہا۔ اسوقت راجہ دسرتھ تو بیہوش ہو گئے۔ لیکن جب ذرا ہوش آیا تو اسوقت راجہ دسرتھ سے کیکئی نے ایک کہاوت کہی۔ وہ یہ کہ " آپ کے بزرگوں میں (راجہ شوی) بڑے دھرماتما راجہ ہو گزرے ہیں۔ اُن نے ایک دفعہ یگیہ کیا اور ایسا یگیہ کیا کہ اندر کے چھکے چھوٹ گئے۔ روح کانپ گئی کہ اب اندر آسن چھینا۔ اتنے میں اندر نے باز اور اگنی نے کبوتر کا بہروپ بھرا۔ راجہ شوی کو کسوٹی پر کسنا منظور تھا۔ کبوتر آگے بڑھا اور باز پیچھے جھپٹا، کبوتر کا نپتا تھرتھراتا راجہ شوی کے پاس جا ہو بیٹھا تو کبوتر غائب۔ باز نے پوچھا شکار کیا ہوا۔ کبوتر نے دوہائی دی کہ مہاراج جان بچائیے۔ آپکی پناہ میں آیا ہوں۔ راجہ شوی نے باز کو ڈپٹا کہ بھاگ جا شکار کا یہاں کوئی نہیں ہے۔ باز بولا :- واہ مہاراج واہ! آپ ایسے رعیت پرور ہو کر یوں

دوسروں کی خوراک چھینیں تو بس ہو چکا۔ دھرم کی خیر و عافیت معلوم ہے۔ شاستر کا تو یہ قول ہے کہ جو پرائی خوراک چھینے وہ برہم ہتیا کا گنہگار ہوتا ہے۔ اور آپ ہیں کہ یگیہ کرتے وقت ذرا بھی دھرم کا خیال نہیں کرتے۔

راجہ شوی: - تمہارا کہنا درست ہے مگر بیچارے پنچھی کو پناہ دینا سب سے زیادہ ثواب کا کام ہے اسلئے تم شکار سے ہاتھ دھو بیٹھو۔

باز: - بیں پیٹ میں تو اودل اسکا عذاب کس پر ہوگا

راجہ شوی: - اگر پیٹ کے دوزخ کی فکر ہے تو میں حاضر ہوں۔ کبوتر کے برابر میرا گوشت تول لو۔

باز: - اگر آپ کی یہی مرضی ہے تو خیر پیٹ کی آگ آپ بجھا دیجئے۔

راجہ شوی نے ترازو منگائی اور ایک پلڑے میں کبوتر کو بٹھا کر دوسرے پلڑے میں اپنا گوشت چڑھا دیا۔ مگر وزن کم نکلا۔ اور کبوتر کے ہموزن نہ ہوا۔ جب گوشت باقی نہ رہا اور صرف ہڈیاں ہی رہ گئیں تو راجہ اندر کے ہوش اُڑ گئے۔ راجہ شوی کی پابندی قول نے چھکے چھڑا دیئے قدم نہ ٹھہر سکا۔ بھاگ کھڑے ہوئے۔ اور راجہ شوی کا جشن سارے زمانہ میں پھیل گیا۔ اے مہاراجہ دشرتھ جسکے بزرگ ایسے ایسے قول کے پابند ہوں اُنکی یہ کیفیت کہ قول کچھ اور عمل کچھ۔ راجہ شوی پر ہی موقوف نہیں، راجہ انرک بھی آپ ہی کے بزرگ تھے اُن کا نام دنیا کے دھرماتماؤں میں مشہور زمانہ ہے۔

کیکئی نے پھر راجہ دشرتھ کو راجہ انرک کی کتھا سنائی

راجہ انرک کا دستور تھا کہ جو کوئی جس چیز کا طالب ہوتا اُسے بے تکلف دیدیتے اور کوئی عذر نہ کرتے۔ راجہ اندر نے بھی اُنکی آزمائش کی۔ برہمن کے بھیس میں حاضر ہوا اور ایک آنکھ کی درخواست کی۔ راجہ نے یہ سوال سنتے ہی ایک آنکھ نکال کر اُسکے سامنے رکھدی۔

پھر کیکئی نے کہا اے راجن! کیا آپ ایسے ہی بزرگوں کی اولاد ہیں۔ مجھے تو اسوقت شرم آتی ہے کہ کیسے کیسے ست وادی بزرگوں کا ذکر آپ کے سامنے کر رہی ہوں۔

ہائے کہاں راجہ سگر جن کے ساٹھ ہزار بیٹوں نے زمین کھود کر سمندر بہا دیئے، راجہ بھاگیرتھ گنگا جی کو آکاش سے اُتار لائے۔ اور کہاں آپ ہیں کہ ذرا سی بات نہیں کی جاتی کیا دھرم اسی کا نام ہے؟

اس موقع پر دشوامتر شری رامچندر جی کو بلا کر لائے۔ اُنھوں نے دیکھا کہ پتا جی بیہوش ہیں اور ماں کی تیوریاں چڑھی ہوئی ہیں۔ گویا ایک شکار پڑا ہوا ہے اور دوسری شکارن کھڑی ہے۔

لائق اور سعادتمند بیٹے کے پہلے ماتا کے چرنوں کا رُخ کیا۔ ماتا کے چرن چھوکر پتا کے پاس گئے اور اُنکے پیروں کی اُنگلی چومی اور بولے پتاجی کیا حال ہے۔ آپ کیوں بیہوش ہیں۔ مجھے دیکھتے بھی نہیں ہو ایسے خاموش ہو۔

پھر راجہ دشرتھ نے اپنے منہ سے بن باس کیلئے نہیں کہا، ماتا کیکئی کے حکم سے گئے ہیں۔ چونکہ راجہ دشرتھ چپ تھے اور مُنہ سے کچھ نہ بولتے تھے اسی چپ رہنے کو شری رامچندر جی حکم سمجھے اور بن کو روانہ ہوگئے۔ اس زمانہ میں کون سا ایسا ماں کا لال ہے جو ماتا پتا کے وچن کا اتنا بڑا زبردست پالن کرسکے۔ ایسی کتھائیں سننے یا پڑھ لینے سے کچھ نہ بنے گا۔ جبتک عملی جامہ نہ پہناؤ گے۔ وہ وقت بہت قریب آنیوالا ہے جب سب نے میدان عمل میں حاضر ہونا ہے۔ اُس ویلے کون چھڑا وا سیاں بند گے۔

ایک جگہ پھر رامائن میں کتھا آئی ہے کہ جب راجہ دشرتھ کیکئی سے زیادہ تنگ ہوگئے تو اُس وقت یہ الفاظ اسکو کہتے ہیں کہ "حیلہ روزی بہانہ موت" آدمی جس وقت پیدا ہوتا ہے موت بھی اسکے ساتھ پیدا ہوتی ہے۔ مگر اسکے لئے کوئی حیلہ چاہیئے۔ بغیر کسی بہانہ کے موت نہیں آتی ہے۔ میں سمجھتا تھا کہ کیکئی میرے لئے سرمایہ زندگی ہے۔ مگر ہائے وہ زہر نکلی معلوم ہوا کہ میری موت تیرے ہاتھ ہے۔

بن باس کرنے کیلئے جب شری رامچندر جی چلے تو ماتا کوشلیا کے پاس جاتے ہیں تو اُس وقت ماتا کوشلیا کیا کہتی ہے

"پیارے رام! بیٹے کی پیدائش کے وقت اُسکی ماں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ اُسی کا دل جانتا ہے۔ مجھے تمہاری ولادت کے وقت درد زہ کی جو تکلیف محسوس ہوئی تھی اُس سے سو گنی تکلیف زیادہ مجھے تمہارے ان لفظوں نے دی۔ ہائے رہی دنیا اور اسکی مکاریاں، بانجھ عورتوں کی زندگی لاولدی کے غم میں حرام رہتی ہے۔ جسکو ایشور اولاد دیتا ہے اسکو سطح کی مصیبتیں۔ جسکے دو چار بیٹے ہوں اُسکو خیر چھاتی پر پتھر رکھ لینے سے صبر ہوتا ہے کہ چلو دوسرا بیٹا دل بہلانے کو موجود ہے۔ میں بدنصیب کیا کروں اور کیونکر زندگی قائم رکھ سکوں گی۔ جسکو صرف تمہارے ہی دم سے زندگی کی آس ہے۔ تمام عمر اولاد کے غم میں بسر ہوئی۔ زندگی طرح طرح کے رنج والم میں کٹی۔ اب دیوی دیوتاؤں کو مناتے مناتے تمہاری بدولت کچھ سکھ ملا تھا۔ وہ بھی وقت خواب دخیال ہوگیا۔ لخت جگر! جب سے میری شادی ہوئی مجھپر جو گزری کیا کہوں مہاراج کبھی سیدھے منہ نہ بولتے تھے۔ ہر وقت بگڑے ہی رہتے تھے۔ پہلے بے اولادی کا کلنک

لگا۔ مہاراج نے اور شادیاں کیں، جو رنواس میں آئی اُس نے بھی رونا رو دیا کہ کوشلیا کا سایہ پڑنے سے اولاد نہ ہوئی ہر معاملہ میں یہی مضمون صادق آتا تھا

عدو مدام عداوت سے کام لیتے ہیں
قصور کوئی کرے میرا نام لیتے ہیں

پدم پرانوں میں ایک کتھا آئی ہے:

زمانہ ماضیہ میں ایک برہمن تھا جسکو شمبھو مال کے نام سے شہرت تھی۔ اسکی زندگی میں اتفاق سے قحط پڑا۔ مفلسی میں برہمن کی جان پر بن گئی۔ غریب فاقوں مرنے لگا۔ تھا کچھ پڑھا۔ ایک دن سوچا کہ چلیں کسی راجہ کو علمی مسائل اور دھرم اُپدیش سنا کر کچھ کما لائیں۔ سفر کی ٹھن گئی۔ مگر کپڑے نادارد۔ پوشاک لباس کے نام سے صفایا۔ اوّل تو مانگے سے دیتا کون، دوسرے یہ خیال آیا کہ چلو پھٹے پرانے ہی کپڑے پہن کر راجہ پہپہ پرت کے شہر چلا گیا۔ شہر کے قریب ایک مقام کی کٹھیرا لی۔ اسی وقت اتفاق سے راجہ پہپہ پرت بڑے تزک و احتشام سے اپنے باغ کی طرف جا رہے تھے۔ جونہی برہمن نے سواری دیکھی سامنے جا کر کھڑا ہوا۔ راجہ عقلمند تھا۔ قیافے سے پہچان گیا کہ برہمن دیوتا کی غرض کیا ہے۔ اُس نے ہمراہی کا حکم دیا۔ کہ برہمن کو میرے دربار میں لے چلو۔ حکم کی تعمیل ہوئی۔ برہمن دربار میں باریاب ہوا۔ راجہ نے نظر عاطفت سے دیکھا اور چار روپیہ ماہوار حسب خرچ کے مقرر کئے۔ ایک روز راجہ تنہا بیٹھے ہوئے تھے۔ برہمن پہونچا تو راجہ نے فرمایا "ذرا دوات تو اُٹھا لانا" برہمن نے تعمیل کی۔ ذرا دیر میں راجہ نے پھر کہا اسے یہاں رکھدو۔ برہمن بولا اب کیسے رکھوں یہ تو میرے ہاتھ آچکی ہے۔ راجہ خوش ہو گئے اور اُسکو اپنا وزیر بنا لیا

برہمن جب راجہ کے دربار میں جاتا تو لباس فاخرہ پہنکر، مگر جب گھر میں آتا تو وہی پرانے پھٹے کپڑے پہن لیتا جو پہنے ہوئے راجہ سے ملا تھا۔ نیز اُن کپڑوں کو دربار جاتے وقت بڑی حفاظت سے باندھ چھوڑتا تھا۔ اور عمدہ عمدہ پوشاکیں پہنکر زار زار رویا کرتا تھا۔ اتفاق سے راجہ کو اس معاملہ کی خبر لگ گئی۔ وہ بنفس نفیس برہمن کے مکان پر پہونچا۔ اور فرمایا کہ اپنے کپڑوں کی گٹھری دکھاؤ۔ برہمن نے بہت ٹالا مگر راج ہٹ سے کیا پیش کی جا سکتی ہے۔ آخر گٹھری کھولی تو وہی پھٹے پرانے کپڑے برآمد ہوئے۔ راجہ نے پوچھا یہ چیتھڑے کیوں باندھ رکھے ہیں۔ جواب ملا کہ یہ وہی قدیم رفیق ہے جس نے آپ کے دربار میں حاضر کر کے اس رتبہ پر پہونچایا ہے۔ یہ میری غریبی کی نشانی ہے۔ اسلئے رکھ چھوڑے ہیں کہ یہ اصلی اور اگلی حیثیت بھولنے نہ دیں گے۔ اب رہا عمدہ پوشاک پہن کے رونا، وہ اس خیال سے کہ یہ لباس انسان کو مغرور کر کے پچھلی حالت کو بھلا دیتے ہیں اسی لئے ہر وقت ڈرتا رہتا ہوں کہ کہیں میں گزشتہ حیثیت کو بھول کر انکی وجہ سے مغرور نہ ہو جاؤں۔

جس وقت بن جانے کے لئے شری رام چندر جی بالکل تیار کھڑے تھے تو اس وقت
سومنت وزیر آ حاضر ہوئے۔ اور جب شری رامچندر اور راجہ دشرتھ اور باقی دربار کے
آدمیوں کو دیکھا تو سومنت کو اس قدر بیتابی ہوئی کہ آخر غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ تھوڑی دیر
تک کہرام سے طبیعتیں کہرام سے پریشان رہیں کسی کو کسی کی خبر نہ تھی۔ اب جب سومنت
کو ہوش آیا تو غصے سے آنکھیں لال ہوگئیں۔ جوش غضب سے ہونٹ چبانے لگا اور معلوم
نہ جانے کیا سے کیا ہوگئی۔ وہ تڑپ کر بولا " او کیکئی! تو رانی ہے یا ڈائن۔ ہائے تجھے
نہ خاوند پر ترس نہ بچوں پر رحم، تو نے خاندان بھر کیلئے موت کا جامہ پہن لیا ہے۔ آج کرانی
دنیا بھر کے ادھرم کیا تیرے ہی حصہ میں آئے ہیں۔ باپ کی تصویر تجھ سے بڑھکر اور کیا
ہوگی۔ رانی کیکئی آم کے درخت کاٹ کر کڑوی نیم کا درخت لگانے کو تو لگا لے۔ مگر
امرت اور شہد سے بھی سینچے گی تو کڑواہٹ کبھی نہ جاوے گی بلکہ بدستور رہیگی۔ مٹھاس کا
ذرا بھی نام و نشان نہ ہوگا۔ او تو وہ تیری ماتا کیا تجھ سے کچھ کم تھی؟ ایک دفعہ راجہ
کیکے نے کسی رشی کی خدمتگزاری سے جانوروں کی آواز پہچاننا سیکھا تھا۔ تیری ماتا نے
اُسی کے لئے ایک روز غریب کی جان لے ڈالی۔

راجہ کیکے محل میں تھا کہ کوئی جانور بولنے لگا تو راجہ کو ہنسی آگئی۔ رشی کا حکم تھا کہ جو
سُننا خبردار کسی سے نہ کہنا۔ تیری ماتا راجہ کے گلے پڑ گئی۔ کہ بتاؤ کیوں ہنسے۔ راجہ نے
بہت ٹالا مگر وہ کب ماننے والی تھی ایک نہ سُنی ہٹ پر جمی رہی۔ مرنے کی دھمکی دی۔
طرح طرح کے ہٹ پن کئے۔ راجہ رانی کی بہت خاطر کرتا تھا۔ اسکو دلشکنی منظور نہ تھی
لیکن رانی کو تو بات پوچھنے کی ہٹ تھی۔ مجبوراً راجہ نے کہا کہ مجھے بتانے میں کوئی عذر نہیں
مگر رشی کا بردان ہے۔ کہ اگر جانوروں کی بولی سنکر کسی پر راز فاش کیا تو زندگی کی خیر نہیں۔
اسی وقت طائر روح قفس عنصری سے پرواز کر جائیگا اسی وجہ سے مجھے لیت و لعل ہے
اگر تمھیں میری زندگی عزیز نہیں تو خیر تمہاری خاطر ہی سہی۔ مگر جان بخش دیں تو بہت اچھا؟
بات بھی وہ نہیں ہے کہ جسکے سننے بغیر تمہارا کوئی نقصان ہو۔ جانوروں سے تمہارا کیا واسطہ
رانی نے کہا کہ ایسے فقرے کسی اور کے سامنے گھڑیئے۔ یہاں ایسی باتیں بنانے والے
بہت دیکھے ہوئے ہیں۔ مرنا نہ ٹھیرا کھیل تماشہ ٹھیرا۔ اسی طرح بات بات پر موت آنے
لگے تو بس ہو چکا۔ بات بنانی ہو تو بنائیے ورنہ میں جان دیتی ہوں۔ افوہ رے تیری
ماتا کا دل گردہ۔ راجہ کی زندگی کا مطلق خیال نہ کیا اور بس یہی رہی کہ بتاؤ۔ راجہ کیکے
کے بنائے کچھ نہ بنی تھی۔ وہ حیران تھے کہ کیا کروں۔ آخر کہا اچھا پیاری رشی جی سے

اجازت دے آنے دو۔ شاید وہ کہدیں کہ خیر رانی سے کہنے میں مضائقہ نہیں۔
رانی بڑی مشکلوں میں راضی ہوئی۔ راجہ نیکے حیران و پریشان رشی کی خدمت میں گئے۔ اور سارا دکھڑا سنا کر رو دیئے۔ گذارش کی۔ مہاراج آپ اگر کوئی اور کوئی بردان نہیں دیتے تو یا میری جان جاتی رہے یا رانی کی۔ رشی جی کی بات اٹل تھی۔ بیان ہوا ایک مرتبہ زبان سے نکل گیا بس وہی پتھر کی لکیر ہے۔ راجہ نیکے ایسا سمجھ لیکر جب آئے تو رانی پھر پیچھے پڑ گئی کہ بتاؤ۔ راجہ نیکے کا ناک میں دم ہو گیا۔ بالکل تنگ ہو گئے مگر رانی کچھ نہ سنتی تھی۔ اپنی ضد پر اڑی رہی۔

اب راجہ کو خیال ہوا کہ جب رانی کو میری زندگی کی کچھ پرواہ نہیں تو پھر اسکی الفت اور محبت ہی کیا ہے۔ جب میں مر جاؤنگا تو رانی مری تو کیا اور زندہ رہی تو کیا۔ اسے دفعا بتاؤ۔ ایسے کا ساتھ ہی کیا ہے۔ جسکو اپنے مطلب سے مطلب اپنی غرض سے غرض دوسروں کی جان کی بھی پرواہ نہیں۔ بس اسی وقت وہ جوش غضب سے اٹھے اور کمر میں ہاتھ دیکر رانی کو گھر سے نکال دیا۔ اب تو رانی جی کی آنکھیں کھلیں۔ راج پاٹ سب غائب غلہ ٹھوکر کھاتے پھرے اور فاقہ کشی۔

جب اعمال نہیں تو ریا کیلئے، سنسار میں مایا کون کرے
جب دل ہے بتوں کے اندر میں، کعبہ کا سجدہ کون کرے
کیا دیر و حرم کے جانے سے، کیا در در ٹھوکر کھانے سے
جب گھر میں درشن ملتا ہو تو باہر کعبہ کا کون کرے
جب دل ہی نہیں لگتا ہے کہیں، تو دیر و حرم کو کیا جاؤں
پاکھنڈ کی پوجا کون کرے، دکھلانے کو سجدہ کون کرے
کیا مالا گردن میں ڈالوں، یا ہاتھ میں لمبی تسبیح لوں
دنیا کو رجھانے کی خاطر، بھگوان سے دھوکا کون کرے
بھگوان بھگت کے گھر جاکر، اسکو سمجھانے کہنے لگے
آجاؤ گلے سے لگ جاؤ، اب تم سے پردا کون کرے

بھول کر سب کو زباں پہ آپ ہی کا نام ہے

بھول کر سب کو زباں پر آپ ہی کا نام ہے — ہر گھڑی ہر دم یہی اک کام میرا کام ہے
کام جو کچھ ہے ہمارا آپ کا احکام ہے — بندہ پرور پھر یہ بندہ کس لئے بدنام ہے
ساری دنیا کیلئے جب اسکا جلوہ عام ہے — دیدۂ ناکام تو پھر کس لئے بدنام ہے
جان دیکر جان پانا عشق کا انجام ہے — بس یہی انعام اُسکا ہے یہی آرام ہے
سختیوں پہ سختیاں ہیں اور ہم خاموش ہیں — وہ تمہارا کام ہے اور یہ ہمارا کام ہے

فرق آخر مٹ گیا اک دم کمالِ عشق میں
تیرا شیدا مٹ کے تجھ میں اب ترا ہمنام ہے

ہر قدم ہر سانس پہ میں اک نہ اک مشکل میں ہوں
جسکی آنکھوں میں مروت اور درد جسکے دل میں ہوں
حال مشکل مجھ سے پوچھو جو کہ میں مشکل میں ہوں
دل ہی میرا جس گھڑی سے عشق کی منزل میں ہے
ایک ہلچل ہے جگر میں ایک طوفاں دل میں ہے
کچھ اثر لینا نہ لینا یہ تمہارا کام ہے
کان دھر کر سن تو لو جو کچھ ہمارے دل میں ہے
پر ہماری آرزو اب تک ہمارے دل میں ہے

بھگوان کا بھگت بھگوان ہی کہتا ہے

جس کو نصیب نت ترے درشن کی دید ہے — ہر روز اُس کے واسطے دنیا میں عید ہے
حد سے زیادہ آپ کا مشتاق دید ہے — بے آپ کے مرید کئے وہ مرید ہے
رگ رگ میں جسکے درد بھرا ہے پربھو ترا — وہ ہو نہ ہو یہ قلب تو اُسکا مرید ہے
پربھو گئے ہے تو کچھ ایسی خوشی ہوئی — ہم نے کہا کہ آج آرزو پوری ہوئی

مرنے سے پہلے جام شہادت جو پی چکا
کچھ بھی نہیں جنون کے دم سے بعید ہے

مہارشی وشوامتر کون تھے

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وشوامتر نے ایک ہزار سال تک تپسیا کی اور تپ بل سے برہماجی نے اُسکو درشن دیئے - اور برہماجی نے کہا کہ آپ نے سب راجوں کو نیچا دکھایا ہے اب تمکو راج رشی کی پدوی مبارک . اس بردان سے وشوامتر جی کو دل ہی دل میں افسوس ہوا - کہ میں نے مرکر ہزار سال تپ کیا اور پھر بھی راج رشی . مجھے یہ پدوی نامنظور ہے جب برہمرشی نہ ہو جاؤں گا جان دیدوں گا - لیکن تپ نہ چھوٹے گی . اور اُسی وقت پھر از سر نو تپسیا میں جٹ گئے - تو تیتےمیں راجہ ترسنکو جو اجودھیا راج دھانی کے راجہ ہو گزرے ہیں اور اُس نے بھی اتنی تپسیا کی انسانی چولے کے ساتھ بیکنٹھ کی سمائی - اُنھوں نے ایک یگیہ کا انتظام سرانجام دیا - اور پھر وہ بششٹ جی کے پاس گئے - اور درخواست کی کہ مہاراج میں نے آپ کے بھروسہ پر یگیہ کیا ہے - اُسے سماپت کر کے مجھے جسم خاکی ہی سے سرگ پہونچا دیجئے . بششٹ جی نے کہا کہ آپ کا یہ خیال خام ہے . بھلا قالب عنصری سے بھی کوئی سرگ لوک جا سکتا ہے راجہ ترسنکو اس دو ٹوک جواب سے ناامید ہو گیا - اور اُسکی آس ٹوٹ گئی - اور مایوس ہو کر اُس پہاڑ پر پہونچے جہاں بششٹ جی کے سو بیٹے ریاضت میں مصروف تھے - اُن کے پاس گئے - ڈنڈوت کی قدموں پر سر جھکایا - اور دست بستہ التجا کی کہ آپ ہمارے اکشواک ونس کے پروہت ہیں - آپ کے پتا جی نے مایوس ہو کر واپس کر دیا ہے - اب آپ سے درخواست ہے کہ مجھے اسی چولے سے آپ لوگ سرگ پوری پہونچا دیں بس اتنی ہی خواہش اور اتنی ہی آرزو ہے .

راجہ ترسنکو کی بات سنکر بششٹ جی کے لڑکوں کے تن بدن میں آگ لگ گئی . اُنھوں نے طیش میں کہا کہ اکشواک ونس کے تمام راجوں کے گرو ہمارے پتا جی ہیں اور سارے راجہ اُنکی آگیا پر چلنا اپنی سعادت سمجھتے رہے . لیکن تم ایسے ناخلف ہو کہ اُنکی بات پر عمل نہیں کرتے - اور اُن کے ہوتے ہوئے دوسروں کو گرو اور پروہت بنانے چلے ہو . دھکار ہے . خبردار جو اب یہاں ٹھیرے - جاؤ سامنے سے ہٹ جاؤ -

راجہ ترسنکو بششٹ جی اور اُنکے لڑکوں کی بے اتفاقی دیکھکر تاؤ آگیا - اور صاف الفاظ میں کہدیا کہ میں نے گرو جی کے لڑکوں سے پرارتھنا کی تھی جو کہ بششٹ جی کی جگہ پر تھے - اب تک میں اور کچھ دیکھنا نہیں چاہتا تھا - لیکن اب دوسرا گرو تلاش کر کے یگیہ کو

سنبھل کراؤں گا۔ ع

تم نہیں اور سہی اور نہیں اور سہی

اس نے کہا کہ آپ ہی لوگوں میں کوئی سرخاب کے پر تو نہیں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھ لیجیے گا کہ کیسے یگیہ سماپت کراتا ہوں۔ راجہ کے یہ پرجوش الفاظ بششٹ جی کے بیٹوں میں زہر کے تیر کا کام کر گئے۔ اور وہ سراپ دے بیٹھے کہ جاؤ چنڈال ہو جاؤ۔ سراپ دیکر منی کمار پھر تپسیا میں جٹ گئے۔ اُدھر راجہ ترسنکو نے چنڈال کی شکل اختیار کی اور اُن پر چھوت برسنے لگ گئی۔ سب وزیر و مشیر ساتھ چھوڑ گئے۔ اب راجہ کو بڑا ہی دکھ ہوا۔ سیدھے وشوامتر کے پاس پہونچے۔ وشوامتر جی تپسیا میں مشغول تھے۔ راجہ کو دیکھکر انھیں بہت افسوس ہوا۔ اور راجہ ترسنکو کو چنڈال روپ میں دیکھکر انھیں ترس آگیا۔ اور بڑے آدر بھاؤ سے راجہ کو اپنے پاس بٹھایا۔ راجہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور زبان سے یہ الفاظ نکلے۔ "مہاراج بششٹ جی نے میرا کھیل بگاڑ دیا ہے اور سب کیا دھرا اکارتھ۔ اور اُن کے بیٹوں نے تو اور بھی غضب ڈھایا کہ سراپ دیکر چنڈال بنا دیا۔ میں نے بہت عاجزی کی مگر غریب کی کون سنتا ہے۔ جب سب طرف سے مایوسی ہوئی تو تقدیر آپ کے چرنوں میں لے آئی۔ اب آپ کے سوا کوئی دستگیر نہیں۔ رشی جی! میں نے کوئی کم دان پُن نہیں کیا ہے۔ کبھی جھوٹ نہیں بولا جب بولا تب سچ۔ ہر وقت منہ میں سونا ڈالے رہا۔ میں جانتا ہی نہیں لغویات کسے کہتے ہیں۔ اس پر بششٹ جی اور اُن کے لڑکوں نے میری یہ گت بنا دی۔ اسلیے میں اب آپ کی پناہ میں آیا ہاں۔ اب صرف آپ ہی کا بھروسہ ہے۔ اگر میری قسمت میں چنڈال کی جون ہی لکھی ہوئی ہے اور سورگ جانا ہی نہیں لکھا ہے تو مجبوری ہے۔ اگر کچھ گنجائش ہے تو میرا یگیہ پورا کر دیجیے۔"

راجہ ترسنکو کی فریاد سنکر وشوامتر کی چونکہ پرانی دشمنی بھی بششٹ جی سے تھی وہ بھی تازہ ہوگئی۔ اور راجہ سے بولے گھبراؤ نہیں میں تمہارا طرفدار ہوں۔ اچھے سے اچھے رشی اور کامل سے کامل مہاتما تمہارے گھر آکر یگیہ میں شریک ہونگے میں اب میں سب باتوں کا ذمہ لیتا ہوں۔ مانا کہ بششٹ جی کے بیٹوں نے تمھیں چنڈال بنا دیا ہے مگر کچھ پرواہ نہیں ہے۔ میرا نام تب وشوامتر ہوگا کہ اس چنڈال شریر سے ہی تمھیں سورگ لوک میں پہونچا دوں۔ آپ اطمینان رکھئے اور اپنا یگیہ سماپت سمجھیے۔

راجہ سے یہ فرماکر وشوامتر نے اپنے بیٹوں سے کہا کہ مجھے راجہ ترسنکو کا یگیہ کرانا ہے جاؤ سب سامان ٹھیک کر دو۔ رشی، منی، تپسوی، جوگی جتنے سب کو میری طرف سے

بلانا۔ مگر وششٹ جی کو یہ معاملہ معلوم نہ ہونے پائے۔ ہمارے اور اُن کے بگاڑ سے فائدہ ہی کیا بیٹھے بٹھلائے سوتا ہوا فتنہ پھر جاگے۔ جو رشی لوگ راضی خوشی سے آئیں اُنکو عزت کے ساتھ لانا۔ جو بدی کریں، برا کہیں کہیں اُن کا نام گنوانا پھر دیکھا جائیگا۔

وشوامتر جی کے فرزند فرمان بردار تھے اسی وقت سب رشیوں، منیوں کو بلانے کیلئے دوڑ پڑے۔ راستے میں وششٹ جی کے فرزندوں کے آشرم میں بھی گذر ہوگیا۔ وہاں مہودی رشی بھی تپ کر رہے تھے۔ جونہی اُن سے یگیہ کا ذکر ہوا وششٹ جی کے فرزند جامہ سے باہر ہو گئے۔ جھلا کر بولے۔ وشوامتر کھتری ہے وہ کیا یگیہ کرا سکتا ہے۔ یہ کام برہمنوں کا ہے اور پھر چنڈال کے یگیہ میں کوئی برہمن جائے گا کیسے؟۔ اور اگر جائیگا تو کھائیگا کیسے؟۔ اب رہ گیا اکیلا وششٹ وشوامتر، وہ کیا راجہ ترسنکو کو عاقبت میں چراغ دکھائیگا۔

وشوامتر کے بیٹے ان باتوں کو خاموشی سُنکر اپنے استھان پر آئے اور سارا کچا چٹھا بتا وشوامتر سے بیان کیا۔ یہ بات سنکر وشوامتر کو بڑا غصہ آیا۔ اور کہا کہ راجہ ترسنکو کو خود سراپ دیں اور خود ہی چنڈال کہیں نہ تو اچھا اب نتیجہ بھی بھگتیں، جیسی کرنی ویسی بھرنی "کردنی خویش آمدنی پیش" لو میں اب سراپ دیتا ہوں کہ وششٹ جی کے سارے بیٹے موت کے منہ میں جائیں اور سات سو برس تک چنڈال کی جون میں بھاڑ بھگتیں۔ دانہ پانی کچھ نہ ملے۔ ہاں پیٹ پالنے کے لئے کچھ مل جائے تو کتے کا گوشت، باقی عیش و آرام ندارد اب رہ گئے مہودی رشی سو اُس نے بھی شرارت کی ہے۔ اور ناحق الزام لگایا ہے پس یہ بھی سوا ہاں اگلے جنم میں نکھاد ہو، جانیں ہلاک کرے۔ ظلم و ستم پیشہ ہو۔

وشوامتر کے چہرے پر اُسوقت غضب کا جلال برس رہا تھا۔ اگر کوئی سامنے ہوتا تو اُن جلالی آنکھوں کی شعلہ افشانی سے جلکر خاک ہو جاتا۔ زبان سے بددعا نکلتے ہی رشی وششٹ کے شتو بیٹے جسم عنصری چھوڑ گئے۔ مہودی رشی کا بھی چولا غائب۔

اب وشوامتر جی زبان دینے کو تو دے بیٹھے اب اُن کو خیال ہوا کہ میری تپسیا کا کیا حال ہے۔ اگر اسمیں کچھ کمی رہ گئی ہوگی تو مفت میں بات بھی جائے گی اور شرمندگی الگ اُٹھانا پڑیگی۔ وہ دھیان میں مگن ہو گئے اور روشن ضمیری کی طاقت سے کام لیا تو معلوم ہوگیا کہ دو لفظوں نے مہودی رشی کا ناش کر دیا۔ اور شتو کے شتو بیٹے نذر اجل ہو گئے۔ اب تو وشوامتر کا مزاج عرش پر تھا۔ سمجھے کہ محنت ٹھکانے لگی کیا دھر اسپھل ہوا رشیوں کی جان خطرے میں پڑ گئی سب ڈر گئے۔ سب رشی آسنوں پر آکر جم گئے۔ اور وید شاستروں کے اصولوں کی پابندی کے ساتھ یگیہ کرا کے وشوامتر کا ہاتھ بٹایا۔ یگیہ ختم ہونے پر وشوامتر نے دیوتاؤں کو آدہین

کرنا شروع کیا۔ مگر اُنھوں نے صاف کہہ دیا کہ چنڈال کے یگیہ کا بھاگ قبول نہیں ہو سکتا ہے۔ دیوتاؤں کے اس انکار سے بشوامتر کی آنکھوں سے خون اُتر آیا۔ اور راجہ ترسنکو کا دل ٹوٹ گیا۔ ؎

قسمت تو دیکھئے کہ کہاں ٹوٹی ہے کمند
دو چار ہاتھ جب کہ لبِ بام رہ گیا

راجہ کی مایوسی دیکھکر بشوامتر جی نے ڈھارس دی۔ کہ آپ گھبرائیں نہیں لیکن جس بات کیلئے چھاتی ٹھونک چکا ہوں وہ ہوگا اور ضرور ہوگا۔ بلا سے منتر کی طاقت اگر زائل ہوگئی تپسیا کے زور سے آپ کو سرگ میں پہونچا کر رہونگا۔

یہ کہکر بشوامتر جی نے سنکلپ پڑھنا شروع کر دیا۔ اور عمر بھر کے ثواب دان پن اور جپ تپ کے پھل راجہ ترسنکو کو دان کر دیئے۔ جونہی سنکلپ پڑھا گیا فوراً ہی راجہ ترسنکو سرگ لوک کو روانہ ہوگئے۔ اندر نے راجہ ترسنکو کو آتے دیکھکر کہا کہ چنڈال کا سرگ میں کیا کام۔ گرو اور گرو کے بیٹوں کی عدول حکمی اور نا فرمانی کرنیوالوں کا یہاں گزر کہاں۔ اُنھوں نے دھکا دیا۔ تو راجہ واویلا کرتا ہوا بشوامتر جی کی دوہائی کھینچی اوپر سے نیچے گرنے لگے۔ بشوامتر نے جب یہ حال دیکھا تو چہرہ تمتما گیا۔ غصہ سے آنکھیں لال ہوگئیں۔ جوشِ غضب میں آواز کہا۔

"راجہ بس وہیں رک جا۔ دیوتا لوگ اور اندر شرارت پر آمادہ ہیں۔ سرگ میں رہنے دینا منظور نہیں تو کیا، میں ابھی ابھی دوسرا سرگ بناکر آپ ہی کو وہاں کا راجہ بنائے دیتا ہوں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور سرگ بن گیا اور راجہ کو وہاں اندر کی پدوی مل گئی۔ دیوتاؤں نے جب یہ کرشمہ دیکھا تو سب کے ہوش اُڑ گئے۔ حواس جاتے رہے۔ کہ جب دوسرا سرگ لوک بن گیا تو تو بشوامتر دیوتا بھی ضرور پیدا کریں گے۔ اور پھر یگیہ کا بھاگ ملنے میں بادھا ہوگی۔ اسلئے سب ملکر برہماجی کو لیکر بشوامتر کے پاس آئے اور منت و سماجت کی۔ اور کہا کہ غصہ کیوں کرتے ہو، آپ کا پرن تو پورا ہو چکا۔ راجہ ترسنکو چنڈال کے جسم سے سورگ میں ہو آئے آپ نے کب کہا تھا کہ سرگ لوک میں رہا کریں۔ بس اب جوش غضب بیکار ہے آپکی بات رہ چکی۔

بشوامتر نے کہا کہ اگر میرا بنایا ہوا سُرگ قائم رہے۔ میرے بنائے ہوئے نچھتر ستارے قائم دنیا تک صحیح سلامت رہیں اور سب نچھتر راجہ ترسنکو کی پرکرما کریں۔ اسکے علاوہ اگر بعد عالم ایجاد تباہ و برباد ہو جائیں اور پھر دوبارہ انتظام آفرینش ہو تو راجہ ترسنکو ہی راجہ اندر ہوں تو میں آپ کا کہا مانوں۔ ورنہ ساری سرشٹی پیدا کرکے چھوڑوں گا۔ دیوتاؤں نے یہ شرط

سنلوری کی بشوامترجی نے یگیہ موقوف کر دیا۔ اور راجہ ترسنکو بشوامتر کے بنائے ہوئے سُرگ میں آنند سے رہنے لگا۔

بھگوان کے پریمی کا بھگوان سے شکوہ

اے رام تو نے ہمکو در در رُلا کے مارا
گھر سے کیا تو بے گھر بن میں بلا کے مارا
ساماں نہ رہ سکے ہم سب چھین ہی لئے تھے
پھر بھی ترس نہ آیا غم دے دلا کے مارا
اے رام ....

بن کر فقیر ہم نے در در کا خاک چھانی
اس خاک میں ہی ہمکو آخر ملا کے مارا
اے رام ....

کیا دوش ہے کسی کا اپنے کرم ہیں کھوٹے
گھر کے چراغ ہی نے گھر کو جلا کے مارا
اے رام ....

چاروں طرف سے اک دم گھیرا مصیبتوں نے
قسمت کے چکروں نے گردش میں لا کے مارا
اے رام ....

ساری وید انتوں کو ظالم نے ویراں کر دی
بے درد سارے کُل کو کیا بِس پلا کے مارا

بھگوان اپنی مایا کو کیوں ایسا رچایا ہے ایسا رچایا کہ ہر ایک کو پھنسایا ہے
اور ایسا پھنسایا کہ کوئی ہلنے نہ پایا ہے بدلا ہے اگر وہ تو چکر میں آیا ہے
چکر میں آ کے اُس نے بھگتی کو پایا ہے مکتی کو پا کے اپنے کو بھگوان سے ملایا ہے
بھگوان سے ملا اپنے کو پھر پاؤں پہ گرایا ہے
اور پھر ایسا گرا ہے کہ پھر اُٹھنے نہ پایا ہے

شری رامچندرجی کی بن باس کی تیاری وقت

ماتا کوسلیا کو نصیحت

شری رامچندر جی نے اتنی گیان کی باتیں کہیں کہ آخر ماتا کوسلیا ہار کر بیٹھی - کہ بیٹا اب جاؤ - اُس وقت لچھمن پاس کھڑے ساری باتیں سُن رہے تھے - اُن سے نہ رہا گیا - وہ تیور بدل کر بولے کہ میں سمجھا ہی نہیں کہ معاملہ کیا ہے - جب مہاراج کو راج دینے کا اختیار نہیں تو بن میں کس منہ سے بھیجتے ہیں - بھائی صاحب بے ادبی معاف گئو بنے سے کام نہیں چلتا - شمشیر لیجئے اور پتاجی سے کہئے بڑھاپا ہے کسی گوشہ میں بیٹھکر بھگوان کی یاد کریں - تاج و تخت سے اُنھیں سروکار ہی کیا - کچھ دم داعیہ ہو تو میں موجود ہوں آپ الگ طرف سیر دیکھا کریں -

شری رامچندر جی نے کہا کہ تم ایسے عقلمند اور پھر طبیعت ایسی بے قابو - ذرا دھرم ادھرم میں تمیز تو کرو - تمھیں صرف یہی صدمہ ہے کہ اتنی دھوم دھام ہوئی، دنیا بھر میں ڈھنڈورے پٹے اور عین وقت پر رنگ میں بھنگ ہو گیا - پری تھالی سامنے سے اُٹھ گئی - یہ خیال بالکل فضول ہے - جو کچھ ساز و سامان تھا وہ راج تلک کے لئے نہیں بلکہ بن باس کیلئے سمجھو - مجھے راج ملے اور ماتا کیکئی کو دُکھ ہو - یہ مجھے گوارا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں - ذرا سے شکھ کیلئے ماتا کو رنجیدہ کردوں - یہ مہا پاپ ہے - ماتا کوشلیا کو رنج ہے یہ بھی واہیات، چودہ برس صبر و استقلال کے سامنے چودہ دن سے بھی کم ہیں - ذرا سی بات کیلئے ماتا کیکئی کا دل دکھا کر میں اپنی سعادتمندی میں بٹہ لگاؤں؟ یہ کبھی مجھ سے گوارا نہ ہوگا - تمہارا یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ پتاجی ہوائے نفسانی کے مطیع ہو کر ماتا کیکئی کی خاطر داشت کرتے مجھے بن کی ہوا کھلاتے ہیں نہیں نہیں، یہ تمہارا بچپن ہے - پتاجی نے کبھی بھی دھرم کی راہ سے قدم نہیں ہٹایا - جو کہہ دیا وہی کیا کبھی بات میں فرق نہ آنے دیا - اُن کو صرف لحاظ ہے تو دھرم کا اور دل میں کانپ رہے ہیں کہ دھرم میں بادھا نہ لگے - مانا کہ اسوقت اُن کو خواہشات نفسانی نے زنجیر میں جکڑ دیا ہے مگر سوچو بردان دیتے وقت تو وہ آزاد تھے - اگر اعتراض ہو کہ ماتا کیکئی کو اسی وقت وعدہ وفائی پر زور دینا لازم تھا اور اسی وقت عہد پیمانی کرا لیتیں تو یہ بات بھی کچھ قابل گرفت نہیں ہے - بے وقت کوئی بات نہیں ہوتی - ہر بات اپنے وقت پر ہوتی ہے - اُن کے بردان ملنے کا وقت یہی سمجھو، میں تو چاہے کچھ ہو جائے ماتا کیکئی کی بات رکھوں گا - بھرت کو راج ملا تو گیا اور مجھے

ملتا تو کیا، بات ایک ہی ہے۔ گھی کہاں گرا کھچڑی میں۔ پیارے لکشمن جب تک میں یہاں ہوں ماتا کیکئی کو چین نہیں۔ مرگ چھالا اوڑھکر اگر چلا جاؤں گا تو اُن کے کلیجے کی آگ بجھ جائیگی بس مجھے جانے دو۔ ماتا کیکئی بڑے دکھ میں ہیں۔ انکی تکلیف مٹانا ہی میرا دھرم ہے۔ بھائی لکشمن کسی کا دوش نہیں۔ جو کچھ ہے سرنوشت کے مطابق، نوشتۂ تقدیر میں رد و بدل کی گنجائش نہیں۔ پتاجی راج دینے تھے قسمت نے ریٹھ ماری کیکئی ایسی ماتا کی طبیعت بدل گئی۔ کہاں تو برت اُپاسنا اور پوجا پاٹھ اور کہاں پھر کا دیوکی شرارت اور خواہشات نفسانی کا غلبہ، اس کو کس کا قصور سمجھیں۔ صرف مقدر نے یہ دن دکھایا کہ انسان کا کسی بات میں کچھ اعتبار نہیں ہے

نادرچہ خسپ لیم فلک درچہ خیال
میرے من کچھ اور ہے، کرتار کے من کچھ اور

اس جگہ لکشمن جی پھر غضب سے بولے۔ آپ تقدیر و مقدر کا الفاظ کہہ مجھے بچوں کی طرح بہلاتے ہیں۔ میں خوب تقدیر و مقدر کا مسئلہ جانتا ہوں، قسمت آپ سے ہے یا آپ قسمت سے، تقدیر کو جھونکئے بھاڑ میں مقدر کو لگائیے آگ۔ اگر آپ آمادہ ہیں تو خط تقدیر و سرنوشت کا ایک ایک حرف بدل دوں۔ کاتب قدرت کی مجال ہے کہ حرف نفی زبان سے نکالے۔

رامچندر نے کہا تمہاری انھیں بھولی بھولی باتوں پر مجھے ہنسی آتی ہے۔ ابھی تک بچپن کے خیالات موجود ہیں۔ پیارے سوچو کاتب قدرت کون ہے؟ اور نوشتۂ قسمت کیا ہے اب تمہاری خفگی کیسی، میں کہتا ہوں کہ کبھی بدی یوں ہی تھی، تم میرا کہنا مانو، چلو فیصلہ ہی جتنا غصہ کرتے ہو اتنا ہی اور میری سرنوشت پر اعتبار کر لو۔ تو میں بتائے دیتا ہوں کہ شدنی کو اٹل جانو۔ ہونہار نہ میرے روکے رُک سکتی ہے اور نہ تمہارے غصہ سے۔ ضد نہ کرو۔ میرا اب چلنا ہی مناسب ہے۔ تمھیں راج جانے کا رنج؟ تعجب ہے، جانتے ہو راج کی جان پر کیا کیا مصیبتیں آتی ہیں۔ تپ سے راج اور راج سے نرک۔
یا تو پتاجی راج دے رہے تھے یا ماتا کیکئی چودہ برس بنباس بھجوا رہی ہیں۔ ہونی پربل ہے کسی کا بس نہیں۔

۵

یہ سنتے ہی گر پڑی کوشلیا کہے ہائے
بوڑھی آنکھوں کے تلے گیا اندھیرا چھائے

یہ روک نہیں لیتیں میّا تو اور انرتھ دھیان ہوتا
انتھ کیکئی کے یہاں ہوا، آنی کوشلیا سے یہاں ہوتا
لیکن روکا تھا دشرتھ کو جس طرح ستیہ کی بھگتی نے
رکھا تیوں ہی کوشلیا کو اس سمے دھرم کی شکتی نے
ٹھہر پر کچھ دھکا لگا - دیں پھر آنکھیں کھول
دھیمی سی آواز میں ، لگیں بولنے بول
ہے بدھنا یہ کیا چکر رچا یہ سمے کا پرورتن کیسا
راجیابھیشک ہوتے ہوتے چودہ برسوں کا بن کیسا
تو پوچھتا ہے - مجھ سے بیٹا میں بن جاؤں یا یہاں رہوں
میں پوچھتی ہوں تجھ سے بیٹا میں جیتی رہوں یا پران تجوں
پھر کچھ چکر آگیا اور مند ہے کچھ نین
کچھ چھن کے اپرانت پھر سنبھلیں بولیں بین
جب رام پتا کے پاس گئے تھے تب انکی بُری اوستھا تھی
اب ماں کے ملنے آئے تو انکی بھی وہی درد شا تھی
آخر کچھ تھوڑے گھبرا کر سیتا سے بول اٹھے دھاؤ
دیکھو میں پنکھا جھلتا ہوں تم تلوے ماتا کے سہلاؤ
پنکھا جب جھلنے لگا ماں کا پیارا لال
تلوے سہلانے لگی پتر بدھو تتکال

شری رامچندر نے ماتا کوشلیا کو کیا کہا ہے

رامچندر جی:- شری پتا نے تو کچھ کہا نہیں، انکی تو فقط پڑ تگیا ہے
اس بن جانے میں کیکئی ماتا ہی کی تو آگیا ہے

ماتا جی:- ایسا ہے تو مجبور ہوں میں، یہ بولیں کوشلیا ماتا
کیا بڑی اور چھوٹی منجھلی، ہیں سب سمان ماتا ماتا
اچھا جاؤ اے میرے لال، اب بن ہی تجھے اجودھیا ہو
آشیرباد ہے ماتا کا ، دن پر دن دونا ترتبا ہو
تکلیفوں کو جو سہتے ہیں ، آرام بھی وہی پاتے ہیں
سُکھ دکھ جو سمان جانیں، بس یوگی وہ کہلاتے ہیں

دھرم وان جو لوگ ہیں ، منتر ہے اُن کا ایک
تن جائے تو جائے پر جائے نہ اپنی ٹیک

اس طرح اُپدیش دیکر بار ہا ۔ پھر ماتا کہنے لگی سنو مرے راجکمار
ماتا پھر کہنے لگی ، ہوگا نہی انکول ۔ لیکن چلنا پڑے گا راجہ کے پرتکول

ایک جگہ رامائن میں ماتا کوشلیا شری رامچندر جی کو کچھ اُپدیش کرتی ہیں

بیٹے شری رامچندر جی! تم کوئی ایسے ویسے نہیں ۔ راجہ دشرتھ ایسے چکرورتی راجہ کے ولیعہد ہو ۔ میں کوئی گئی گذری نہیں تمہاری ماں ہوں ۔ اور مہاراجہ کی پٹ رانیوں میں سب سے افضل ہوں ۔ پھر مجھے یہ دکھ کیسا ؟ تمہارے ہوتے ہوئے میری جان کو یہ کوفت ، ہائے تم نے تو کبھی ردیاں بھی نہ دکھایا تھا ۔ آج کیسے کلیجہ تڑپانے پر اُتارو ہو رہے ہو ۔ مہاراجہ دشرتھ نے کبھی جو دُکھ نہیں دیا وہ میں آج تمہاری ذات سے اُٹھا رہی ہوں ۔ تم ذرا اکڑ کے بیٹھ جاؤ ، تو کچھ بھی نہ ہو ۔ مگر نہ جانے تمکو کیا خیال ہے جو خود ہی بن باس قبول کئے لیتے ہو ۔ اسکا کیا علاج ۔ ہائے چودہ برس کا زمانہ اور جنگل کی تکلیفیں ، جب ذرا بھی خیال آتا ہے تو روح لرز جاتی ہے جس کو ہمیشہ عیش و عشرت سے سامنا رہا جسکی خدمت کیلئے ہزاروں نوکر چاکر خدمتگار دن رات حاضر رہتے ہیں جسکو عمدہ عمدہ کھانے غذائے روح تھے ۔ آہ وہی جنگلوں میں اکیلا ٹھوکر کھائے اور جنگلی پھلوں سے پیٹ کی آگ بجھانے کو تیار ہے ۔ پیارے رام! ذرا سوچو یہ زمانہ تم سے کیسے بسر ہوگا ۔ جنگلی پھلوں سے زندگی کونسی صورت ہے ۔ میں نے سمجھ لیا کہ تقدیر کا لکھا یہی ہے ۔ برہما کے اکھشر مٹانے سے نہیں مٹتے پرالبدھ جو چاہے سو کرے ۔ اس سے کسی کا کیا بس چلتا ہے ۔ اگر پرالبدھ ہی ایسی نہ ہوتی تو بھلا کب ممکن تھا کہ مہاراجہ دسرتھ ایسے دھرماتما ہو کر تم ایسے فخر خاندان بیٹے کے لئے صحرا نوردی روا رکھتے ۔ میں لاکھ دل کو سمجھاتی ہوں مگر یہ کمبخت نہیں سمجھتا ۔ مایا آ آکر پھر کلیجے کے زخم کو ناخن سے چھیڑ دیتی ہے اور دل کو بھی چین نہیں لینے دیتی ۔ ذرا سوچو تو سہی دل کو کیسے ڈھارس ہو ۔ چودہ برس کس نے دیکھے ہیں ۔ کسی کو ایک دم کا بھروسہ نہیں ۔ زندگی پانی کا بلبلہ ہے اسکا کیا ٹھکانا میں جانتی ہوں کہ تمہارا بن باس میری جان ہی لیکر رہے گا ۔ رنج و غم کی آگ گوشت و پوست کو جلا کے رہیگی ۔ پیارے رام! میں نے تمہارے لئے چولہے کو چولہا نہیں سمجھا خود تکلیف کیسے نہ اُٹھا سکے وہ تکلیف میں نے تمہاری اُمید پر برداشت کی ۔ برت اُپاس سے جسم میں صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں رہ گئی ہیں ۔ بدن سوکھ کر کانٹا سا ہو گیا ۔ اب انہوں نے مصیبت کے دن دکھا دیئے

تھے، خوشی کے دن دوڑتے ہوئے چلے آرہے تھے کہ رنگ میں بھنگ ہو گیا۔ اس سے بہتر تو بیٹا وہی دن اچھے تھے جب تمھیں گود سے اُترنے کی مہارت نہ تھی۔ تم نے لاکھوں دفعہ گائے کو جاتے دیکھا ہوگا۔ گائے آگے آگے ہوتی ہے اور پیچھے پیچھے بچھڑا، جہاں بچھڑا ذرا بھی بچھڑ گیا گائے مُڑ مُڑ کر دیکھنے لگتی ہے اور وہیں ٹھٹھک کر اپنی آواز سے دل کی بے چینی ظاہر کرنے لگتی ہے۔ بس بیٹے میرا بھی یہی حال ہے۔ میں تمھیں اپنے کلیجہ سے جدا کر کے ایک منٹ بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔ خیریت چاہتے ہو تو مجھے ساتھ لیتے چلو آئندہ تمھیں اختیار ہے۔

ماتا کے درد دل کی کہانی ختم ہونے ہونیوالی چیز نہ تھی، شری رام چندر جی نے شائستہ عنوان سے بات ختم کرنا چاہی اور اپنی دکھیا ماتا سے یوں فرمانے لگے:۔

اے میری مادرِ مہربان آپکے دُکھ اور محبت کے تاثرات سے میرا دل لبریز ہے لیکن اس دنیاوی محبت کے قطع نظر آپ ذرا سنجیدہ ہو کر غور کریں تو آپ کو گیان ہوگا کہ میری پیدائش کا صحیح اصل مقصد دنیاوی محبت کے بکھیڑے یا ایودھیا پوری کی حکومت کیلئے نہیں ہے۔ بلکہ اسکی غایت کچھ اور ہی ہے۔ اگر میں بنباس کیلئے نہ جاؤں تو میرے جنم لینے کا نتیجہ ہی کیا۔ اے مادر مہربان سنجیدگی سے کام لیجئے اور ان خیالات کو دل سے نکال دیجئے اور اپنی زبان مبارک سے سفر کی اجازت مرحمت فرمائیے۔

اسکے بعد شری رام چندر جی نے اپنی ماتا کے قلب پر اُن رازہائے سربستہ کا انکشاف کیا جس لئے اُنھیں اس سنسار میں جنم لینا پڑا۔ ماتا کوشلیا کی آنکھوں پر سے مجاز کے پردے ہٹ گئے۔ آنکھیں کُھلتے ہی وہ ظاہری بیقراریاں محو ہو گئیں۔ دل کی کلی کھل گئی۔ اپنی قسمت نازاں ہوئیں کہ میرے بطن سے مالکِ کُل اور خلّاق عالم نے خلقت کا جامہ زیب تن کیا اور اُس نے اپنے سانورے روپ میں میری آنکھوں کو نورِ حقیقت کی تجلیوں سے منور کر دیا۔

ماتا کوشلیا نے شری رامچندر جی کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا، اور شری رامچندر جی نے اپنی ماتا کے قدم چھوئے اور رخصت کی اجازت پاکر وہاں سے چل پڑے۔

نکھماد

پدم پرانوں میں ذکر آیا ہے کہ پچھلے جنم میں نکھاد نہایت ہی رذیل باونا تھا۔ ایک روز بھوک سے پریشان ہو کر شہر سے دُور جا کر نکل گیا اور رات ہوگئی لیکن کہیں سے اُسکو روٹی کا ٹکڑا نہ ملا۔ رہنے کا بھی کہیں سوبیتا نہ تھا۔ اسلئے بیل کے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ کہ کسی طرح رات بسر ہو جائے۔ اور جانوران صحرائی سے جان بچے۔ درخت پر خالی بیٹھا نہ گیا اور بیل کی پتیاں توڑ توڑ کر نیچے پھینکنا شروع

کردیں۔ اُس درخت کے نیچے مہادیوجی تشریف فرما تھے۔۔۔ بہت خوش ہوئے اور بردان دیاکہ او بیل پتر چڑھانے والے۔ تو راجہ ہو اور تو بھی سوم کا زماس کی طرح ہمارا بیٹا ہے۔ تونے مجھے خوش کیا ہے تجھے شری رامچندرجی کے درشنوں سے خوشی حاصل ہوگی۔

جس وقت شری رامچندرجی ماتا کوشلیا سے رخصت ہوکر سیتا مہارانی کے محل میں ملنے آتے ہیں۔

اسوقت سیتا مہارانی کہتی ہیں پران ناتھ۔ راج تلک میں کیا دیری ہے۔ پکھ مجھتر گزر رہا ہے۔ ابھی تک چتر شاہی سر پر نہیں ہے۔ بھاٹوں کے کڑکے اتباک سنائی نہیں دیتے۔ سرخ چندن کا تلک نظر نہیں آتا۔ وہی معمولی دھوکا ٹکا زیب جبیں ہے۔ نہ بدن پر پوشاک شاہی ہے نہ سر پر تاج جہانبانی ہے۔ نہ رتھ کی گڑگڑاہٹ سنائی دی، نہ گھوڑے ہنہنائے بات کیا ہے۔ خیر تو ہے، چہرے پر اداسی کیسی؟

شری رامچندرجی نے کہا راج ہوگیا۔ اب بدھائی بجاؤ۔ مجھے جنگلوں کی حکومت ملی اور بھرت جی کو اجودھیا کی۔ تم بڑی خوش نصیب ہو تمہارے خاندان کی عظمت کا کیا کہنا۔ دیکھو مجھے کیا شرف حاصل ہونے والا ہے۔ میں بھی کچھ کم خوش نصیب نہیں۔ تمھیں حیرت ہوگی کہ یہ جنگل کا راج کیسا؟ مگر جب تہ تک پہونچوگی تو پھولی نہ سماؤگی۔ پتاجی کو جانتی ہی ہو کہ کیسے ستیہ وادی ہیں۔ آج اُن کے ست نباہنے کا مجھے افتخار حاصل ہوا ہے۔

جانکی جی نے رو کر کہا کہ سوامی جی میری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آیا۔ کہ آپ کیا کہہ گئے ہیں۔

شری رامچندرجی نے کہا کہ ایک دفعہ ماتا کیکئی سے پتاجی دو قول ہارے تھے۔ ایک میں کیکئی نے بھرت کا راج اور دوسرے میں میرے لئے چودہ برس بن باس۔

جوں ہی یہ الفاظ جانکی جی نے سُنے بیہوش ہوکر گرگئیں۔ اس خبر سے محل کی ساری رانیاں جمع ہوگئیں۔ اور بڑی کوششوں کے بعد جب سیتاجی کو ہوش آیا تو شری رامچندرجی نے سیتاجی کو نصیحت کرتے ہیں کہ "میں بھرت جی کو راج دیکر بن کو روانہ ہوتا ہوں۔ بھرت جی تمہاری دلجوئی کریں گے۔ تمھیں بھی لازم ہے کہ انھیں کی نظریں چلتی رہنا۔ اُنکی مرضی کے خلاف کبھی کوئی کام نہ کرنا خیال رکھو۔ کیونکہ صاحب دولت اور صاحب اختیار عاجزی اور رضاجوئی ہی سے خوش رہتے ہیں۔ تم بھرت جی کو سرتاج سمجھا کرنا اور کبھی بھول کر بھی میری تعریف کے الفاظ زبان سے نہ نکالنا۔ اگر کوئی میرا ذکر کرے تو تم بھرت ہی کو سراہنا۔ یہ نہ خیال کرنا کہ وہ مجھ سے یا تم سے چھوٹے ہیں۔ ایسے موقع پر خوردی کا مرتبہ بھی بزرگی سے زیادہ

سمجھا جاتا ہے۔ اب تو میں پابہ رکاب ہوں۔ بہتر ہے کہ تم بھی زیور وغیرہ اُتار کر رکھ چھوڑو جسمیں بھرت جی سمجھے رہیں کہ تمھیں اُنکی قدر و منزلت کا کتنا بڑا خیال ہے۔ آج سے تمہارا کیا فرض ہونا چاہیئے گوش ہوش سے سُن لو۔ تاکہ کسی کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملے۔

ہر ایک سے پہلے جاگنا۔ اُٹھنا، ہاتھ منھ دھونا نہانا اور پوجا پاٹ کرنا۔ جب وقت پتاجی بیدار ہوں اُن کے قدم چھونا۔ ماتا کوشلیا کے دل سے میری جدائی کا خیال بھلائے رکھنا بڑھاپے میں اُنکی اچھی طرح خدمتگزاری کرنا۔ ماتا کیکئی درستمترا جی کو بھی اُسی طرح سمجھنا جس طرح ماتا کوشلیا کو۔ جس طرح میں اپنے بھائیوں کو جان سے زیادہ عزیز سمجھتا ہوں اسیطرح اُن کا لحاظ و ادب تم بھی کرنا اُنکی ہر بات سر آنکھوں پر لینا۔

یہ سب باتیں ماتا سیتاجی خاموشی سے سنتی رہیں۔ پھر کچھ سوچ کر مہارانی سیتا کو کچھ ہنسی آئی اور کچھ تعجب ہوا۔ کچھ رنج۔ انھیں تینوں جذبات کے زیر اثر اُنھوں نے شری رامچندر جی سے فرمایا:۔

جو واقفِ اسرار ہوں، تمام رازوں سے خبردار ہوں، وہ ایسی باتیں کریں کریں سخت استعجاب ہے۔ سمجھ لیجئے ماتا ہو یا پتا، بھائی ہو یا بیٹا۔ رشتہ دار ہو یا عزیز، سب کو ایک دوسرے پر بھروسہ ہوتا ہے۔ مگر میں ہی ایک ایسی بدنصیب ہوں کہ جسکی زندگی آپ ہی کی نظر عنایت پر منحصر ہے۔ آپ کے بغیر میں نیم جان رہونگی۔ کچھ مضائقہ نہیں آپ شوق سے جائیے۔ مگر آپ اپنے آدھے انگ کو یہاں چھوڑ دیں تو فرمایئے آپ کو مجھ سے کیا فائدہ ہوگا۔ مگر اردھنگی کو یوں چھوڑنا سمجھ لیجئے کس قانون محبت کی رو سے جائز ہے۔ آپ خیال کرتے ہونگے کہ عورتیں قدرتاً کمزور و نازک ہوتی ہیں۔ اور وہ سفر کی صعوبتیں برداشت نہیں کر سکیں گی۔ لیکن یہ آپ کا خیال ہی خیال ہے خاوند کی رفاقت میں ہر سختی برداشت کرنے کیلئے عورت کا دل پتھر کی مانند سخت ہوجاتا ہے بلکہ عورت کا دل اپنے پتی کی محبت میں پہاڑ سے بھی ٹکر لیتا ہے۔

پران ناتھ! آپ لاکھ ٹالے ٹالے بتائیں۔ نقرے بتائیں مگر سمجھ لیجئے کہ یہاں تو ٹھن چکی ہے کہ آپ کے قدم ہونگے اور میرا سر۔ آپ زیادہ فہمائش و نصیحت نہ کیجئے۔ ایسی نصیحتیں میرے ناخنوں پر لکھی ہوئی ہیں۔ جب کھیل کود کے دن تھے تب ہی سے سنتی چلی آرہی ہوں کہ عورت کا دھرم کیا ہے۔ عورت کیلئے خاوند کی خدمت کسقدر لازمی ہے۔ مجھے ماتا پتا نے ہمیشہ یہی نصیحت کی ہے کہ لوک پرلوک جو کچھ بنتا ہے وہ خاوند کی خدمت سے، کچھ ہو جائے لیکن کبھی شوہر کی خدمت سے پہلوتہی نہ کرنا۔ مجھے بھی اپنے ماتا پتا کے حکم کا اتنا ہی پاس و لحاظ ہے جتنا آپ کو۔ پھر یہ کیا کہ آپ تو اپنے ماں باپ کے حکم کی تعمیل کریں اور مجھے اُنکے قول کی

پابندی سے باز رکھیں ۔ یہ تو محض ہٹ دھرمی ہے ۔ آپ کو

ہرچہ خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند

کا خیال ضرور ہونا چاہیئے ۔ اگر آپ مجھے ساتھ نہ لے گئے تو اُلٹے بیٹے کے دینے پڑ جائینگے یہ شریر تو آپکی آنکھوں تک قائم ہے ۔ آپ نے ذرا منہ پھیرا اور یہ شریر چھوٹا ۔

سیتا مہارانی نے کہا کہ شاستر بتاتا ہے کہ عورت اور خاوند کا تعلق ایک ہی جنم تک نہیں رہتا ۔ بلکہ بہت جنموں تک یہ گہرے تعلق قائم رہتے ہیں ۔

مہارانی سیتا بولتی جاتی تھیں اور ان کا جوش غیر معمولی طور پر بڑھتا جاتا تھا ۔ جسم کی تھراہٹ سے سر کے بال چہرے پر بکھر گئے تھے ۔ چہرے پر عزم و استقلال کا جلال برس رہا تھا ۔ اور سلسلہ کلام جاری تھا آپ نے ایکبار پھر جوش میں آکر شری رامچندر جی کو مخاطب کیا اور بولیں کہ " بس دیکھ لی آپ کی محبت ۔ آج معلوم ہوا کہ یہ ظاہری جوش اُلفت خالی لفافہ ہی تھی ۔ ہائے میں تو لوک لاج میں مری جاتی ہوں ۔ اور آپ کچھ خیال نہیں کرتے جو وقت یہ خبر میکے پہونچیگی کہ سیتا نے رام کا ساتھ نہیں دیا تو میرے ماتا پتا کیا کہیں گے ۔ اور ہماری دنیا میں بدنامی پھیل جائیگی کہ واہ ۔ شری رامچندر جی اپنی استری کا بھی نباہ نہ کر سکے ۔ تمام دنیا میں شور ہو جائیگا کہ سیتا اور رام کی محبت کے چرچے ڈھول کا پول تھے ۔ سچ پریتاب نمائشی ہی تھا ۔ اونچی دوکان پھیکا پکوان اسی کو کہتے ہیں ۔ بھلا فرمایئے تو سہی مجھے ساتھ لے جانے میں آپکو کونسا ہلوا کاٹ کھائیگا ۔

سیتا مہارانی نے ایک نظیر سُنائی کہ راجہ ستیہ وان کا حال آپکو معلوم ہوگا ۔ انھوں نے اپنی رانی کا ساتھ نہیں چھوڑا تھا ۔ حالانکہ راجہ دیہہ چھوڑ گئے ۔ مگر رانی کے پتی ورت دھرم سے راج کاج کچھ اور کا اور ہوگیا ۔ نمرتی ہی ہوگئی ۔ میں بھی پتی پرمادوں کے قدموں کی خاک ہوں ۔ شاستری لوگوں نے تو پتی ورتا استری اور کنواری لڑکی کو برابر کیا ہے ۔ پس اگر میں پتی ورتا ہوں تو کنواری رہی ۔ کنواری کے واسطے کوئی خاوند چاہیئے ۔ پس بتایئے کہ آپ تو مجھے چھوڑتے ہیں تو کیا کوئی اور بندوبست کیا ہے ۔ سچ سچ کہئے گا کیا نیت ہے ؟ ۔ ایسی دوسری بات یعنی بھرت جی کی اطاعت سو یہ جان کے ساتھ ہے ۔ مگر خیال کیجئے کہ جبتک اولاد دولاد نہ ہو تب تک خاوند کو کب لازم ہے کہ عورت سے کنارہ کشی اختیار کرے آپ تپسیا کے لئے آمادہ ہیں ۔ یہ عزم آپ کو مبارک ہو مگر مجھے کوئی شاستر تو دکھایئے جس میں عورت کے بغیر تپسیا کرنے کی ہدایت ہو ۔ جس غرض سے آپ جنگل کی ہوا کھانا منظور کرتے ہیں وہ میرے بغیر پوری ہی نہیں ہوسکتی یعنی جب میں نہ ہونگی تو نہ سیتا ہرن ہوگا نہ راون مارا جائیگا)

بن باس کا اصل اصول بھی یہی ہے کہ میں بھی ساتھ جاؤں ورنہ آپ کا جانا بیکار ہے۔ سوامی جی میرے لئے وہی سورگ ہے جہاں آپ ہیں۔ اور آپ کے بغیر سورگ بھی نرک سے بدتر ہے۔ مجھے بھرت اور کیکئی سے واسطہ کیا۔ میری زندگی تو اسی وقت تک ہے جبتک آپکے قدم آنکھوں کے سامنے ہوں۔ ذرا آنکھ سے اوٹ ہو کر آزمائش کر لیجئے کہ روح قالب سے نکل جاتی ہے یا نہیں جب ایک لمحہ آپکے بغیر نہیں کٹ سکتا تو چودہ برس کا ایشور ہی مالک ہے۔ اگر آپ میری زندگی چاہتے ہیں تو مجھے بھی ساتھ لیجئے ورنہ میری زندگی سے ہاتھ دھو بیٹھیے۔

یہ کہکر سیتاجی شری رامچندر جی سے چمٹ گئیں اور غش آگیا اور زمین پر گر پڑیں۔ شری رامچندر جی نے انھیں سینہ سے لگایا اور تیاری کا حکم دیا۔

لکشمن جی کو ماتا سومترا کی نصیحت

تم میرے لائق بیٹے ہو، تم مانو میرے بچنوں کو
سیوا کیلئے ساتھ بن کے تیار ہو چودہ برسوں کو

کہے سومترا ماتا نے اس پرکار جب بین بھرے پریم آنسوؤں سے لکھن لال کے نین

دیکھو ایک وہ ماں ہے جو اپنے بیٹے کو راج دلاتی ہے
اور سوتیلے لڑکے کے لئے لڑ کر کے بن باس کراتی ہے
اور ایک یہ بھی ماتا ہے، اس ماتا کی بھی چھاتی ہے
جو سوتیلے کی سیوا میں، اپنے لڑکے کو بھینٹ چڑھاتی ہے

لچھمن جی کہتے ہیں

تم نے ماں اپنی سمجھے، من کی میرے بات کہی
جو میں کہلانے آیا تھا، وہ سو تم ہی تم نے مات کہی

ماتا سومترا بول اُٹھی جاؤ میرے لال ماں کا آشیرباد ہے ہووے نہ بیکا بال

کچھ بال بھی بیکا ہووے تو ہووے بھائی کی سیوا میں
پر پرانوں کا بلی دان تو ہووے رگھورائی کی سیوا میں
دیکھنا جو میرے لال ہو تم، تو دھرم پہ سدا اڑے رہنا
اپنے کرتویہ کی منزل میں، اتساہ کے ساتھ کھڑے رہنا

کرتویہ کے پتھ سے ڈگے تو داغ لگاؤ گے دودھ پہ تم سنا یہ بیں نہ ذرا ہو دکھی جب ترت بکڑ نہ پاؤ گے
جاؤ خوشی رگھو رائی کو، جو منگل کے داتا ہیں

بیٹا اب وہی تمہارے ، پتا وہی اور ماتا ہیں
یہ کہکر آنسر ماں دے ، سر پر پھیرا ہاتھ ہو پرسن لکشمن تبھی چلنے کو ہوا تیار

ساتھ جانے کیلئے لکشمن جی کی بیقراری

سُنی غریب نواز نے کونے کی آواز بلک بلک کر لکشمن کے رونے کی آواز
بڑھ کے آگے آئے تبھی دینا ناتھ دیال بولے "ہیں ہیں لکشمن بھیّا کیوں ہے ایسا حال

بھائی میں خون ہے بھائی کا رُک سکتا اُسکا جوش نہیں
یہ زبان ہے اُس بلبل کی طرح جو رہ سکتی ہو خاموش نہیں

جس وقت شری رامچندر جی نے سیتا مہارانی کو بن باس کیلئے تیار ہونیکی آگیا دی تو لچھمن جی یہ ساری باتیں ایک کونے میں کھڑے سُن رہے تھے ۔ وہ جھپٹ کر شری رامچندر جی کے سامنے آئے اور اُنکے قدموں پر گر پڑے اور سیتا جی کی دوہائی دے کر بولے آپ مجھے اکیلے کہاں چھوڑے جاتے ہیں ۔ لچھمن جیتے جی قدم نہیں چھوڑے گا ۔ آپکی خدمت جان کرے گی اور حفاظت تیر و کمان ۔ میرا جنم صرف آپ دونوں کی خدمتگزاری کیلئے ہوا ہے ۔ آپ کی رفاقت کے سوا مجھے سورگ کی بھی خواہش نہیں ۔

رامچندر جی :- اچھا قدم چھوڑ دو ۔ اُٹھو تو سہی ۔ سنو ۔ تمکو جنگلوں کی ٹھوکریں کھانے سے کیا فائدہ ؟

لچھمن جی :- جو آپ کو ۔
رامچندر جی :- میری اور بات ہے ۔
لچھمن :- میری بھی اور بات ہے ۔
رام :- میرے کو پتا کا حکم ہے ۔
لچھمن :- مجھے آپ کا حکم ہے ۔
رام :- نہیں کبھی نہیں !
لچھمن :- لچھمن ماتا کوشلیا گواہ ہیں ۔ جن کے سامنے آپ نے فرمایا تھا کہ تو بھی زیور اُتار کر رکھدے ۔ یہ سنیاس کیلئے اشارہ نہ تھا تو اور کس کے لئے تھا ۔
رام :- میں نے بہلا دیا ہوگا ۔
لچھمن :- یہی سہی ۔ ایسی خاطر داشت منظور ہے تو اب بھی بہلائے رہیں ۔ میں مچل رہا ہوں ۔ ہاتھ جوڑے ہوں ۔ بس بس اب دل شکنی کا خیال کیوں ہے ۔ کہہ دیجئے کہ

रामवनवास

آؤ تیار ہو جاؤ۔

رام: - پیارے بھائی تمہاری محبت اور سعادتمندی پر قربان۔ تمہاری سچی عقیدتمندی کو مرحبا۔ مگر پیارے ذرا سوچو تو سہی جب میں نہ رہا، سیتا نہ رہی اور تم بھی نہ رہو گے تو پتا جی، کوشلیا اور سومترا ماتاؤں کی خدمت اور دلجوئی کون کریگا۔ پتا جی بوڑھے ہو گئے ہیں۔ ان کو ناہی جامہ بھجا و ہو رہا ہے۔ وہ ماتاؤں کی خاطر داشت کیسے کر سکیں گے۔ کیونکہ وہ خود دوسروں کی خدمت کے محتاج ہیں۔ اور سب پر طرہ یہ ہوا کہ دھرم کی پھانسی نے اُن کا گلا گھونٹ رکھا ہے۔ رہیا ماتا کیکئی اُنھیں تم خود ہی جانتے ہو کہ اُن سے طرف اُمید ہی اُمید رہ گئی ہے۔ جب ہمارے تمہارے ہوتے ہوئے یہ باتیں ظہور میں آئیں تو بھرت کو راج ملنے پر کیا کچھ نہ کریگی۔ اور ضرور کریگی اور اپنی من مانی کریگی۔ اُس وقت نہ معلوم اُسکا دماغ اور مزاج کیسا ہو جائیگا۔ یہ باتیں لچھمن جی کب ماننے والے تھے۔ فوراً پاؤں پر گر کر اتنی عاجزی اور منت کی کہ شری رامچندر جی کو ہاں کرنا ہی پڑی۔ کہ تم بھی تیار ہو جاؤ۔

جس وقت شری رامچندر جی اور لچھمن بن کیلئے تیار کھڑے تھے تو اس جگہ ایک کتھا آتی ہے اجودھیا میں ایک ترجٹا نامی رشی تھا۔ جس نے تپسیا میں اپنا جولا گھلا گھلا کر سینک ہو گئے تھے۔ بالوں کا سر پر نام و نشان نہ تھا۔ کھانے کا یہ عالم کہ کدال سے جو کچھ کھودتا وہی کھاتے۔ جو زمین کھودنے کچھ نہ ملے تو پیٹ میں تو دئیے رہتے۔ رشی جی تو مرنے کے کنارے تھے مگر ان کی استری جوان تھی اور لڑکے بالے بھی کم عمر تھے۔ نفس کشی سے رشی کو بھوک پیاس کیا۔ البتہ خرابی لڑکے بالوں کی تھی۔ اُن کو ہر روز پیٹ کی آگ میں جلنا پڑتا تھا۔ ہر روز فاقہ (اُپواس) کی مصیبتوں سے لوگ اور پریشان رہتے تھے۔

جب رامچندر جی بن باس کی تیاری میں مصروف تھے اور شاہی خزانہ سے دان کو اور خیرات کی بارش ہو رہی تھی، یہ خبر رشی کی استری کو لگی وہ بیتاب ہو کر اپنے پتی ترجٹا رشی کے پاس آئی اور کہنے لگی۔ "سوامی! بچے بلک بلک کر رو دیتے ہیں اور بھوک کی اگن جو ان کی ہڈیوں کو بھسم کئے دیتی ہے۔ آپ میرے اسنٹ دیو اور پران ناتھ ہیں۔ مجھے جو کچھ کہنا ہے آپ ہی سے کہونگی۔ بس کدال کو جھونکئے بھاڑ میں۔ اس سے بچوں کا پیٹ نہیں بھرتا۔ اگر بال بچوں کی زندگی منظور ہے تو ذرا تکلیف کیجئے دو چار قدم چلکر جائیے۔ شری رام چندر جی سونا لٹا رہے ہیں جانے بھر کی دیر ہے بس

اتنا کچھ مل جائیگا کہ زندگی بھر کی مصیبتیں کٹ جائینگی - اگر اس موقع پر چوک گئے تو ان بچوں کا کہیں ٹھکانا نہ لگے گا -

استری کے سمجھانے بجھانے سے بڑی مشکل سے تر جٹا رشی کے کان پر جوں رینگی مدتوں کے بعد بچھر میں جونک لگی - انھوں نے کہا، "خیر! جو ایشور کی اچھیا۔ کسی کے سامنے اب تک ہاتھ نہ پھیلایا تھا - آج قسمت کا لکھا یہ بھی سہی"

انھوں نے اپنی استری کی پھٹی پرانی ساڑھی لپیٹ لی - اور ایک سونٹے کے سہارے چل کھڑے ہوئے - جسم سوکھی ہڈیوں کا ایک ڈھانچہ تھا - شریر انگلی پر ڈالنے کے قابل، مگر چہرے کے تیج سے سورج کی آنکھیں بھی جھپکتی تھیں - مری چال بھی چلتے تھے تو لوگ بل بھیڑ چھانٹ دیتا - جہاں ہوا کا گذر نہ تھا - پک خیال کو راستہ نہ ملتا تھا وہاں سے بے تکلف گزر جاتے تھے - لوگ چہرے کے جلال سے لرز کر جگہ دیتے تھے رشی جی دردولت پر پہونچ گئے - مگر قدم آگے ہی ٹھٹھک گیا - سیکڑوں دربان ڈیوڑھی پر مقرر تھے - ہر جگہ روک ٹوک تھی - لیکن رشی کے رعب داب نے گویا سب پہرے اٹھا دیئے تھے - چوکیداروں نے سر عقیدت جھکایا - اور دست بستہ درخواست کی کہ شوق سے شری راجیندر جی کو درشن دیجیے -

رشی کو پانچ ڈیوڑھیاں لانگھنا پڑیں - وہ سونٹا ٹیکتے ہوئے شری راجیندر کے سامنے پہونچے اور جاتے ہی کہا -

"اے رگھو بنس بھوشن! مجھے تو کسی چیز کی ضرورت نہیں مگر کمبختی کی مار لڑکے بالوں کی فکر نے آپ کے سامنے ہاتھ پھیلانے کی ذلت دی ہے - بال بچے اگر فاقوں سے نہ مرتے ہوتے تو یہ پھونک مارنے سے اڑ جانے والا جسم آپ کے سامنے نہ ہوتا -

شری راجیندر جی حد درجہ کی لاغری دیکھکر سخت متحیر ہوئے کہ ایسا دبلا پتلا برہمن اتنی بھیڑ چھانٹ کر کیسے یہاں تک آیا - انھیں اسوقت ذرا مذاق سوجھا - اور رشی جی سے اسطرح ہمکلام ہوئے -

"برہم اوتار! مال و دولت سے تو میں ہاتھ جھاڑ بیٹھا - اب جھنجھی بھی پاس نہیں - ذرا بھی پیشتر اگر آپ آتے تو میں زر و جواہرات سے آپ کا گھر بھر دیتا - اب یہ صرف گائیں بقایا رہ گئی ہیں - ان میں سے جو آپ کی تقدیر میں ہو شوق سے لے جائیے - مگر شرط یہ ہے کہ آپ سونٹا گھما کر پھینکیں جتنی دور تک سونٹا جائیگا اتنی دور تک جتنی گائیں رہیں وہ سب آپ کی -

ترجٹا رشی نے کہا آپ کا فرمانا درست ہے۔ مگر سنیاسی ایسے ہاتھوں میں جان کہاں کہ سوٹا پھینک سکیں۔ لیکن مہاراج آپ کی جو مرضی۔

یہ کہکر ذرا دیر تک رشی جی خاموش رہے۔ پھر بڑی مشکل سے کمر کسنا شروع کیا۔ اسمیں بھی دیری ہوئی۔ رشی کی وضع قطع دیکھکر شری رامچندر جی کو بیساختہ ہنسی آگئی۔ دل میں کہنے لگے۔ خوب! ہاں ایسے ہاتھ پیر اور اسپر یہ دم داعیہ

شری رامچندر جی کا خیال تھا کہ غریب رشی کو سوٹا دو بھر ہے پھینکیں گے کیا خاک اتنے میں ترجٹا رشی نے سوٹا گھما کر پھینکا تو سب کی عقل دنگ رہ گئی۔ ہوش غائب ہو گئے۔ سوٹا اڑا تو سرجو جی کے اُس پار جا گرا۔ تمام گائے اور بیل ادھر کے ادھر ہی رہ گئے۔ یہ رنگت دیکھکر شری رامچندر جی رشی کے فضل و کمال کے قائل ہو گئے اور سخت شرمندگی کے ساتھ قدموں پر گر کر معافی مانگی۔ بولے مہاراج گستاخی معاف کیجئے گا۔ آپ بزرگ ہیں، مہاتما ہیں، چھوٹوں سے خطا ہو ہی جاتی ہے۔ اگر نادان نہ ہوتے تو چھوٹے کیوں کہلاتے۔ آپ کو دیکھکر میرا ہنسنا واقعی خلاف مزاج ہوگا۔ مگر آپ نے واقعی میری آنکھیں کھول دیں۔ اسکا شکر کہاں تک ادا کروں۔ میرے خیال میں تھا کہ جب آپ کو قدم اُٹھانا دوبھر ہے۔ تو سوٹا پھینکنا معلوم۔ اسی میں میں نے اتنی بے ادبی کی تھی۔ اور کہا کہ یہ بھی میں نے مذاقاً کہا تھا کہ گایوں کے سوا اور کچھ باقی نہیں رہا۔ اسکو بھی آپ نظر انداز فرما دیں۔

ترجٹا رشی نے کہا۔ آپ کا کچھ قصور نہیں۔ کوئی خطا ہو تو اسکی معافی یا تلافی ہو سکے۔ میں نے ہاتھ پھیلایا اور آپ نے دان دیا۔ ہوس کی بھی کچھ انتہا ہوتی ہے۔ اب اس سے زیادہ مانگ کر کیا کروں۔ جو کچھ ملا وہ اتنا زیادہ ہے کہ میں شکریہ ادا نہیں کر سکتا۔ اب میں چلتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ آپ کے اقبال کی ترقی ہو۔ ناموری ہزار گنا بڑھے۔ برہمنوں کی سیوا سے آپ کو ثواب دارین حاصل ہو۔ آفت آپکی ہر آن ٹلے۔ بزرگوں کی اطاعت گزاری سے پھل ملے۔

یہ آشیرباد دیکر ترجٹا رشی نے گھر کی راہ لی۔ شری رامچندر جی نے ملازموں کو ہدایت کی کہ تمام گائیں اُنکے آشرم پہنچا دیں۔

جسوقت شری رامچندر جی راجہ دشرتھ سے الوداعی کیلئے گئے اسوقت کی کتھا

سومنت وزیر جب شری رامچندر جی کو لئے ہوئے۔ راجہ دشرتھ کی خدمت میں باریاب

ہوئے۔ تو اسوقت راجہ دسرتھ کی حالت کچھ عجیب تھی۔ ٹھنڈی ٹھنڈی سانسیں لے رہے تھے۔ کلیجہ ہاتھ سے دبائے پڑے تھے۔ بند آنکھوں سے آنسوؤں کی قطار جاری تھی۔ راجہ دشرتھ کی حالت اسی طرح تھی جیسے سورج کو گرہن لگا ہو۔ یا انگارہ راکھ میں دبا ہو۔ خشک سالی میں تالاب کے اوپر جیسی اداسی چھائی رہتی ہے اسی طرح راجہ دشرتھ کے محلسرا کا نظارہ تھا۔

سومنت نے آگے پہونچکر مہاراج کی جے جے کار سنائی۔ کان میں آواز پڑتے ہی مہاراج نے آنکھیں کھولیں۔ آنکھوں سے آنسو پونچھکر دیکھا۔

سومنت نے دست بستہ عرض کیا۔ "ان داتا! شری رامچندر جی سب دھن دولت دان کر کے گھربار چھوڑکر اب ہاتھ جوڑکر آپ سے رخصت ہونے کیلئے تشریف لائے ہیں"

بالمیک جی اس موقع پر فرماتے ہیں کہ لوگوں نے راجہ دشرتھ کو بہت کچھ برا بھلا کہا۔ ہر شخص یہی کہتا تھا کہ راجہ دشرتھ بڑے ادھرمی ہیں۔ مگر میرے خیال میں راجہ دشرتھ کا سا دھرماتما ہونا مشکل ہے۔ انمیں بات چیت کرنے کا دم نہ تھا۔ زبان ہلائے نہ ہلتی تھی بڑی جرأت کر کے بولے

"سومنت! اچھا شری رامچندر جی کو ٹھہراؤ۔ میں ابھی اُن کو نہ دیکھوں گا۔ پہلے میری سب رانیوں کو یہاں لے آؤ۔"

حکم پاتے ہی سومنت نے فوراً سب رانیوں کو خبر کی۔ تین سو پچاس رانیوں میں صرف رانی کیکئی تو کوپ بھون سے نہ ہلی باقی سب رانیاں مہاراج کا حکم پاکر اُٹھ دوڑیں۔ کوشلیا کو ضعف سے اُٹھنے کی طاقت نہ تھی۔ دوسری رانیوں نے انھیں سنبھالا اور سنبھالے ہوئے راجہ کے پاس پہونچیں۔ جسوقت راجہ دشرتھ کو رانیوں کی آمد کی اطلاع ملی تو سومنت سے کہا کہ اب شری رامچندر جی کو میرے سامنے لاؤ تاکہ میں انھیں دیکھکر اپنی آنکھیں ٹھنڈی کر لوں۔ لیکن اتنی تاب کہاں۔

سومنت نے کہا کہ مہاراج لکشمن اور جانکی جی بھی قدمبوسی کی تمنا میں حاضر ہیں۔ راجہ دشرتھ نے فوراً آنکھیں کھولدیں۔ تو دیکھا کہ شری رامچندر ہاتھ جوڑے سامنے کھڑے ہیں۔ فوراً ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دوڑکر گلے لگانا چاہتے تھے کہ پٹ سے زمین پر گر پڑے چہرے پر مردنی چھاگئی۔ شری رامچندر جی نے فوراً جھپٹ کر اُٹھا لیا۔ باقی سب رانیاں بھی دوڑ پڑیں اور ایک کہرام سا مچ گیا۔ ہائے رام ہائے رام کہکر سر پیٹنا شروع کر دیا۔ ماتم کی آواز سے در و دیوار پر رنج والم چھا گیا۔

تھوڑی دیر کے بعد راجہ دشرتھ کو ہوش آیا۔ اُٹھکر بیٹھے۔ اور اپنے لخت جگر کو کلیجہ سے لگایا۔

شری رامچندر جی اپنے دلگیر پتا کے قدموں پر جھک گئے اور درخواست کی کہ اب اجازت ہو۔ صحرا نوردی کا اشتیاق دل بے چین کئے ہے۔ لکشمن جی کو بھی شوقِ رفاقت ٹھہرنے نہیں دیتا۔ وہ بھی ہمراہی کیلئے تیار ہیں۔

لکشمن جی ہاتھ باندھے ہوئے آگے بڑھے۔ اور کہا کہ شری جانکی جی بھی ان چرنوں کے درشن کیلئے تشریف فرما ہیں۔ انھیں آشیرباد دیجئے کہ وہ بن میں سکھ سے رہیں۔

شری رامچندر جی نے کہا۔ اے قالب عنصری کے بانی، میں اپنی ذات کا مختار تھا۔ میں نے صحرا نوردی کا بیڑا اٹھایا تھا۔ لکشمن جی اور جانکی جی زبردستی ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے ہیں۔ میں نے لاکھ سمجھایا مگر یہ ایک نہیں مانتے۔ خیر انکی مرضی۔ اب میں رخصت مانگتا ہوں۔ ہنسی خوشی اجازت دیجئے۔

راجہ دشرتھ نے بات کاٹ کر کہا "بچن اور بیرن کو جھونکو چولھے اور بھاڑ میں۔ مجھے جھونکو قید میں اور تم مزے سے میری آنکھوں کے سامنے راج کرو۔ کوئی تمہاری طرف آنکھ اٹھائے تو میرا ذمہ" لیکن شری رامچندر یہ کب ماننے والے تھے۔ رو رو کر جدا ہو گئے۔ اور پھر راجہ دشرتھ بیہوش ہو گئے۔ اور انکے منھ سے یہ الفاظ نکلے۔

"او دنیائے ناپائیدار! تیری نیرنگیوں نے مسرت کدہ کو غم کدہ بنا دیا۔ قسمت کا لکھا مٹتا نہیں۔ جو کچھ مقسوم میں لکھا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ برہما کے اکھشروں سے ایک نقطہ اِدھر سے اُدھر نہیں ہو سکتا۔ شری رامچندر جی کی تقدیر میں بن باس تھا اور میری قسمت میں موت۔ کیکئی کے مقدر میں کلنک کا ٹیکا۔ کوشلیا کے نصیب میں رنج۔ اس حالت میں ازل کے نوشتہ کو کیونکر مٹا سکتا ہوں۔ ہر اچھیا بلوان" مشیت ایزدی میں کس کی مجال ہے کہ دم مار سکے۔

ماتا سومترا جی کی لکشمن جی کو نصیحت

جس وقت لکشمن جی نے ماتا سومترا کے قدموں پر سر رکھا اور قدم چومے اُنھوں نے دست شفقت پیٹھ پر پھیر کر چھاتی سے لگایا۔ اور یوں بولیں۔

بیٹا لکشمن آج تم نے اپنا جنم سپھل کر لیا۔ آج میں ایک بڑے رِن سے سبکدوش ہو گئی۔ ماتا پتا نے کنیادان کے وقت جو کچھ کہا تھا وہ سب ہوا ہے۔ میں اپنی خوش نصیبی پر فخر کرتی ہوں کہ مجھے تم جیسا سعادتمند بیٹا ملا جو ماتا کوشلیا کے آنکھوں کے تارے میرے کلیجہ کے ٹکڑے کے ساتھ بن کو ہنسی خوشی جا رہا ہے۔ ہاں۔ آج میرے ماتا پتا کی وہ آرزو پوری ہو گئی جسکے لئے انسان اولاد کی خواہش کرتا ہے۔ آج میں اپنی تقدیر پر اترا رہی ہوں

کہ میرا لاڈلا بیٹا میری کوکھ کی حرمت بڑھا رہا ہے۔ پاربتی جی کو گنیش جی کے دیکھنے سے جو خوشی حاصل نہ ہوگی وہ مجھے نصیب ہے۔ پیارے لکشمن تم نے اپنے ننہال اور ددھیال کی ناک اونچی کر دی ہے اور میرے کلیجے کو وہ ٹھنڈک دی ہے کہ بیان نہیں ہو سکتی۔ شاباش۔ سعادتمند بیٹے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جسکے پیٹ سے تمہاری جیسی اولاد پیدا ہو اُسکے زہے نصیب۔ تمہاری ماتا کوشلیا کا تو پرتھوی پر کوئی جواب نہیں ہے تم نے اپنی سعادتمندی سے مجھے آج وہ عزت بخشی ہے۔ کہ جب تک دنیا قائم رہیگی ہمیشہ نام زندہ رہے گا۔ ایشور جسکو بیٹا دے تو تمہارا جیسا لائق ہو۔ وہ ماں بانجھ بھلی جسکے پوت کپوت ہوں۔ اچھا بیٹا جاؤ۔ تمھیں ایشور اور رام چندر جی اور جانکی جی کو سونپتی ہوں۔ ہمیشہ اُنکی رضاجوئی کرتے رہنا۔ کبھی بھی اُنکا ایک رویاں تک میلا نہ کرنا۔ اُن کی خوشنودی اور اطاعت سے سروکار رہے۔

ماتا سومترا کی شری رامچندر جی کو نصیحت

جب شری رامچندر جی ماتا سومترا سے رخصت ہونے گئے تو اسوقت ماتا سومترا نے شری رامچندر جی کو گلے سے لگا کر بولیں "اے میری آنکھوں کے تارے میری زندگی کے سہارے۔ میری جان و دل کے آرام رگھوکل ابھرام آفریں، مرحبا ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

تمہاری ماتا کوشلیا شاکسات دیوی ہیں۔ اُن کے قدم جو پوجے اُس عورت کے زہے نصیب۔ واہ کیسا پتی ورت دھرم نباہا۔ کس طرح دھرم کی راہ میں ثابت قدم رہیں۔ بیٹا تم اُداس نہ ہو۔ میں کوشلیا جی کے چرنوں کی دھول بھی نہیں ہوں۔ مگر کہو تو ابھی طبقے کا طبقہ اُلٹ دوں۔ تمہارا بھائی لکشمن اگرچہ ابھی بچہ ہے۔ اور تمہارے سامنے اُسکی کچھ بساط نہیں ہے۔ مگر حکم دو تو ابھی تہلوک ہلا دے۔ یہ نہ سمجھنا کہ میں اپنے بچوں کو بے بسی سے جانے دیتی ہوں، بھلا کس کی مجال ہے کہ میری مرضی کے بغیر ایک تنکا ہلا سکے۔ مگر خیال یہ ہے کہ چار دن کی زندگی کے لئے کون نیکنامی سے بدی سر پر لے۔ ابھی کہدو تو تمھیں کیا تمہارے فرشتوں کو بھی روک لوں۔ مہاراج کے پرن کیا چیز ہیں، کیکئی کی ہٹ کی کیا ہستی ہے۔ لیکن بیٹا ہمکو تو دھرم سے کام ہے۔ یہ جو کچھ ہے سب جھنجھٹ واہیات ہے۔ لوک پرلوک میں ساتھ دینے والا صرف ایک دھرم ہی ہے۔ نہ اجودھیا ساتھ جائیگی نہ راج پاٹ نہ کیکئی۔ شاباش بیٹے تم نے

اُف تک نہ کی اور اپنی ماتا کیکئی کی نظروں میں چلے۔ یہ یاد رکھنا جبتک دنیا قائم تب تک تمہارا نام لے لے کر صبح کو آنکھ کھولیں گے۔ اچھا بیٹا! لکشمن تمہاری خدمت میں حاضر ہے۔ اُس سے اگر کوئی بھول چوک ہو جائے تو معاف کر دینا۔

پھر ماتا سومترا سیتاجی سے مخاطب ہو کر فرمانے لگیں:۔

جنک پیاری، جنک نندنی! دیکھو تم سمجھدار ہو میرے بچوں کا کسی طرح دل اوچھا نہ ہونے پائے۔ یہ بھی اگر تمہارا اچھی طرح خیال نہ رکھیں گے تو اپنی ماتا سومترا پر ظلم کریں گے۔ یہ کہکر سومتراجی نے تینوں کو رخصت کیا۔

....

سومنت وزیر نے ایک موقع پر کوشلیا سے کہا کہ شری رامچندر جی کو کوئی اور نہ سمجھو وہ سورج کے سورج، اگنی کے اگنی، راجوں کے راجہ، لکشمی کے لکشمی، برہما کے برہما، کیرتی کے کیرتی، چھما کے چھما، پرتھی کے پرتھی، دیوتاؤں کے دیوتا، خلاصہ یہ کہ ہمہ اوست ہمہ اوست ہیں۔ اگلے جنم میں بھگوان بشن نے آپ کو بردان دیا تھا کہ "عنصرِ لطیف" آپ کا نورِ نظر بنے گا۔ چنانچہ شری رام چندر جی وہی بشن بھگوان ہیں۔ آپ اپنی قسمت کو سراہیے۔ کہ آپ کو جگت کا اودھار کرنیوالا بیٹا نصیب ہوا ہے۔ آپ سے بڑھکر کون عورت دنیا میں خوش نصیب ہوگی جسے ساکشات بھگوان بشنو کی ماتا کہلانے کا فخر حاصل ہو۔

سومنت کی تقریر نے کوشلیا کی آتشِ غم پر برف بچھادی۔ بیٹے کے فراق کا پہاڑ پھول ہوگیا۔ لیکن راجہ کے غم کی آگ اور بھڑک اُٹھی اُسپر گویا کسی نے تیل ڈالدیا۔

راجہ دشرتھ کے ہاتھ سرون مرنیو کی کتھا

شری رامچندر جی کے وداع ہونے کے بعد راجہ دشرتھ کی بہت ہی بُری حالت ہوگئی، بار بار بیہوشی کے دورے پڑتے رہے۔ رانی کوشلیا اور دیگر ارکین حکومت نے بہت کچھ سمجھایا لیکن یہ آگ کسی طرح نہ بجھی۔ آخر رانی کوشلیا کو مخاطب کر کے راجہ نے یہ کتھا سنائی:

ایک روز شام کو میں شکار کیلئے نکلا۔ اور دل میں سوچا کہ یہ وقت صحرائی جانوروں کے پانی پینے کا وقت ہے۔ سرجو جی کے کنارے اسوقت جانور پانی پینے ضرور آئینگے چنانچہ میں گھوڑا دوڑاتا ہوا سرجو کے کنارے جا پہونچا۔ وہ زمانہ کچھ ایسا تھا خواہشات

نفسانی کا غلبہ تھا تکبر و غرور زوروں پر تھا) جب میں وہاں پہونچا تو ندی کے کنارے
دور سے ایک ایسی آواز آئی جیسے ہاتھی پانی پی رہا ہو۔ فوراً چلّے سے تیر نکلا اور نشانے
پر جم بیٹھا۔ پلک مارنے کی دیر تھی کہ آواز کانوں میں آئی "ہائے کس ظالم نے رات
کے وقت بے گناہ اور ناکردہ خطا پر تیر چلایا ہے۔ میں نے آج تک کسی کا کچھ بگاڑا بھی
نہ تھا۔ افسوس ماں باپ کی خدمت گزاری کا یہ پھل؟ ۔ او بے درد میں نے تو
گرے پڑے پھلوں کے سوا کسی درخت کی کوئی ٹہنی کو بھی نہیں چھوا۔ او بے رحم تو نے
تیر مارا ہے یہاں تو سوائے ہڈیوں کے کچھ نظر نہیں آتا۔ افسوس مجھے تو صرف اندھے
ماتا پتا کا۔ جو پانی کی بوند کو ترس رہے ہوں گے۔ اسوقت ان بیکسوں کا دنیا میں کون ہے
آہ! میری وجہ سے میرے اندھے ماتا پتا کی جان مفت میں جائیگی۔ اُنکا کوئی سہارا نہیں
ہے —— اے راجہ! یہ آواز سنتے ہی دھک سا رہ گیا۔ ہاتھ پاؤں تھرا اٹھے
تیر و کمان ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑے۔ بدن میں کپکپی چڑھ گئی۔ فوراً دوڑا ہوا گیا تو کیا
دیکھتا ہوں کہ ایک تپسوی مرغ بسمل کی طرح تڑپ رہا ہے۔ اور خون کا فوارہ اُسکے بدن
سے جاری ہے۔ میرے پہنچتے ہی اُس نے مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا۔ اُسکی نظروں
سے مجھے چنگاریاں اڑتی معلوم ہوتی تھیں۔ اور خوف ہوتا تھا کہ کہیں بدن نہ جل جائے۔
اُسوقت جان بلب اور زخم خوردہ تپسوی کی زبان بند ہو چلی تھی۔ منہ سے آواز نہ نکلتی تھی
بہر حال اُس نے آہستہ آہستہ کہنا شروع کیا۔

"آپ راجہ ہی سہی۔ ملک آپ کا راج آپ کا۔ مگر یہ تو فرمایئے کہ آپ نے ایک
بے خطا غریب کی جان کیوں لے لی۔ میں تو آپ کی عملداری کا ایک پھل چھونے کا بھی مجرم
نہ تھا۔ صرف اندھے ماتا پتا کی زبانیں کانٹے پڑنے سے پانی لینے کے لئے یہاں چلا آیا
تھا۔ اگر اسی خیال سے آپ نے مجھے نشانۂ تیر بنایا اور دو اندھوں کی زندگی حرام کی ہے تو میں
تو بالکل بے خطا تھا۔ بے گناہوں پر راجوں کو ایسی بدعت لازم نہیں۔ میں صرف اپنے اندھے
اور بوڑھے ماتا پتا کو کاندھے پر لاد کر پا پیادہ تیرتھ برت کراتا تھا۔ افسوس میری ساری محنت
اکارت گئی اور اندھے ماتا پتا "سرون" نام رٹ رٹ کر جان دیں گے۔ ابھی تک اُنکو
آس ہوگی کہ سرون پانی لئے آتا ہے۔ مگر انتظار کی بھی کوئی حد ہے۔ مایوسی کی حالت میں جانے
اُن کا کیا حال ہوگا۔ اس سے بہتر ہے کہ آپ اس پگڈنڈی پر سیدھے چلے جائیں۔ اور
اُن سے سارا حال کہکر اُنکی تشفی کریں۔ مجھے ڈر ہے کہ دیر ہونے پر آپ کو کوئی سراپ
نہ دے بیٹھیں جسکا خمیازہ آپ کو بھگتنا پڑے —— مہاراج مجھکو سخت تکلیف ہو رہی ہے

میں سچ کہتا ہوں کہ جان سے کام پڑا ہے۔ اسلئے ذرا تکلیف کرکے میرے شریر سے باڑ کھینچ لیجئے کہ دکھی تڑپ مٹ جائے اور جان نکلتے وقت تکلیف نہ ہو۔

مہارانی! اس تقریر نے میرے کلیجہ میں ہزاروں چھریاں بھونک دیں۔ لاکھوں نشتر دل میں کاٹ کر گئے۔ میں تڑپ گیا کہ ایک ناکردہ گناہ پر تیر اندازی۔ دوسرے اسکے ماں باپ کی بیکسی۔ تیسرے اسکی تکلیف چوتھے برہم ہتیا کا اندیشہ۔ ان سب باتوں نے میرے حواس منتشر کردیئے۔ میں کچھ بول نہ سکا۔ بت بنا کھڑا رہا۔ میری صورت اور قیافے سے سرون تاڑ گیا۔ اور کہا کہ راجہ کیا تردد ہے پھر خود ہی بولا " مہاراج آپکی خطا نہیں ہے صرف تقدیر کی خطا ہے۔ آپ برہم ہتیا کا خیال دل سے نکالدیں۔ میری ماں شودر ہے اور باپ ویش۔ بس اندیشہ فضول ہے۔ اب میرے ہونٹوں پر دم آرہا ہے۔ تیر زخم سے نکالئے اور میرے اندھے ماں باپ کو ڈھارس دیجئے۔

اے رانی! میں نے اسوقت اسکے قدم چھوئے اور تیر نکالا۔ ادھر تیر کی نوک نکلی ادھر سرون نے میری طرف حسرت بھری نظر ڈالی۔ اور دم توڑ دیا۔

راجہ دشرتھ نے کہا کہ تپسوی نے چولا چھوڑ دیا۔ اور اپنی مصیبتوں کا خاتمہ کردیا۔ اب مجھکو بڑی فکر ہوئی کہ کیا کروں۔ سوچتے سوچتے دھیان آیا کہ غریب بیکس اندھوں کو پانی تو پلادوں۔ چنانچہ میں نے وہی پانی کا گھڑا اٹھایا اور سیدھا وہیں پہونچا جہاں وہ بے دست و پا اپنے نور نظر کے انتظار میں بیقرار ہو رہے تھے۔ ایک تو پیرانہ سالی دوسرے حد درجہ کا ضعف تیسرے پیاس کی شدت چوتھے لخت جگر کا انتظار۔ انکی حالت دیکھی تو بیساختہ آنسو نکل پڑے۔

اے رانی! جب میں اُنکے قریب پہونچا تو وہ سمجھے کہ اُن کا کلیجے کا ٹکڑا آگیا ہے۔ دعائیں دیکر بولے۔ عمر دراز یاوت بخیر۔ آج تو بیٹا سرون تم نے بڑا انتظار دکھایا۔ یہاں حلق میں کانٹے پڑ گئے۔ اور راہ دیکھتے دیکھتے اندھی آنکھیں تھک گئیں۔ لاؤ جلدی پانی بیٹا حلق سوکھا جاتا ہے۔ ارے سرون بیٹا آج منہ سے بولتا کیوں نہیں۔ تجھے آج کیا ہوگیا؟ بیٹا پھر کہیں لاہور کی نگری[1] میں واپس تو نہیں آگئے ہیں۔

---

[1] - اس جگہ پر اُسکے ماں باپ نے کمتی کی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے سرون یاترا کرتے کرتے ماں باپ کو لیکر لاہور کی نگری پہونچ گیا تو سرون نے بہنگی رکھدی۔ اور کہا کہ ماتا پتا مجھے مزدوری دو۔ تو انکا من نے کہا بیٹا آگے چلکر کسی دوسری جگہ آپ کو مزدوری دیں گے۔ تو کچھ دس پندرہ میل چلنے کے بعد جب رات ہوگئی تو ماتا پتا نے پوچھا بیٹے کیا مزدوری ہوتی ہے۔ تو سرون نے کہا کہ ماتا جی کونسی مزدوری۔ کہکر بہنگی کی اٹھا لی۔ آخر اسنے کہا کہ مزدوری تو اسی شہر کے لئے تھی۔ اب کوئی مزدوری نہیں یعنی لاہور کا اصل نام لاؤ اور جھگڑا بھی کوئی سی کہ دو سے تھوڑا ہے۔

وہاں سرون کہاں ، آخر دل کڑا کرکے میں نے کہا کہ مہاراج میں سرون نہیں ہوں ، شتر تھ ہوں - چھتری خاندان میں جنم ہوا ہے . اسوقت میں جس مصیبت میں پھنسا ہوں ایشور دشمن کو بھی اس مصیبت سے سابقہ نہ ڈالے - آپکو بھی آج جس مصیبت کا سامنا ہے وہ آپ کو خواب و خیال میں بھی نہ ہوا ہوگا -

اے رانی ! اتنا کہکر میں نے اپنی تیراندازی اور سرون کی موت کی کیفیت اُنکے گوش گزار کردی - اور یہ بھی کہدیا کہ سرون ہی کی ہدایت سے آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں - مجھ سے نادانستہ جو خطا ہوئی ہے اُسے آپ معاف کردیں - میں سرون کی جگہ پر آپ کی تمام عمر خدمت کروں گا - آپ کو اپنے کاندھے پر سوار کرکے تیرتھ یاترا کراؤنگا اور ہر وقت خدمتگزاری کیلئے حاضر ہونگا -

بیٹے کی تکلیف سن کر اُسکی جو حالت ہوئی اُسے کون جان سکتا ہے - دونوں اندھوں کی حالت دگرگوں ہوگئی - جب رونے دھونے سے فرصت ملی تو بولے راجہ دشرتھ تم نے نادانستہ ہمارے بیٹے کو قتل کیا ہے - اگر دانستہ کیا ہوتا تو ہمارے ہزاروں سوراخ ہو جاتے غنیمت یہ ہے کہ آپ نے کوئی جھوٹ بات آکر نہیں بتائی ورنہ راجن نہیں معلوم آپ کے لئے کیا ہوتا بس اب یہ کام کرو کہ ہمیں سرون کے پاس لے چلو - آنکھیں اندھی ہیں تو کیا ہوا یہ تو دیکھ لیں گے کہ غریب کہاں ماں باپ کے کلیجے سے جدا پڑا ہے . میں نے دونوں کو کاندھے پر اُٹھا لیا اور وہاں لے چلا جہاں اُن کے لخت جگر کی لاش زمین پر پڑی ہوئی تھی -

اندھے ماں باپ نے بیٹے کی لاش کو ٹٹولا - اور اسقدر چیخ چیخ کر روئے کہ سنکر کلیجہ پھٹتا تھا وہ کہتے تھے کہ بیٹا اُٹھو کلیجے کو سکھ دیو ، تم اکیلے کہاں چلے ، ماں باپ اندھے ہیں - ان بدقسمتوں کو کن کے آسرے چھوڑے جاتے ہو - اب ہمیں کون ٹکائے گا - کس کے آسرے پر ہماری زندگی ہوگی - تیرتھ یاترا کون کرائے گا - ہم تو بیٹا تمہارے بغیر ایک ایک بوند پانی کو بھی ترس ترس کے مرجائینگے - جمراج ہمارے کہنے کو کبھی نہیں ٹال سکتے - تم نے بیٹا تپسیا کے علاوہ ہماری خدمتوں سے وہ سرمایہ سعادت حاصل کیا ہے جسکی برکت ہمیں بھی تمہارے پاس پہونچا دیگی . جمراج کو اگر عذر ہوگا تو ہم انھیں بھی قائل معقول کردیں گے - اتنا کہکر اُنھوں نے بیٹے کی لاش یا کی تلانجلی دینے کا انتظام کیا - اتنے ہی میں بمان آگیا اور سرون کو وہاں سے لیکر چلا - سرون مردہ تھا - لاش بے جان تھی لیکن فوراً بول اُٹھی

ددمیں ماں باپ کے بغیر نہ جاؤں گا - یہاں ابھی کون خدمت کریگا - سرون نے کہا ہی تھا کہ بمان آکاش میں کہاں کا کہاں پہونچ گیا - اسوقت اُن کے ماں باپ کو سخت رنج ہوا

اور اسی عالم مایوسی میں اُنھوں نے بد دعا دی۔ کہ

"اے راجہ جس طرح تو نے ہمیں بیٹے کا رنج دیا ہے اُسیطرح ایشور تجھکو بھی بیٹے کا رنج دیوے"۔ اتنا کہتے ہی دونوں کا مرغِ روح قفسِ عنصری سے پرواز کر گیا۔ اور میں اپنی غلطی پر نادم و پشیمان گھر واپس آیا۔

اے مہارانی کوشلیا، شری رامچندر کی جدائی بے بنیاد نہ تھی۔ سرون کے اندھے ماں باپ کا سراپ اسوقت آخر پورا ہوا ہے۔ یقین جانو میں بھی سرون کے ماں باپ کی طرح گھڑی دو گھڑی کا مہمان ہوں۔ مجھے اسوقت کچھ نہیں سوجھتا ہے۔ آنکھیں پتھرا رہی ہیں تم شری رامچندر جی کی ماں ہو ذرا میرے ماتھے پر ہاتھ رکھدو۔ تاکہ پاپ کٹ جائیں۔

اے رانی میں بڑا بدنصیب ہوں افسوس کہ شری رامچندر جی ایسے بیٹے کی صورت دیکھنا قسمت سے اُٹھ گئی۔ شری رامچندر جی ایسے دھرماتما بیٹے کو بے قصور جلاوطن کرنے کا وہ پاپ ہے جو میری جان لئے بغیر نہ رہیگا۔ پیاری مہارانی! جمدوت سر پر سوار ہیں۔ حکم ہے کہ اٹھو۔ چلو۔ ہائے اگر شری رامچندر اسوقت ہوتے تو ایک نظر اُن کو دیکھ لیتا اچھا مہارانی تم سے سومترا سے اور باقی سب رانیوں سے رخصت، سب کہا سنا معاف۔ یہ کہکر راجہ دشرتھ نے ایک چیخ ماری اور ناتوانی کی حالت میں اسطرح سرد آہ مارا کہ جسم سے روح نکل گئی۔ ہاتھ پاؤں مٹی کا ڈھیر ہو گئے۔

گرو وشِشٹ نے یہاں پر سب کو نصیحت کی

اے مہارانیو دھیرج دھرو
رونے اور ورلاپوں سے
روننے سے کیا ہاتھ آئے گا
مرنے والا کیا جی جائے گا

سنسار میں جس نے جنم لیا
وہ انت میں اک دن مرتا ہے
جو جلتا ہے وہ بجھتا ہے
جو چلتا ہے وہ جھڑتا ہے

مانو تو کیا اندر۔ اودک بھی
سروَدا نہیں رہنے پاتے
کہ مانو سار چور اسی ہیں
سب پرانی ہیں آتے جاتے

کتنے ہو چکے جنم پیچھے
کتنے آگے کو کرنا ہے
کتنے گھر گزر چکے اب تک
کتنے اب اور گزرنا ہے

جب اپنا ہی کچھ پتہ نہیں
تو کیسے رشتے ناتے ہیں
سب سپنوں کے سے کھیل ہیں یہ
جو کچھ نظروں میں آتے ہیں

کیسا گھر کیسے گھر والے — سب بازیگری کی مایا ہے
وہ اپنے رستے جاتا ہے — جو اپنے رستے آیا ہے

جھوٹ بولنا اگرچہ گناہ ہے لیکن بششٹ جی نے قاصد کو جب بھرت جی کے پاس بھیجا تو اس جگہ اسکو کیا سکھا کر بھیجا تھا۔

بششٹ جی نے جو قاصد کیکئی دیش میں روانہ کیا تو اسکو فہمائش کیگئی کہ صرف جلد از جلد لانے کی کوشش کرنا۔ راجہ دشرتھ کی وفات اور شری رامچندر کی بن باس کا ذکر کسی طرح زبان پر نہ آنے پاوے۔ بھرت جی پردیس میں ہیں جس وقت انھیں ان روح فرسا واقعات کا علم ہوگا تو اسی وقت وہ سر ٹپک ٹپک کر جان دیدیں گے۔ اس جوش غم کو روکنے کے لئے بششٹ جی نے پیغامبر کو دروغ مصلحت آمیز کی ہدایت کی رشاستر کی بھی ہدایت ہے کہ اگر جھوٹ بولنے سے کسی کی جان بچ جائے تو بولنے والے آدمی کو پاپ کے عیوض ثواب ہوتا ہے۔)

ایک گائے جنگل میں چر رہی تھی۔ قصائی اسکے پیچھے بھاگا جاتا تھا۔ گائے بھاگی بھاگی ایک رشی کے آشرم کی طرف گزری۔ قصائی نے رشی سے پوچھا کہ گائے کدھر گئی۔ سچ سچ بتاؤ۔ رشی نے جواب دیا کہ ہاں بھاگتے تو ضرور دیکھا مگر یہ نہیں جانتا کہ کدھر گئی۔ دیکھو شاید پچھم کی طرف نہ گئی ہو۔ رشی بالکل جھوٹ بولے تھے۔ حالانکہ گائے اُتر کی طرف بھاگی تھی۔ مگر گائے کے بچانے کے ثواب کا پلہ جھوٹ سے ہزار درجہ بھاری تھا۔ اسلئے ان پر کوئی دوش نہ تھا اسیطرح بششٹ جی نے بھی بھرت جی کی حفاظت زندگی کیلئے قاصد کو نصیحت کی کہ رنج و ماتم کا کچھ ذکر نہ کرنا۔ صرف طلبی کیلئے بولنا کہ جلدی آپ کو بلایا ہے۔

دنیا کی نیرنگیاں اور زمانہ کا اُلٹ پھیر کچھ ایسا جاری وساری ہے جس کے اثرات سے ہر چھوٹا بڑا امیر و غریب کوئی نہ بچ سکا۔ بڑے بڑے راجہ مہاراجہ رشی منی کسی کو بھی اس دنیا نے خالی نہ بخشا۔ جو آج اونچا ہے تو کل اُسے نیچا دیکھنا پڑا۔ بڑے بڑے تیج پرتاپ والے صاحبان اختیار جو دوسروں کو تاج اور تخت دان کرتے تھے وہی نان شبینہ کو محتاج ہوگئے۔ اس ناپائیدار دنیا کی کوئی شئے ساتھ دینے والی نہیں ہے اگر کوئی چیز ساتھ دینے والی ہے تو وہ اپنے اعمال ہیں چاہے وہ نیک اعمال ہوں یا بد اُنکا پھل تو ملنا ضروری ہے جیسا نظم ذیل سے ظاہر ہے۔

بھرم ہنڈولہ یا گہوارۂ پندار

(انسان کی زندگی اس ہنڈولے کی طرح گزر جاتی ہے جو صبح شام اوپر نیچے ہوتا رہتا ہے)

---

(۱) ہنڈولہ عجب ایک ہے اس جہاں میں
وہ پھیلا ہوا ہے زمین و زماں میں
نہ پوچھو کہ کیا ہے ہنڈولے کا لیکھا
محیط دو عالم اُسے میں نے دیکھا
کبھی ہے وہ نیچے کبھی ہے وہ اوپر
نہیں تھمنے پاتا بندھا ہے وہ چکر
کبھی آسماں پر چڑھی پینگ اُسکی
کبھی جا کے تحت الثریٰ میں ہے اُتری
نہیں ایک حالت پہ قائم ہنڈولہ
نئی پینگ اُسکی نیا ہے جھکولا
جھکولے عجب طرح کے لے رہا ہے
نظر کو جائے کوئی تاب کیا ہے
لطیف و کثیف انکی پینگیں نرالی
نئی ہیں سدا گرچہ ہیں دیکھی بھالی
(۲) چڑھی پینگ اور میں نے کھایا جھکولا
طلسمات آیا نظر وہ ہنڈولہ
وہ پندار کے اک ستوں پر ہے قائم
سہارے اُسی کے ہی رہتے ہیں دائم
بندھی اسمیں ہیں جو کیاں خواہشوں کی
مجسم ہیں وہ صورتیں کامنوں کی
بد و نیک اعمال کی رسیاں ہیں
بندھی جو کیاں ان سے داں اور یاں ہیں
زن و مرد سب اُن کو پکڑے ہوئے ہیں
خود اپنے ہی ہاتھوں سے جکڑے ہوئے ہیں
وہ ہیں موہ اور بودھ کے ہاتھ دونوں
کہ رہتے ہیں انسان کے ساتھ دونوں
ہنڈولے میں کھاتے پڑے ہیں جھکولے
نہ سر سے ہی کھیلے نہ منہ سے ہی بولے
(۳) چڑھی پینگ پھر اور ایسا دیکھتا ہوں
ہنڈولہ ہے جادو ہنڈولہ ہے افسوں
بہت اسمیں بیٹھے ہوئے مرد و زن ہیں
جھکولوں سے حرکت میں سب کے بدن ہیں
کوئی ہاتھ میں کچھ کتابیں لئے تھا
کوئی درس اور وعظ سا کر رہا تھا
کسی کو لیاقت کے دعوے بڑے تھے
کوئی فخر ذاتی سے چپکے کھڑے تھے
گرہستی پریشان بیٹھے ہوئے تھے
فقیر اسمیں حیران بیٹھے ہوئے تھے
بہت انمیں جاہل بہت انمیں عالم
مگر عقل دیکھی کسی کی نہ سالم
پڑے کھا رہے ہیں برابر جھکولے
عجب تجربے ہیں تو واہ واہ اے ہنڈولے
(۴) چڑھی پینگ اب جو ہنڈولے کو دیکھا
نظر آیا اسکا عجائب سا لیکھا
کوئی جوگی بن کر سمایا ہے اسمیں
کوئی بھوگی بن کر سمایا ہے اسمیں

کسی کیلئے دھیان کا ہے ہنڈولہ
کسی کے لئے گیان کا ہے ہنڈولہ

جھکولے کتب کے کوئی کھا رہا ہے
کوئی بحث ملت سے گھبرا رہا ہے

کہیں خانہ فرسائیوں کا ہے چکر
کہیں پنتھ پنتھائیوں کا ہے چکر

یہاں میں نے دیکھے شریعت کے شیدا
یہاں میں نے دیکھے طریقت کے شیدا

جھکولے مگر کھا رہا ہے ہنڈولا
کسی نے نہ بھید اس ہنڈولے کا جانا

(۶) چڑھی پینگ پھر میں نے دیکھا تماشا
نہ دیکھا جو ان میری آنکھوں نے حاشا

منی جھولتے ہیں، رشی جھولتے ہیں
ولی جھولتے ہیں نبی جھولتے ہیں

فرشتے جھکولے بڑے لے رہے ہیں
مزے دیوتا بھی کھڑے لے رہے ہیں

نہ چکر میں ہیں محض جن اور انساں
ہنڈولے میں غلطاں ہیں شیطان رحماں

یہ برہما ہے سمجھا یہ بشنو ہے بیٹھا
یہ شنو ہے جو جگ کا ہے سنگھار کرتا

غرض اک تماشا عجب ہو رہا ہے
سمجھ میں نہ آیا کہ اسرار کیا ہے

ہنڈولے کا چکر برابر ہے جاری
وہ چکر کہ حیراں ہے مخلوق ساری

(۷) چڑھی پینگ پھر اب جو پہنچی نظر کی
تو آنکھوں نے میری عجب سیر دیکھی

جو تھا بیج پہلے وہ اسدم شجر ہے
شجر میں ہے برگ اور گل اور ثمر ہے

ہوئے ہیں شجر سے وہی بیج پیدا
شجر جن سے پھر ہونگے جا کر ہویدا

نیا اور اک میں نے دیکھا اچنبھا
کہ پیپل کا تھا بیج رائی سا چھوٹا

مگر اسمیں مضمر وہ سارا شجر ہے
تنہ اور شاخ اور برگ و ثمر ہے

شجر بیج سے، بیج ہے پھر شجر سے
یہ چکر تو دیکھو ذرا تم نظر سے

درختوں میں صورت ہنڈولے کی دیکھو
قیاس اسکو انسان و حیواں پہ کر لو

(۸) چڑھی پینگ پھر میں نے دیکھا یہ منظر
کہ حیران میں رہ گیا اور ششدر

دورنگی غضب کی نظر آ رہی ہے
گھٹا ہے کہ نیرنگ کی چھا رہی ہے

ابھی دن تھا اور مہر روشن درخشاں
ابھی شب ہے اور اسمیں مہتاب تاباں

خزاں ہو چکی ہے تو فصل بہاری
بہار اب نہیں تو خزاں کی ہے باری

وہ گرمی گئی اور وہ برسات آئی
وہ برسات بھاگی وہ چڑھ آئی سردی

وہ سردی بھی بھاگی وہ گرمی پھر آئی
وہ برسات کی پھر ہوئی ہے چڑھائی

غرض وقت میں ہے ہنڈولے کا چکر
اور اسکی روانی جھکولے کا چکر

(۹) چڑھی پینگ پھر یہ نظارہ بھی بدلا — اور اک بحر لا انتہا میں نے دیکھا
کثافت بھی ہے اور لطافت بھی اسمیں — غلاظت بھی ہے اور نفاست بھی اسمیں
اسی میں زمیں ہے اسی میں زماں ہے — اسی میں مکیں ہے اسی میں مکاں ہے
اسی میں ہے ناسوت و ملکوت اسی میں — اسی میں ہے جبروت و لاہوت اسی میں
جہنّم کا آتشکدہ بھی وہیں ہے — وہیں باغ رضواں و خلد بریں ہے
وہیں دھیان میں اپنے بیٹھے ہیں دھیانی — وہیں گیان میں مست ہیں اپنے گیانی
غرض یہ ہنڈولہ طلسمات کا ہے — کہ جو کچھ ہے اسمیں سب ایک جا ہے

(۱۰) ہنڈولہ ہے جادو ہنڈولہ ہے افسوں — ہنڈولے نے سب کو بنایا ہے مجنوں
غضب کا یہاں جال پھیلا ہوا ہے — کہ دیکھو جسے وہ ہی شیدا ہوا ہے
یہ مایا کا ہے جال سب ہیں اسی میں — سبب کچھ نہیں بے سبب ہیں اسی میں
جھکولے سہی ہیں گرچہ تکلیف سہتے — مگر جھولنے کو ہیں یاں بیٹھے رہتے
نہ اے مہر تم اسمیں کھانا جھکولا — یہ مانا عجائب بہت ہے ہنڈولا
عجائب تو اس سے ہو تم آپ بھائی — خبر گر حقیقت کی کچھ تم نے پائی

حقیقت ہی اے مہر دنیا میں ہے تیرے
سمجھ گر سمجھ تجھکو اسبات کی ہے

بھرت اور ماتا کیکئی کی آپسمیں باتیں

جب پیامبر بھرت جی کو اجودھیا لے آئے تو بھرت کو کچھ ایسے آثار نظر آئے جس سے وہ اس حادثۂ عظیم کے متعلق سب کچھ جان گئے۔ تب اُنھوں نے خیال کیا کہ پیغام پہنچانے والے قاصدوں نے بارہا استفسار پر کچھ صاف صاف باتیں نہیں بتائی تھیں۔ ماتا کیکئی سے سب باتیں سنکر بھرت جی کو بڑا دکھ ہوا اور ماتا کوشلیا کے رنج و ملال کا خاکہ ایک مثال سے پیش کیا ہے

دو بیل ہل میں جتے ہوئے تھے۔ ایک بڑا تھا ایک چھوٹا جوڑی برابر کی نہ تھی اسلئے دونوں کو تکلیف کا سامنا تھا۔ اور جوتنے والے کو صرف اپنے کام سے مطلب تھا۔ اسکی جانے بلا۔ دونوں کو دوپہر تک جوتے رکھتا تھا۔ اور وہ غریب مارے خوف کے ہل چلایا کرتے تھے۔ ایک دن سربھی گائے نے یہ کیفیت دیکھی تو بیساختہ آنسو نکل آئے۔ وہ رو رہی تھی کہ اتفاقاً اِندر کا گزر اُس طرف سے ہوا۔ اور دو ایک قطرے آنسو کے اندر پر بھی ٹپک گئے۔ اِندر نے

نظر اُٹھائی تو سر بھی کو روتے پایا۔ اندر ہاتھ جوڑے ہوئے سامنے آ گئے۔ اور پوچھا کیوں خیر تو ہے۔ رونے کا باعث۔ تم ایسی متبرک دمقدس ہو کہ دنیا تمہاری عزت کرتی ہے۔ تمہارا گھی نہ ہو تو یگیہ وغیرہ اور کوئی اچھے کام نہ ہو سکیں۔ تمھیں دیکھکر دیوتاؤں کا دل خوش ہوتا ہے پھر تکلیف کی وجہ۔

سر بھی نے کہا دو بیٹوں کے غم سے دکھی ہوں۔ ایک چھوٹا ہے اور دوسرا بڑا۔ دونو دوپہر تک ہل میں جوتے جاتے ہیں۔ بیچاروں کو جو تکلیف ہوتی ہے وہ دیکھی نہیں جاتی۔ سب پاپیوں کو سورج کی کرنیں سوا کر دیتی ہیں۔ مگر یہ پاپ سورج کی کرن کو بھی پھونک دیتا ہے۔ جوتنے والے کو غریبوں کی جان پر مطلق رحم نہیں آتا۔ ہیرے دونوں بیٹے قصائی کے کھونٹے میں بندھے ہوئے ہیں۔

راجہ اندر کو اس بات سے سخت غصہ آیا۔ اُنھوں نے بد دعا دی کہ جو شخص گئو اور بیل کی اس بیدردی سے تکلیف دیگا اُسکو کبھی آسائش نہ ملیگی۔ ہاتھ ہر وقت تنگ رہیگا۔

بھرت جی نے ماتا کیکئی سے کہا ،، ماتا جی! سر بھی گائے کے بھی بیشمار بیٹے تھے۔ ایک دو کو اگر تکلیف بھی ہوتی تو کیا تھا۔ مگر دیکھو تو راجہ اندر نے کیسا غصہ کیا۔ ہماری ماتا کوشلیا کے صرف ایک ہی شری رامچندر جی کلیجے کے ٹکڑے تھے۔ انکے کلیجہ کو جدا اور نظروں سے دور کر دیا اس سے بڑھکر اور کیا پاپ ہوگا۔

بھرت جی کی ماتا کوشلیا سے ملاقات

جس وقت بھرت جی ماتا کوشلیا کو ملنے جا رہے تھے تو اتنے میں ہی ماتا کوشلیا خود کیکئی کے محل کے دروازے پر پہونچ چکی تھیں۔ کیونکہ اُنھوں نے بھرت کے آنے اور رونے دھونے کی آواز سن لی تھی۔

بھرت جی نے ماتا کوشلیا کو دیکھا تو دوڑ کر اُن کے قدموں سے لپٹ گئے۔ اور روتے ہوئے بولے۔ کہ ماتا جی میں بے قصور ہوں۔ آپ کی باتوں سے میرا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوا جاتا ہے۔ بس رحم کیجئے۔ اگر میری موجودگی میں شری رامچندر جی جنگل کا رُخ کرنے پاتے تو مجھکو گئو ہتیا کا پاپ ہوتا۔ یا اگر مجھے خبر بھی ہوتی۔ یا یہ خبر ملتی کہ کیکئی ماتا ادھرم کرنے پر تلی ہوئی ہے۔ تو میں اسوقت جان دیدیتا۔ اگر اسمیں ذرا بھی فرق ہو تو جو پاپ وید شاستر کی خلاف ورزی۔ اور مالک کی نافرمانی کرے۔ گئو سنکلپ کرنے پر پھر دان نہ دے۔ رن میں پیٹھ دکھائے۔ میدان جنگ میں مرے ہوئے کو مارے۔ پنڈتوں اور سادھوؤں کے دھرم اپدیش نہ تسلیم کرے۔ دیوتاؤں اور رشیوں کو نہ پوجنے۔ گرو کی تعمیل ارشاد سے جی چرانا۔ دوستی کی آڑ میں دشمنی کرنے والے

واطفال کی پرورش سے متنفر ہونے۔ اظہار خواہش کے وقت عورت سے کنارہ کشی کرنے اپاہجوں اور نابیناؤں کی دلآزاری کرنے۔ مردے کی کھوپڑی لیکر بھیک مانگنے۔ شراب پینے صبح کے وقت عیاشی میں مشغول رہنے، فضول روپیہ برباد کرنے۔ کسی کے مکان میں آگ لگانے۔ گرو کی استری سے صحبت کرنے۔ شام ہوئے دھرم چھوڑنے۔ جھوٹا وعدہ کرنے جھوٹ بولنے۔ ادھرم پھیلانے۔ نیک کام میں خلل انداز ہونے۔ بچھڑے کو گائے کے دودھ سے محروم رکھنے۔ پرائی عورت سے ہمبستر ہونے۔ رنگا سیار بن کر ٹھگ ودیا کرنے پیاسے کو پانی نہ دینے۔ وشنو اور اچاری کے ادھرمی ہو جانے والے کو ہوتا ہے اس سے تنو گنے پاپ کا بڑا لگنا پھل مجھے ملے۔

بھرت جی نے کہا ماتا جی مجھے تو خواب میں بھی یہ خیال نہ تھا کہ شری رامچندر کو بن باس ملے اور مجھے راج ملے۔ ماتا جی آپ مجھے معاف کریں۔ سارا قصور ماتا کیکئی کا ہے۔ نہ ایسی ڈائن گھر میں ہوتی نہ یہ پھولی پھلواری اجڑتی۔

کوشلیا جی یہ تقریر سنکر زار زار رونے لگیں۔ انھوں نے بھرت جی کو چھاتی سے لگایا اور بولیں ہائے میں نے اپنے پیارے بھرت کے نازک دل کو دکھا دیا۔ میں کیکئی سے بھی زیادہ ظالم قرار پائی۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں اسوقت پران کو نکالدوں۔ پیارے بھرت میں نے جو کچھ کہا ہے وہ معاف کر دیجیئے۔ اور کسی طرح رامچندر جی کو لوٹا لاؤ۔ میں تمہاری کیکئی کی لونڈی بن کر رہونگی۔

بھرت جی نے قدم پکڑ لئے اور کہا ماتا جی کیوں کانٹوں میں گھسیٹتی ہیں۔ بھرت سے یہ الفاظ سنے نہیں جاتے۔ ماتا اگر اپنے بیٹے سے یوں باتیں کرے تو بیٹے کو اسی وقت مرجانا چاہیئے۔

جب بھرت جی راجہ دسترتھ کے کریہ کرم سے فارغ ہوگئے تو بشسٹ جی کے پاس گئے۔

بشسٹ جی نے بھرت کو گلے سے لگایا اور کہا کہ بیٹے تم سمجھدار ہو اپنی عقل سے کام لو۔ کپڑے بدلو۔ بھروان کرو۔ رنج۔ محنت۔ تکلیف۔ نقصان۔ فائدہ موت اور زندگی۔ تو ہمیشہ انسان کے ساتھ ہے۔ ان کی فکر ہی کیا۔ راجہ دسترتھ تو چل بسے اب وہ لوٹ نہیں سکتے۔ سنو میں آپ سے ایک روایت بیان کرتا ہوں

بیاس جی کے ایک شاگرد کی عمر بارہ برس کی تھی۔ اس سن میں وہ تمام علوم وفنون میں استاد زمانہ ہوگیا۔ وید و شاستر سب ازبر ہوگئے۔ کسی روز شاگرد نے دریافت

کیا کہ مہاراج اگر کوئی علم باقی رہ گیا ہو تو وہ بھی سکھا دیجئے۔ بیاس جی نے اس معاملہ میں غور کیا۔ تو معلوم ہوا کہ آج سے تیسرے دن اسکی خیریت نہیں۔ یہ ضرور مر جائیگا۔ بیاس جی کو سخت فکر پیدا ہوگئی۔ اور شاگرد کیلئے جمراج کے پاس پہونچے۔ جمراج نے بڑی عقیدتمندی اور خلوص کے ساتھ استقبال کیا۔ اور پوچھا کہ تکلیف کا باعث

بیاس جی :- یہ میرا شاگرد ہے۔ اسکی زندگی قائم رہے آپ مہربانی فرمائیں۔

جمراج :- میں آپکی تعمیل ارشاد کیلئے حاضر ہوں۔ مگر کیا کروں میرا کچھ قابو نہیں۔ یہ معاملہ موت کے اختیار میں ہے۔

بیاس جی اُٹھے اور جمراج کو ساتھ لئے ہوئے موت کے پاس پہونچے اور حرف مطلب زبان پر لائے۔ موت بولی لوگ مجھے مفت میں بدنام کرتے ہیں۔ میں کسی کی جان نہیں لیتی یہ کام پرالبدھ کا ہے۔ آیئے میں آپکو لیکر اُس کے پاس چلوں۔

تب کے سب پرالبدھ کے پاس گئے۔ اور وہی بات چھیڑی یہ لوگ تو آگے بڑھ گئے یہاں چوکھٹ کی ٹھوکر سے شاگرد کا خاتمہ ہوگیا۔

پرالبدھ نے بیاس جی سے کہا :-

آپ نے کس کی سفارش کیلئے تکلیف گوارا کی ہے۔

بیاس جی :- میں اپنے شاگرد رشید کی زندگی چاہتا ہوں۔

پرالبدھ :- افسوس آپ نے آنے میں دیر کر دی۔ پہلے معلوم ہوتا تو کچھ انتظام کر دیتا افسوس ہے کہ آپ اسوقت تشریف لائے جب آپ کے شاگرد کا کام تمام ہو چکا۔

یہ سنتے ہی بیاس جی کے ہوش اُڑ گئے۔ جیوں ہی پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ہائے شاگرد رشید۔ ساتھ ہی غصہ آیا۔ آنکھیں لال پیلی ہوگئیں۔ اور بولے پرالبدھ ذرا سنبھل اگر پرالبدھ نہیں ٹل سکتی تو میری بددعا مٹانے والا تین جگ میں کوئی نہیں۔

پرالبدھ :- میں آپ کے تابع احکام ہوں۔ آپ جو کچھ فرمائیں بہت صحیح مگر ذرا غور فرمائیے کہ آپ کے شاگرد کی موت تیسرے ہی دن تھی یا نہیں۔ کہئے ہاں۔ پھر آپ پہلے سے کیوں تشریف نہ لائے۔ اسکے علاوہ دیکھئے یہ کتاب پڑی ہے مجھے بددعا دیجئے یا عفو خطا فرمائیے۔

پرالبدھ نے کتاب سامنے رکھدی۔ اسمیں درج تھا کہ شاگرد کی موت اسی مقام پر ہے جہاں اسکا چولا چھوٹا ہے۔ اب تو بیاس جی قائل ہو گئے۔

پرالبدھ نے کہا کہ مہاراج اسکی موت خود یہاں اس بہانے سے لائی ہے۔ اسمیں کسی کا کیا قصور ہے۔ بیاس جی بہت پچھتائے اور کہنے لگے کہ غلطی میری ہی تھی۔ اگر میں یہاں نہ لاتا تو

میرے عزیز شاگرد کی جان ہی نہ جاتی۔

یہ روایت فرماکر بششٹ جی نے فرمایا۔ بھرت جی پرالبدھ سے کسی کا بس نہیں ہونی سے کسی کا چارہ نہیں۔ بس اب صبر کرو۔ رنج و غم بھلادو اور باتوں میں دل بہلانے کی کوشش کرو۔ بہت ماتم ہوچکا طبیعت کو ہلکان کرنے سے کچھ حاصل نہیں۔

رامائن میں ایک جگہ پر کتھا آئی ہے کہ جس وقت بھرت جی شری رامچندر جی کو بلانے کیلئے گئے تو جابالی رشی نے من گھڑت شاستر کہے

رامائن میں ایک جگہ پر کتھا آئی ہے کہ جس وقت بھرت جی شری رامچندر جی کو بن سے اجودھیا لانے کے لئے گئے تو وہ بالکل آنے پر راضی نہ ہوئے تو جابالی رشی نے کچھ اپنے من گھڑت بچن بولے کہ شاید شری رامچندر جی مان جاتے۔ شری رامچندر جی انکی باتیں سنکر شک میں پڑ گئے۔ اور انھیں تعجب ہوا کہ پتاجی نے انکو کیا دیکھکر وسیاس جی کی پدوی دیدی ہے۔ یہ تو شاستر سے بالکل کورے ہیں۔ تو اس جگہ شری رامچندر ایک کتھا کہتے ہیں :-

شیوداس برہمن کا فرزند ایک دفعہ تپسیا میں جٹ گیا۔ ہمت بندھی ہوئی تھی۔ تپ مقبول ہوا۔ برہما جی خود تشریف لائے اور پوچھا کہ کیا خواہش اور کیا آرزو ہے۔

برہمن بولا:- جو مانگوں وہی دیجئے گا تو عرض کروں۔ ورنہ بات کھونا مجھے منظور نہیں۔

برہما:- جو تقدیر میں ہوگا ضرور دوں گا۔ اور جو تمہاری قسمت میں لکھا ہوگا اس سے زیادہ نہیں دے سکوں گا۔ ہاں اتنا کرونگا کہ جو آپ کی زندگی بھر کے لئے لکھا ہے کہو تو ایک ہی دفعہ دیدوں:

برہمن:- مجھے اکٹھا مانگنے کی ضرورت نہیں ہے۔ آپ حسب ضرورت دیدیا کریں۔

برہماجی:- اچھا ایسا ہی ہوگا۔

اب برہماجی سے روز اسکی حسب خواہش آنے لگا۔ جب سرمایہ سے صرف پانچ روپے رہ گئے تو برہما جی نے وہ پانچ روپے اکدم ہاتھ پر رکھدیئے۔ اور کہا کہ حساب بیباق برہمن نے وہی پانچ روپے خیرات کردیئے (یعنی غریبوں کو کھلا دیا) اس دان کی برکت نے پھر ایسا اثر دکھایا کہ اس برہمن کو آدھا اندر اسن مل گیا۔ اور اس بات سے تمام دیوتا اور اندر گھبرا گئے۔ اندر کو غصہ آیا اسی وقت اندر اسن سے ڈھکیل دیا۔ برہمن گرا تو زمیں پر چت۔ اتنے میں برہم لوک والوں نے غل مچایا کہ یہ دفعہ کیسا دان کی فضیلت اندر نے

مٹا دی۔" برہما جی کو برہمن کے دان کا خیال آیا اور انھوں نے اسے برہم لوک میں جگہ دیدی۔

یہ ذکر سنکر شری رامچندر جی نے جابالی جی سے فرمایا کہ دیکھا دان کی برکت؟ برہمن نے نہ معلوم کس کو دان دیا تھا۔ مگر اُسکے ثواب سے دیکھئے کہ برہم لوک میں جگہ مل گئی۔ مجھے حیرت ہے کہ جب آپ کی عقل و فراست کا یہ حال ہے تو آپ کے مشورے سے اتنے دنوں کیونکر راج چلتا رہا۔ ایسے مشیروں کی رائے سے تو سلطنت کی مٹی برباد ہو جانا چاہئے تھی۔ ایسے بیہودہ اور مہمل اُپدیش سے اگر انسان کا ستیاناس نہ ہو تو سمجھئے دن رات ہوگیا اور رات دن ہوگیا۔

جابالی جی سوچئے " باپ ایک ہوتا ہے اور بیٹے کئی۔ آپ بتا سکتے ہیں کہ سب بیٹوں کو برابر کا راج حاصل ہوا؟ سب کی زندگی کے سُکھ دکھ، اور زندگی و موت کے حالات یکساں نہیں ہوتے ہیں۔ امیری اور غریبی میں کوئی کم کوئی زیادہ ہوتا ہے۔ میں تو جانتا ہوں کہ اگر ایک بیٹا امیر ہے تو ایک مفلس۔ عالم ہے تو ایک جاہل، ایک دھرماتما ہے تو دوسرا ادھرمی۔ یہ فرق صرف اگلے جنموں کے پھل سے ہوتا ہے۔ اس واسطے دھرم کرم اور ایک ہی خون کی تاثیر سے کچھ ردوبدل نہیں ہو سکتا۔ جابالی جی آپ اپنا شاستر اپنے گھر رکھئے۔ یہاں نہ جھوٹ بولنے کی عادت ہے اور نہ جھوٹ سُننے سے رغبت ہے۔ میں جو کچھ کہہ چکا وہ کہہ چکا اور جو کرچکا وہ کرچکا۔ نہ زبان پلٹنے والی ہے نہ قدم راہِ راست سے ڈگمگانے والے ہیں۔ مجھے راج پاٹ کی تمنا نہیں، یہ لالچ کسی اور کو دیجئے۔ راجہ نرگ اور نرگوں راج ہمیشہ ہوتا آیا ہے۔

شری رامچندر جی کی آتش بیانی سُنکر جابالی کی روح فنا ہوگئی۔ اور سارے جسم میں لرزہ آگیا۔ ہاتھ جوڑ کر بولے۔

" ان داتا! میں ناستک نہیں۔ ایشور گواہ ہے کہ یہ گفتگو بدنیتی سے نہ تھی۔ آپ بھرت جی کی درخواست سُنی اَن سنی کئے دیتے تھے۔ اسلئے میں نے آپکو واپس لیجانے کے واسطے صحیح غلط ہر پہلو اختیار کیا۔ آپ ادھرم خیال فرماتے ہیں تو ہاتھ جوڑ کر معافی مانگتا ہوں۔ میری غرض اصلی یہ تھی کہ کسی صورت سے آپکو سمجھالوں اگر ادھرم کا خیال ہو تو روسیاہ۔

جب شری رامچندر جی اپنی ہٹ پر جم گئے تو گرو وشِشٹ نے دوسرا رخ بدلا

وشِشٹ جی بولے، شری رامچندر جی! اگر وَنش قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو دیا

پڑھانے والے - دوسرے پتا - تیسرے ماں - ان تینوں میں ودیا گرو اور ماتا کا درجہ افضل ہے ۔ اور اسکا سبب مخفی نہیں - باپ صرف ایک مرتبہ قالب عنصری دیتا ہے - لیکن ماں تو دس مہینے حمل کی تکلیف دردزہ کی مصیبت، پرورش کی زحمتیں اٹھاکر بیٹے کو قابل اور لائق بناتی ہے ۔

ودیا گرو کو اسلئے فضیلت ہے کہ اُسکی تعلیم و تربیت حیوانوں کو انسان اور انسان کو دیوتا تک بنا دیتی ہے - جیسا لائق گرو ہوگا ویسی ہی اعلیٰ قابلیتیں شاگرد میں پیدا ہونگی -

میری تقریر کا نفس مطلب یہ ہے کہ آپ کے پتا جی بیشک واجب التعظیم ہیں اور ہی رہیں گے مگر مجھے اور کوشلیا جی کو اس سے کچھ زیادہ قدرتی حق اور اعزاز حاصل ہے - اُسکو مدنظر رکھکر آپ میری اور اپنی ماتا کوشلیا کی منشائے خاطر کو مقدم رکھیں

شری رامچندر جی نے کہا کہ آپکا فرمانا بہت صحیح - میرا منشا نہیں کہ آپ کی بات کی تردید کرسکوں مگر اسقدر زبان کھولنے کی جرأت کرنے میں مضائقہ نہیں سمجھتا کہ بیٹا کبھی ماں باپ کے حقوق سے سبکدوش نہیں ہوسکتا - بیٹے کی مجال نہیں ہے کہ ماں باپ سے سرتابی یا عدول حکمی کرسکے - ماتا اور پتا بیٹے کی پرورش میں دن کو دن اور رات کو رات نہیں سمجھتے - کھانا پینا، سونا جاگنا حرام ہو جاتا ہے - بیٹا جوان کیا بڈھا بھی ہو جائے تب بھی ماں باپ اُسکے آرام و آسائش کے مقابلہ میں اپنی رنج و راحت کی فکر نہیں ہوتی - ایسے والدین کی فرمانبرداری میں ذرا بھی دریغ کرے تو بیٹے کی زندگی پر تین حرف - اُسکا جنم فضول - اگر وہ پیدا ہی نہ مرجاتا تو بہتر تھا - ماں کے حمل کو بدنام کرنے کی کوئی ضرورت نہ تھی -

بھرت جی رام چندر جی کے اس جادو اثر بیان سے سمجھ گئے شری رامچندر کے استقلال کو متزلزل کرنا ناممکن ہے - اور وہ تخت حکومت پر قدم نہ رکھیں گے - بھرت جی نے سر جھکا لیا - اور زبان سے صرف اتنا کہا "جیسا آپ کا حکم، اب صرف میری یہ تمنا ہے کہ اپنے پونتر چرنوں کی کھڑاؤں مرحمت فرمائیں تاکہ انھیں کو سنگھاسن پر رکھکر ہم سب اپنے غمگین دلوں کو تسلی دے سکیں"

شری رامچندر جی نے بھرت جی کی التجاؤں کی اور بھرت جی نے کھڑاؤں کو سر آنکھوں سے لگا کر بن سے ایودھیا جی واپس آئے اور ان سے سنگھاسن کو زینت بخشی اور خود جپ و تپ کرنا شروع کیا اور ستروہن جی چھتر لیکر کھڑے ہوگئے - بھرت جی نے گرو دششٹ جی سے گزارش کی کہ جو راج کا کام ان ہی مقدس کھڑاؤں کے سامنے ہو - مجھ سے کوئی تعلق نہیں -

شری رامچندر جی کی اترے منی کے آشرم میں جلوہ افروزی اور انسویا جی کی پتی ورت دھرم کا ذکر

شری رامچندر جی چترکوٹ سے چل کر ہزار ہا رشیوں منیوں کے درشن کرتے ہوئے اترے منی کے آشرم میں وارد ہوئے ۔ منی بڑے کامل اور صاحب کشف و کرامات تھے ۔ انھوں نے شری رامچندر جی کی بہت خاطر تواضع کی، ہر ایک برتاؤ سے پدری محبت کا اظہار کیا تھا ۔ نظر التفات میں خلوص اور عقیدت کا جلوہ نظر آتا تھا ۔

اترے رشی نے انسویا کی طرف اشارہ کیا اور کہا کہ شری رامچندر جی یہ میری استری ہیں ۔ ایک زمانے میں دس برس تک بارش نہ ہوئی ۔ زمین توے کی طرح جلنے لگی ۔ اسوقت انھوں نے پاتال گنگا کھود کر دنیا کو مصیبت سے بچایا ۔ انھوں نے دس ہزار برس تپسیا کی مگر واہ رے مزاج کی نیکی اجتک کسی رشی کی تپسیا میں فرق نہ پڑنے دیا ۔

کچھ عرصہ ہوا کہ ایک رشی کسی عورت سے بگڑ بیٹھے اور بددعا دیدی کہ رات بھر میں مرجائے (۱) عورت زندگی سے مایوس ہو کر اسکے پاس آئی ۔ انھوں نے دلاسہ دی اور کہدیا کہ جب دن ہوگا ہی نہیں تو تمکو مارے گا کون ۔

انکے تپ کا وہ اثر ہوا کہ دس دن گذر گئے اور رات نہ کٹی ۔ تب آدمی کیا اور رشی کیا دیوتے تک گھبرا گئے ۔ دوہائی دی کہ انسویا یہ کیا غضب ہے ۔ رحم کرو ۔ ترس کھاؤ ۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے کہنے سے عورت مر کر جی اٹھے تب تو سورج نکل سکتا ہے ، ورنہ رات ہی رہے گی ۔

دیوتاؤں نے عرض منظور کی عورت مر کر اسی وقت زندہ ہو گئی تب آفتاب نکلا اور تاریکی دور ہوئی جس نے آنکھوں کے سامنے کالا کمبل تان رکھا تھا ۔

شری رامچندر جی نے دور ہی سے انسویا جی کو ڈنڈوت کی اور جانکی جی سے کہا کہ ستی کے درشن کرو ۔

جانکی جی ہاتھ جوڑے ستی انسویا کے پاس پہونچیں ، قدم چھوے اور نظر عنایت کی طلبگار ہوئیں ۔

انسویا جی کی عمر نہ معلوم کتنی تھی ۔ بال چاندی کی طرح سفید تھے ۔ بدن میں صرف ہڈیاں ہی ہڈیاں نظر آتی تھیں ہاتھ پاؤں بید کی طرح کانپتے تھے ۔ انھوں نے بڑی محبت سے شری جانکی جی کو پاس بٹھایا اور یوں گوہر افشانی کی ۔

اے جنک نندنی! شاباش ۔ سہاگ اچل ۔ پدوی اٹل ۔ میں تمہارے پتی ورت دھرم سے

بیحد خوش ہوں ۔ سچ مچ میں تمہارے پاؤں کا دھوون بھی نہیں ۔

تم اپنے پتی (خاوند) کی خدمتگزاری کے شوق میں ماں باپ بھائی بند سب چھوڑ دیے بہت اچھا کیا ۔ پتی ورتنا استریوں کا یہی فرض ہے ۔ کہ گھر بار دیس پردیس ہر جگہ شوہر کے قدموں میں رہے ۔ خاوند ، بڈھا ، لولا ہو ۔ لنگڑا ، اپاہج ۔ روگی ، کوڑھی ، جاہل ، مفلس خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو ۔ عورت اپنے پتی کو پرمیشور جانے کبھی نظر حقارت سے نہ دیکھے ۔ نہ عدول حکمی کرے ۔ جو عورت خاوند سے بیزار ہو کر اور خواہشات نفسانی سے مغلوب ہو کر آوارہ مزاج ہو جاتی ہے اسکی دنیا میں الگ رسوائی ہوتی ہے اور عاقبت میں الگ خرابی ۔ میں تمھیں دیکھکر بہت خوش ہوں ۔ تمہارے دھرم کی کیا بات ہے ۔ تم کلکتی کا ڈنکا بجا کر دنیا میں پتی برت دھرم کا جھنڈا گاڑ رہی ہو ۔ تمہارا نام سنکر آوارہ مزاج اور کلنکنی استریاں بھی جامہ عصمت پہننے کی خواہش کرینگی ۔

ماتا جانکی نے ستی انسوئیا کی محبت سے بھری نصیحت خیز گفتگو کا شکریہ ادا کر کے گزارش کی ماتا جی آپ ایسی واجب التعظیم دیویوں کے قدموں کی برکت سے مجھے بھی پتی برت دھرم کے اصول معلوم ہو گئے ہیں ۔ بیشک استری کیلئے اگر دھرم ہے تو یہی ہے ۔ میری رائے میں تو پرمیشور اور پتی میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ دونوں ایک ہی ہیں ۔ میرے پران ناتھ دوسرے کی استری کو ماتا کے برابر سمجھتے ہیں ۔ جب میرا بیاہ ہوا تھا تو میری ماتا نے اسوقت دھرم کا ایک ایک اصول میرے دل پر نقش کر دیا تھا ۔ انکی نصیحت تھی کہ عورت اسطرح اپنے مرد کی رفاقت کرے جس طرح سایہ جسم کے ساتھ رہتا ہے ۔ یا روشنی چندرماں کے ساتھ ۔

جانکی جی کی تقریر سے انسوئیا جی بہت خوش ہوئیں اور چھاتی سے لگا لیا ۔ اور کہا جنک کماری جی کچھ بردان مانگئے ۔ میں تمہارے پتی برت دھرم سے بہت ہی خوش ہوئی ہوں ۔

جانکی جی نے کہا کہ ایشور نے مجھے ایسا پتی دیا ہے ۔ پھر مجھے دنیا کی اور چیز سے کیا واسطہ انسوئیا نے دل ہی دل میں دعا دی کہ پتی برت دھرم میں آپ اپنی نظیر ثابت ہو ۔ جاؤ بیٹی خوش رہو ، اور تمہارے دوست شاد اور دشمن ناشاد رہیں ۔

جس وقت شری رامچندر جی ڈنڈک بن میں پہونچے تو تمام رشی ورشی بڑی عزت سے ملنے آئے

جب شری رامچندر جی رشیوں کے آشرم میں پہونچے تو کمان کندھے پر ڈال لی تاکہ کوئی

جنگلی جانور نہ ڈرے۔

رشیوں کے جب تپ اور گیان سے اتنے خوش ہوئے کہ ہم لوگ بھی آپکی نظروں سے گر گیا۔

رشیوں، منیوں نے اپنے کشف و کرامات سے شری رامچندر جی کی ذات مقدس میں جلوۂ حقیقت دیکھکر سمجھ گئے۔ کہ فی الحقیقت راون کی فتنہ سامانی سے سنسار کو نجات دلانے کے لیئے اُس ذات مقدس نے قالب انسانی کو زینت بخشی ہے۔

شری رامچندر جی کے اس جگہ قدم رنجہ فرمانے پر ہر ایک شاداں و فرحاں تھا اور ہر ایک کو اپنی خوش بختی پر ناز تھا۔ ہر تپسوی اپنا جپ تپ چھوڑ کر دوڑا چلا آتا تھا۔ ہر ایک تپسوی انہیں دل کی آنکھوں سے دیکھتا اور اسے اس قالب عنصری میں حقیقت کا نور جھلکتا نظر آتا تھا۔ ہر تپسوی شری رامچندر جی کی جے جے کار کا نعرہ لگاتا۔ اور آپ کے درشنوں سے ہر ایک کو ایشور بھگتی کا پھل مل گیا۔ سرگ اور موکش کی ہوس جاتی رہی۔ ایک تو آپ شکسات ایشور، پھر لطف یہ کہ ملک کے راجہ۔ راجہ بھی پرمیشور ہی کا سروپ ہوتا ہے۔ ہر شخص یہی کہہ رہا تھا کہ یہ ہماری خوش قسمتی ہے کہ ذات مقدس میں ظاہری اور باطنی آنکھوں سے دونوں صورتوں میں پرمیشور کا جلوہ دیکھ رہے ہیں کھیمر ساگر میں شیش سجیا پر سویئے یا اجودھیا کو نور قدم سے منور فرمائیے۔ بن میں گھومئے خواہ دولت میں جگہ لیجئے۔ بات ایک ہی ہے۔ ہماری نگاہیں آپکو ہر رنگ میں پہچان لیتی ہیں ؎

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

شاستر میں لکھا ہے کہ۔ شادی۔ داخلہ مکان اور نیک کام کے لئے جانے کے لئے دایاں قدم اٹھانا واجب ہے۔ اور جب دشمن پر فتحیابی کا عزم ہو تو بایاں پاؤں اٹھانا واجب ہے۔

ہنومان جی کی پیدائش کیسے ہوئی؟

پونج کستھلا اپسراؤں میں نہایت ہی حسین اپسر کیسری کی ہمخوابہ خاص تھیں۔ ایک روز اُن کو حسن پر مغرور دیکھکر ایک رشی نے بد دعا دیدی کہ بانر کی صورت ہو جائے۔ پونج کستھلا نے معافی مانگی اور منت وسماجت کی تو رشی نے دعا دی کہ اچھا جس شکل کو چاہو قبول کر سکو۔ اسکے بعد اپسرا جنگل میں رہنے لگی۔ جہاں کیسری بانر نے اُن سے رابطہ

واخلاص پیدا کر کے انجنی نام رکھا۔ اسکا لڑکا پھر ہنومان پیدا ہوا۔

جسوقت شری رامچندر اور لچھمن جی اور جانکی جی بن باس سے واپس ہوئے

تو ماتا کوشلیا جی اور سومترا نے لکشمن جی کو پاس بٹھا کر پوچھا کہ بیٹے لکشمن! جسوقت میگھ ناتھ نے تمھیں تیر مارا تھا تو اسوقت آپکو کوئی تکلیف تو محسوس نہیں ہوئی تھی؟ تو لکشمن جی نے جواب دیا کہ ماتا جی مجھے اتنا پتہ ضرور تھا کہ مجھے تیر لگا ہے۔ باقی رہا درد کے متعلق وہ شری رامچندر جی سے پوچھ سکتی ہیں کہ کتنا درد ہوا تھا۔ مطلب لچھمن جی کا یہ تھا کہ تیر تو لگا مجھے اور تکلیف بڑے بھائی کو ہوئی ہے۔ مجھے تو بان لگا اور بیہوش ہو گیا۔ اور درد کا شری رامچندر جی کو حال معلوم ہے۔ کہ اسوقت کتنا درد ہوا تھا۔

شری سیتا جی کی وجہ پیدائش

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ راون کا گزر ہمواں پربت پر ہوا۔ تو دیکھا کہ ایک نوخیز لڑکی تپ کر رہی تھی۔ راون اُسکے عشق میں سرشار ہو گیا۔ مسکرا کر پوچھا تو کون ہے۔ اس شباب کے عالم میں کس غرض سے ریاضت کرتی ہے۔ جوانی کا عالم ہے، عیش وعشرت کے دن، پھول پان سے زیادہ نازک۔ تجھے تپ کرنا زیب نہیں دیتا۔ یہ بتا کہ تو کس گھر کی چراغ ہے۔ اور کس کے آغوش کا کھلونا ہے۔

اس نوخیز لڑکی نے جواب دیا کہ میرے باپ کا نام کُش دھج اور دادا کا نام برہسپت ہے۔ وہ بڑے وگیانک پنڈت اور علوم وید وشاستر کے دھنی ہیں۔ وید پڑھتے ہی پڑھتے ہمارا جنم ہو گیا تھا۔ بید وتی نام ہے۔ ہمارے واسطے اندر اور گندھرب اور دیگر بہت سے دیوتا نقد وجنس لے کر پتا کے پاس آئے مگر پتا جی انکار کرتے رہے کسی سے ہماری شادی نہ کی۔ اُنکی خواہش تھی کہ ایسی حسینہ وجمیلہ کا عقد بشن سے ہوتا تو اچھا تھا۔ دیوتا مایوس ہو گئے۔ اتنے میں ایک راکشش جسکا نام شمبھو تھا پوشیدہ طور سے آیا اور میرے پتا کا سر تلوار سے کاٹ لیا۔ ہماری ماتا چتا بنا کر اور پتا کا سر لیکر اگنی میں ستی ہو گئی۔ ماتا اور پتا دونوں کو خواہش تھی کہ میری شادی بشن کے ساتھ ہو اسلئے میں تپ کرتی ہوں دیکھئے کس دن تپ پورا ہوتا ہے۔ اب بھگوان ہمارے شوہر ہیں ہم نے تمھیں پہچان لیا ہے۔ اگرچہ برہمن ہو اور پولست مُن کے پوتے ہو

اور تپ میں یگانہ روزگار ہو۔ مگر ادھرمی ہو یہاں سے جاؤ۔

راون بشٹ بوان سے اُتر پڑا اور سمجھانے لگا۔ کیوں باغِ جوانی کو برباد کرتی ہو۔ گلاب سا چہرہ کمھلایا جاتا ہے۔ کیا تم ہماری طاقت کو نہیں جانتی ہو۔ ہماری قدر و منزلت قبول نہیں؟ کیا ہم بشن سے کم ہیں۔ دیوتا بشن بھگوان کے محکوم ہیں۔ اور ہمارے بھی دست نگر ہیں۔ مجال نہیں کہ ہمارے خلاف کوئی کام ہو۔ بشن سے میں کس بات میں کم ہوں۔ ہمارے ساتھ شادی کیوں نہیں کرتیں

بیدوتی:۔ تم بشن کی برابری کرتے ہو۔ ہم انکی مذمت نہیں سُن سکتے یہاں سے دور ہو جا۔

راون شعلے کی طرح بھڑکا اور لپک کر اس لڑکی کے بال پکڑ لئے اور گھسیٹنے لگا۔ لڑکی نے ہاتھ مارا بال کٹ گئے۔ تپ کے بل سے اُسکا ہاتھ تلوار کی دھار ہو گیا۔ اگست رشی کہتے ہیں کہ لڑکی نے سراپ تو نہیں دیا لیکن بدن سے شعلہ نکلا اور جل کر راکھ ہو گئی۔ جلنے کے وقت کہتی گئی کہ میرا بدن تو نے چھو دیا ہے اب میں بشن بھگوان کے قابل نہیں۔ دوسرے جنم میں تو میری وجہ سے مارا جائیگا۔ دیوتاؤں نے اُس عصمت مآب دیوی پر پھولوں کی برکھا کی۔ اور سراپ سُنکر بہت خوش ہوئے۔ اور کہا کہ شری رامچندر جی یہ سیتا مہارانی وہی بیدوتی ہیں جنھوں نے راجہ جنک کے یہاں جانکی کے نام سے جنم لیا۔ اور آپ کے ساتھ شادی ہوئی۔ خیال کیجئے تو راون بیدوتی کی وجہ سے ہلاک ہوا ہے۔ جانکی جی بیدوتی کا اوتار ہیں۔ اب دواپر میں رکمنی کے نام سے پکاری جاوینگی۔ جب آپ کرشنا اوتار لیں گے۔

شری رامچندر کے حق میں رعیت کے خیالات

دوسرے روز مہاراج دربار میں بیٹھے تھے۔ دربار لگا تھا۔ ارکین سلطنت اپنی اپنی نشستگاہوں پر قرینے سے متمکن تھے۔ سری مہاراج نے سوال کیا کہ چاروں بھائیوں کے حق میں لوگوں کا کیا خیال ہے۔ ہر کہہ و مہ سب دم بخود تھے۔ بھدر نامی منتری نے قفل سکوت توڑا۔ کہ آپ کا جس دنیا میں عالمگیر ہے۔ ہر کہہ و مہ کی زبان سے آپکی شان مبارک میں اچھے ہی کلمے نکلتے ہیں۔ زہے نصیب کہ ایسا دھرماتما راجہ ہمکو ملا ہے۔ اور راون ایسا زبردست راکشش مارا گیا۔ پھر سری رامچندر جی نے کہا جو کچھ کہتے ہو یہ سب یقین کے قابل تو ضرور ہے مگر ہمیں اطمینان نہیں ہوتا تم کل باتیں

چاہیے وہ اچھی بات ہو یا بُری - اگر کسی نے بُرائی کی ہو تو بھی کہہ دو - چھپاؤ نہیں.
میں سچی باتیں سننا چاہتا ہوں - اچھی باتوں کو اختیار کروں گا اور بُری باتوں سے احتراز رکھوں گا - سبھا کے لوگ ایک زبان ہو کر ادب کے ساتھ یوں بولے "آپ جیسا تجسوی اور دھرماتما سنسار بھر میں کوئی نہیں - آپ نے سمندر پر پل باندھا - اور راون پریوار سمیت مارا گیا - انسان کیا جانور تک آپ کے دھرم کرم کے شیدائی ہیں
اکثر لوگوں کا خیال یہ بھی ہے کہ جانکی جی راون کے گھر رہیں اور راون راکشش تھا ضرور عصمت پر دھبہ لگا ہوگا - اور شری رام چندر جی نے سیتا کو قبول کر لیا.
یہ ایک ایسی مثال ہے کہ اگر ہم لوگوں کی عورتوں میں لاکھ کوئی خراب کام کرے عزت و حرمت میں دھبہ لگائے اگر ہم لوگ اسکی بے عصمتی پر زبان نہ کھول سکیں گے.
کیونکہ جو کام راجہ کرتا ہے - رعیت اُس کے خلاف سبق نہیں لے سکتی - یہ معاملہ اجودھیا کیا بلکہ تمام دنیا میں افشا ہو چکا ہے.

سری مہاراج یہ باتیں سنکر سرنگوں ہو گئے - کہ واقعی یہ کلنک مٹنے والا نہیں ہے.
سری مہاراج نے چوبدار کو بھیجکر لچھمن، بھرت اور سترگھن کو بلایا - حکم سنتے ہی تینوں بھائی اُٹھ کھڑے ہوئے اور آکر سری مہاراج کی قدمبوسی کی.

تینوں بھائی استادہ ہیں، مہاراج کے چہرہ پر افسردگی برس رہی ہے - آنکھ سے دو تین قطرے آنسو کے گر پڑے - یہ حال دیکھکر بھائیوں نے سبب پوچھا - کہ خلاف اُمید مزاج عالی کیوں مکدّر ہے - آجتک ایسی حالت میں دشمنوں کو بھی نہیں دیکھا گیا - کیا ہم سے کوئی خطا ہو گئی ہے؟ اگر ایسا ہے تو آپ تنبیہ کیجئے، سرِ نیاز حاضر ہے تراش لیجئے.
سری مہاراج نے بھائیوں کو چھاتی سے لگایا - (زرِ تکلف آسنوں پر) بیٹھنے کا اشارہ کیا - اور کہنے لگے کہ یہ راج پاٹ جو کچھ ہے وہ تمہارا ہے - اور تم دانندہ وید و شاستر ہو - صاحبِ علم و فضل ہو - اور سنِ شعور کو بھی پہنچ چکے ہو - نیک و بد دیکھ سکتے ہو - ایسی بات کرنا چاہئیے کہ دنیا میں نیکنامی کے ساتھ نام قائم رہے - اور نیکنامی اگر تم لوگ چاہو تو مل سکتی ہے.

تینوں بھائی یہ دل ہلا دینے والی بات سُنکر سکتہ میں آ گئے - کچھ جواب نہ دے سکے چہرے کی رنگت بدل گئی - مگر کسی کی جرأت نہ پڑی کہ سری مہاراج سے پوچھتے کہ آخر بات کیا ہے - کیونکہ سری مہاراج کا طرزِ کلام کسی غیر معمولی اور اندوہناک حادثہ کے رونما ہونے کا پیش خیمہ تھا.

شری مہاراج نے خود ہی بیان کیا کہ ہمارے حق میں رعایا کے خیالات اچھے نہیں ہیں اور میں نے اشواک بنس میں جنم لیا ہے - یہ کلنک کا داغ یوں تو چھٹنے والا نہیں - جبتک اُسکے چھڑانے کی تجویز نہ ہو۔

بھائی لکشمن تم جانتے ہو کہ "ڈنڈکارن بن" میں راون سیتا کو ہرلے گیا تھا اور میں بھی اُنکے غم میں فکرمند رہا میں نے چاہا کہ اسی وقت سیتا کو چھوڑ دوں - اور اسی لئے جانکی ہمارے سامنے آتشکدہ میں جھونکی گئیں - چونکہ اُنکی چادر عصمت پر دھبہ نہ آیا تھا - وہ پاک تھیں اسلئے آگ سے اُن کا ایک ... وہاں بھی نہ جلا آکاش بانی ہوئی کہ سیتاجی بے قصور ہیں - سورج اور چاند نے بھی اُنکی پاکدامانی کی شہادت دی - دیوتا اور بڑے بڑے رشیوں کا بھی یہی خیال رہا کہ سیتاجی بے خطا ہیں ہم نے خوب چھان بین کیا - تب سیتاجی کو اجودھیا لے آئے - زبان تو کسی شخص کی روکی نہیں جاسکتی - کسی شخص کا اب بھی خیال ہے کہ سیتا راون کے گھر رہ کر کیسے بچ سکی ہونگی -

دیکھو دنیا میں جس چیز کا لوگ برا کریں وہ نرک کے سمان ہے - اور جو سب کے پسند ہے وہ ایشور کے بھی پسند ہے - میرا دھرم تو اب جاتا رہا - ہاں ایک بچاؤ کی صورت ہے جانکی کو چھوڑ دوں - تو دھرم قائم رہ سکتا ہے - اب آپ جانکی جی کو جنگل میں چھوڑ آؤ تم ہماری بات کا جواب نہ دینا نہ اسمیں مخل ہونا - اگر آپ لوگوں نے اس میں کچھ قال وقیل کی تو ہم تمہاری محبت کو چھوڑ دیں گے - تمھیں ہماری قسم ہے، خبردار کوئی بات منھ سے نہ نکالنا جو اس معاملہ میں خلل انداز ہوگا وہ ہمارا دشمن ہوگا - جانکی جی کے جانے میں کوئی افسوس نہیں کیونکہ وہ ہم سے کہہ چکی ہیں کہ رشیوں کے درشن کرنے جاؤنگی - بہانہ بھی ٹھیک ہے جانکی جی کو لے جاؤ - اور جنگل میں چھوڑ دو -

شری مہاراج یہ کہکر چپ ہو گئے اور اُدھر تینوں بھائیوں کی آنکھوں سے آنسوؤں کی دھارا بہنے لگیں۔

سیتاجی کی جلاوطنی

لچھمن جی سومنت وزیر کے پاس گئے - کہ رتھ تیار کراؤ - شری رامچندر جی کا حکم ہے کہ سیتاجی کو رشیوں کے درشن کرنے کے لئے جنگل میں پہونچادو -

سومنت نے رتھ حاضر کردیا - اور لچھمن جی سیتاجی کی خدمت میں حاضر ہوئے، پابوسی کی - اور ہاتھ جوڑ کر عرض کیا کہ جگت جننی! مہارانی آپ کو رشیوں کے درشنوں کی

ابھیلاشا ہے۔ رتھ حاضر ہے۔ سوار ہو جیئے۔

سیتاجی خوش خوش اُٹھ کھڑی ہوئیں۔ بہت سا زیور، نفیس نفیس پوشاکیں لیکر سامان اٹھا لیا جو رشیوں کی عورتوں کو دیا جائیگا۔ قسم قسم کے کھانے پکوان مٹھائیاں تیار تھیں، لے لے اور لچھمن جی کے ساتھ رتھ پر سوار ہو گئیں۔ چلتے وقت شگون بد ہونے لگے۔ بائیں آنکھ پھڑکنے لگی۔ سیتاجی کو پس و پیش ہوا۔ کہ کیا آفت آنیوالی ہے۔ لچھمن جی سے پوچھا کہ شری مہاراج کا مزاج تو اچھا تھا۔ ماتا کوشلیا، شمترا، کیکئی تو آنند سے تھیں؟۔ رعیت کو کسی قسم کا دکھ تو نہیں تھا؟

لکشمن جی نے کہا کہ ہاں اسوقت تک تو خیریت ہے۔ آئندہ کا حال معلوم نہیں۔

سیتاجی رتھ پر سوار ہوئیں پہلے روز گومتی کے کنارے قیام کیا پھر گنگاجی پہنچ گئے لچھمن جی کے آنسو نکل پڑے، ضبط نہ ہو سکا چیخ مار کر رونے لگے، روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں۔ گریبان چاک کر ڈالا۔ افسوس! ہائے افسوس!! کے سوا منہ سے کچھ نہ نکلا۔

سیتاجی نے کہا، اے لکشمن! تم کس لئے روتے ہو۔ ہماری بہت دنوں سے گنگا اشنان کرنے کی ابھیلاشا تھی۔ ایشور نے آج پوری کر دی۔ تمکو شری مہاراج کی خدمت سے علیحدہ ہوئے دو ہی روز ہوئے ہیں۔ اسقدر روتے ہو۔ مجھے بھی شری مہاراج کی الفت ہے۔ مگر دھرم کی وجہ سے دل پر قابو ہے۔ دھیرج ساتھ دے رہا ہے۔ دھرم بڑی چیز ہے۔ طبیعت کیوں نڈھال کئے دیتے ہو۔ چلو جلدی اشنان کریں اور اپنے گھر چلیں۔ لچھمن جی نے کچھ جواب نہ دیا۔ اور سیتاجی کو کشتی پر سوار کر کے گنگاجی کے اس پار لے گئے۔ اور سومنت وزیر اس کنارے رتھ لئے انتظار کرتے رہے۔

لچھمن جی نے بہت مشکل سے دل کڑا کر کے سیتاجی سے کہا، اے مہا مائی! شری مہاراج نے آپ کو جلاوطن کر دیا ہے۔ بہت سے لوگوں کا خیال ہے کہ سیتاجی راکشش کے گھر رہیں۔ یہ کلنک مہاراج سے سہا نہیں گیا۔ ماتاجی! مہاراج کی آگیا ماننی پڑی۔ اتنا کہنے کے بعد لکشمن جی کچھ نہ بول سکے۔ گلا بھر آیا ڈھاریں مار کر رونے لگے۔ سیتاجی کے بھی آنکھوں سے آنسو نکل آئے۔ دل اُمنڈ آیا اور اپنی بے گناہی کا خیال کر کے خودداری کے ساتھ بولیں

لچھمن بھیا! مجھے اس سے مطلب نہیں کہ دنیا مجھے کیا کہتی ہے۔ مجھے تو یہ دیکھنا ہے کہ مہاراج کی نگاہیں میری طرف سے کیسی ہیں؟ اُن کا میری طرف سے کیا خیال ہے؟ جو اصل بات ہے وہ صاف صاف بتاؤ۔ چھپانے کی ضرورت نہیں ہے۔

اتنا کہکر سیتا جی نے لچھمن جی کے چہرے پر نظریں جمادیں گویا وہ چہرے کے اُتار چڑھاؤ سے اصل حقیقت کو سمجھنے کی کوشش کر رہی ہیں۔

لکشمن جی نے سر جھکا لیا۔ اور کہا "ماتا جی! مہاراج کا دل آپ کی طرف سے بالکل صاف ہے۔ وہ تو خود آپکی پاکدامنی اور بے گناہی کے ایک ایک ثبوت اور دلائل پیش کر رہے تھے۔ اسکے بعد سبھا کے اندر جو واقعہ پیش آیا حرف بہ حرف بیان فرما دیا۔

لکشمن جی سے کل واقعات سُنکر سیتا جی کا کلیجہ پاش پاش ہو گیا۔ قسمت پر شاکی ہو کر کہنے لگیں "برہما نے ہمکو دُکھ دینے کے لئے پیدا کیا۔ لیکن میں برہما کا نام کیوں لوں مجھ سے پورب جنم میں کوئی بڑا بھاری اپرادھ ہو گیا ہو گا۔ اسی وجہ سے تو شری مہاراج نے بے قصور خدمت سے علیحدہ کر دیا ہے۔ اس سے پہلے بھی بڑی تکلیفیں اُٹھائیں اور مصیبتیں جھیلیں۔ لیکن شری مہاراج کی ہمراہی میں جنگل کے کانٹے بھی پھول ہو گئے۔ دُکھ کو ہمیشہ سُکھ سمجھتی رہی۔ لیکن اے لچھمن بھیا! جب رشی لوگ مجھ سے یہ سوال کریں گے کہ شری مہاراج نے تمھیں کس کارن علیحدہ کر دیا تو میں کیا جواب دونگی۔ بس مناسب یہی ہے کہ میں گنگا جی میں ڈوب کر مر جاؤں۔ لیکن دل میں خیال آتا ہے کہ گربھ میں راج بنس ہے۔ وہ نشٹ ہو جائیگا۔ سو میں دُکھ بھوگوں گی۔ ساس جی سے میری طرف سے ہاتھ جوڑ نا کہ ہم سے جو کچھ بھول چوک ہوئی ہو معاف کرنا۔ اور شری مہاراج سے اتنا ضرور کہنا کہ آپ انتریامی ہیں۔ نیک و بد آپ سے چھپا نہیں۔ میرے دامنِ عصمت پر کوئی دھبہ نہ تھا مگر آپ نے ہو کھلوں اور جاہلوں کے کہنے سے مجھکو چھوڑ دیا۔ اب سوال یہ کہ جھوٹ موٹ کے کلنک لگنے سے تو آپ اتنا ڈرتے ہیں۔ لیکن ایک بے گناہ حاملہ عورت کو اُسکے گھر سے بے بس کر کے نکال دینے سے بالکل نہ ڈرے؟

جانکی جی یہ کہتے کہتے وفورِ غم سے خاموش ہو گئیں اور لکشمن جی بحرِ رنج و الم میں ڈوبے ہوئے ناؤ پر سوار ہو کر گنگا کے اس پار چلے آئے۔ اور اسکے بعد کچھ لڑکے سیتا جی کو ساتھ لیکر رشی بالمیک کے آشرم میں لے گئے۔ جہاں سیتا جی اپنی زندگی گزارنے لگیں۔

لچھمن جی جب دریا کے اس پار آئے تو سومنت وزیر نے اجودھیا کی روانگی کے وقت ایک قصہ چھیڑا

کہ دُرباسا رشی آتری مُنی کے لڑکے گرو وسشٹ کے استھان پر بیٹھے ہوئے تھے اور ہمارے پتا بھی ہمیں ساتھ لیکر گرو وسشٹ جی کے درشنوں کے واسطے گئے۔ راجہ

دشرتھ پہلے ہی براجمان تھے۔ رشیوں سے سوال کیا کہ ہمارے لڑکوں کی کتنی اولاد ہوگی۔ اور شری رامچندر کی عمر کتنی ہے۔ اور انکی اولاد کتنی ہوگی۔ ہمارے خاندان والے دھرم پر چلیں گے یا نہیں۔

بشسٹ جی کے یہاں بہت سے رشی بیٹھے ہوئے تھے۔ دھرم چرچا ہو رہا تھا، دُرباشا رشی نے جواب دیا کہ دیو اُسر سنگرام میں راکشسوں کی فتح اور دیوتاؤں کی شکست ہوتی۔ برہسپت جی کی مدد سے پھر دیوتاؤں نے دیتیوں پر چڑھائی کی یلغار بولدیا۔ نشاچ بھاگ گئے۔ اُن دنوں شکراچارج دیوتاؤں کے گرو سمادھی لگائے بیٹھے تھے۔ دیت شکست کھاکر بھاگے۔ اور بھرگ رشی کی پناہ میں آئے۔ بھرگ جی نے دعا دی تم لوگ بیخوف رہو۔ جب دیوتا اپنی حالت کو سنبھالیں گے تب تک راکشش اور بڑھ جائینگے۔ اندر نے دیتیوں پر دھاوا کیا۔ کُشت و خون کیا لیکن اُن شُشوں پر فتح نہ پاسکے۔ لاچار اندر جی بشن کے پاس گئے۔ اور سب حال کہہ سنایا۔ بشن نے سدرشن چکر کو اشارہ دیا اور اس سے بھرگ رشی کی اہلیہ کا سر کاٹ لیا۔ اتنے میں بھرگ آگئے اور استری کو مرا دیکھکر بشن کو سراپ دیا کہ بشن! عورت کا مارنا یوں ہی بُرا ہے۔ اور اسپر برہمن کی استری۔ اسلئے انسان کے جامے تمہارا اوتار ہوگا۔ اور تم مایا میں پھنس جاؤگے۔ عورت سے جدائی ہوگی اور اسکے ہجر میں انسانوں کی طرح سر پر ہاتھ رکھکر روؤگے۔

یہ سراپ سُنکر بشن جی مسکرا دیئے۔ اور سراپ قبول کرلیا۔ اور پھر بھرگ جی نے پشیمان ہوکر معافی مانگی۔ بشن جی بولے اُس سراپ سے تو پرتھوی کا ادھار ہوگا۔ سوچ کیوں کرتے ہو۔ دنیا کا بھلا ہوگا۔

اے راجہ دشرتھ شری رامچندر جی بشن کا اوتار ہیں۔ ہزاروں برس راج کرینگے سیتا جی کے گربھ سے دو لڑکے ہونگے لیکن بڑے تجسوی ہونگے۔

لکشمن جی بڑا بلدھ بڑی چیز ہے۔

لکشمن جی اور شری رامچندر کی آپسمیں باتیں

شری رامچندر جی نے لکشمن جی سے کہا کہ جو راجہ راج کاج میں دل نہیں لگاتا اور انصاف نہیں کرتا اور آج کا کام کل کو اٹھا رکھتا ہے اور قیمتی وقت برباد کرتا ہے۔ اسکا پھل بہتر نہیں لگتا ہے۔ ایسے راجہ نرک میں پڑتے ہیں۔

نرگ نامی ایک راجہ برہمنوں کی سیوا بہت کیا کرتے تھے۔ گئو دان ہر روز ہوتے تھے

ایک روز اشنان کرنے کے بعد برہمنوں کو بہت سی گئوویں دان کیں۔ سنکلپ کی ہوئی گئو ہر برہمن اپنے اپنے گھر لے گیا۔ دوسرے روز اتفاق ایسا ہوا کہ ایک سنکلپ کی ہوئی گئو برہمن کے یہاں سے بھاگ کر راجہ کے گایوں کے جھنڈ میں جا ملی اور وہ گئو دوبارہ ایک برہمن کو سنکلپ ہوگئی۔ پہلا برہمن کنکھل دیش کا رہنے والا تھا۔ جب اُس نے وہ گئو دوسرے برہمن کے ہاتھ میں دیکھی تو کہا کہ بھائی یہ گئو ہمکو سنکلپ ہوئی تھی۔ وہ برہمن بولا ہمکو ہوئی تھی۔ دونوں میں حجت تکرار بڑھی اور یہاں تک نوبت پہونچی کہ راجہ کے سامنے یہ مقدمہ پیش ہوا۔ برہمنوں نے کہا کہ یہ گئو آپ نے کس کو دان کیا تھا۔ راجہ بڑے الجھیڑے میں پڑ گیا کہ یہ مقدمہ بھی عجیب قسم کا ہے۔ برہمنوں کو ٹکا لیا کہ سوچ کر جواب دیا جاویگا۔

برہمن بہت دنوں تک ٹکے رہے۔ مگر کوئی جواب شافی نہ ملا۔ آخر تنگ آکر برہمنوں نے سراپ دیا کہ ہزاروں برس بے آب و دانہ آکاش میں گرگٹ کی طرح رہو گے۔ جب کرشن اوتار ہوگا تب گرگٹ جون سے نجات پاؤ گے۔ اور کرشن اوتار دواپر کے انت میں اور کلجگ کے شروع ہونے پر ہوگا۔ جب پاپیوں کے بوجھ سے پرتھوی پیڑت ہو جائیگی تب بشن جی کرشن اوتار لیں گے۔ اور تمہارا اُدھار ہو جاوے گا۔

سراپ دیکر دونوں برہمن اپنے اپنے گھر گئے۔ اور گئو کسی تیسرے برہمن کو دیدی گئی۔ اے لچھمن جو راجہ انصاف نہیں کرتے اور غریبوں کی فریاد نہیں سنتے اور اپرادھیوں کو سزا نہیں دیتے اور بے قصور بچارے سزا پاتے ہیں ان کا حال راجہ نرگ جیسا ہوتا ہے۔ تم راج کو دیکھو اور ایسی تدبیر کرو کہ بے قصور کوئی سزا نہ پاوے۔ اور فریادی اپنی داد کو پہونچیں۔

شری مہاراج کی باتیں سنکر لچھمن جی نے ہاتھ جوڑ کر کہا کہ مہاراج راجہ نرگ بے قصور تھے۔ دانستہ فعل کا ارتکاب نہیں کیا۔ برہمنوں نے ناحق کیوں سراپ دیا۔ شری مہاراج بولے وہ برہمن نہ تھے۔ ایک نارد تھے دوسرے پربت رشی۔ برہمن روپ سے راجہ نرگ آزمائش کرتے تھے۔ (پھر شری مہاراج نے کتھا شروع کی)

راجہ نرگ نے کہا جیسا ہمارا اپرادھ تھا ویسی پھل ملا۔ اب آگے برہمنوں سے ڈرنا چاہئے۔ اور اپنے بزرگوں کو سمجھا کر کہا کہ ہمارے بیٹے کو راج دیدو۔ اور ہمارے واسطے تین کوپ کھدواؤ۔ ایک میں برسات دوسرے میں جاڑا تیسرے میں

گرمی سہار بت نہ کر سکے۔ اب اسی میں ہم رہیں گے۔ کوپ کے چاروں طرف پھلواری لگی ہوئی ہو۔ جب تک کرشن اوتار نہ ہوگا ہم اسی میں باس کریں گے۔

کوپ اور پھلواری بن کر تیار ہوگئی راجہ نرگ اس کوپ میں رہنے لگے۔ سراپ سامنے آ کر کھڑا ہو گیا۔ راجہ نرگ نے کہا کہ اگر چھتری سراپ نہ مانیں گے تو دوسرا کون مانے گا۔ راجہ نے سراپ سر پر لے لیا اور گرگٹ بن گئے۔

راجہ جنک کی پیدائش

شری رام چندر جی نے راجہ نیم کا قصہ چھیڑا۔ کہ راجہ نیم بارہ بھائی تھے۔ نیم بڑا حلیم خلیق اور دھرماتما تھا۔ اس نے گوتم رشی کے استھان پر جینت پور نگر بسایا اور وہیں قیام رکھا یگیہ کرنے کی آرزو دل میں سمائی تھی۔ پتا سے اجازت چاہی تھی۔ اور راجہ نیم بشسٹ کے استھان پر گئے۔ اور اپنا عندیہ ظاہر کیا۔ بشسٹ جی نے کہا کہ بالفعل تو اندر کے یہاں یگیہ کرانے جاتا ہوں۔ وہاں سے پلٹ کر تمہارا یگیہ کراؤں گا۔ کیونکہ اندر نے پہلے مدعو کیا ہے۔ جبتک ہم نہ آئیں خبردار یگیہ نہ کرانا۔ یہ کہکر بشسٹ جی تو اندر لوک کو چلے گئے اُدھر گوتم رشی راجہ نیم کو اداس دیکھکر بولے" کیوں اُداس ہو ہم تمہارا یگیہ پورا سماپت کرا دیتے ہیں۔

راجہ نیم یگیہ کرانے لگ گئے۔ دو ہزار برس تک یگیہ ہوتا رہا۔ اتنے میں بشسٹ جی اندر کا یگیہ پورا کرا کے یہاں آئے اور گوتم رشی کو یگیہ کراتے دیکھا۔ اور بشسٹ جی دروازہ پر کھڑے رہے اسوقت راجہ نیم گہری نیند میں سو رہا تھا۔ بشسٹ جی کے دل میں آگ بھڑکی۔ سراپ دیدیا کہ جسطرح تم نے ہمارا انزاد کیا ہے اسی طرح تمہارا بھی شریر نشٹ ہو جائے گا۔ راجہ نیم نے جب یہ خبر پائی تو انکی حیرت کی انتہا نہ تھی۔ چہرہ سُرخ ہو گیا کہ" تمہارا بھی شریر نشٹ ہو جائیگا"۔ کیونکہ تم نے سوتے میں سراپ دیا ہے۔ اور تمہارا آنا مجھے معلوم نہ تھا۔ اور سوتے میں سراپ دینا بھی منع ہے۔

شری رامچندر جی کہتے ہیں کہ راجہ نیم بھی بڑا تپسوی تھا اور دھرماتما تھا اسلئے دونوں نے اپنے چولے چھوڑ دیئے۔ مگر لچھمن جی بولے کہ بشسٹ جی تو اب بھی ہمارے گرو ہیں۔ کیا اپنے جامہ میں دوبارہ آگئے؟ اور پھر راجہ کا کیا حشر ہوا۔

شری مہاراج بولے دونوں وایو روپ ہو گئے تھے۔ بشسٹ جی تو وایو روپ ہو کر برہما کے پاس پہونچے اور پرنام کیا۔ اور اپنی کہانی سنائی کہ راجہ نیم کے سراپ سے وایو ہو گیا ہوں۔ آپ کوئی ایسی تدبیر بتائیں جس سے میرا اصلی شریر مجھے پھر مل جائے۔

برہما جی نے کہا کچھ دن قیام کرو۔ تمہارے جسم میں سورج کی حدت بس جائیگی۔ بششٹ جی وایو سروپ سے برن لوک گئے۔ وہاں مِتر نامی سورج بھی جیسے سمندر سے قریب جہاں برن دیوتا کا باس تھا آ گئے۔ اُرسبی اپسرا بھی موجود تھی۔ برن نے اُرسبی سے غرض جتائی کہ ہمارے ساتھ سرت کرو۔ اُرسبی بولی میرا تمہارے ساتھ کیسے سرت ہو سکتا ہے میں تو مِتر پر عاشق ہوں۔ وہ پہلے ہمارے ساتھ سرت کریں گے۔ برن نے کہا تمکو دیکھکر دل قابو سے نکلا جاتا ہے۔ اتنے میں برن کا ویرج پات ہو گیا اور اس ویرج کو کسی سبوچہ میں بند کر دیا گیا۔ ادھر مِتر کا ویرج بھی نکل پڑا۔ مِتر نے بھی اُ گھڑے میں اپنا ویرج رکھ دیا۔ اُرسبی مِتر کے پاس بیٹھ گئی۔ اور وہ یہ تو جانتی تھی کہ مِتر کا ویرج بھی پات ہو گیا ہے۔ مِتر نے سراپ دیدیا کہ تو ہم سے وصال کی طالب تھی برن کے پاس کیوں گئی۔ اب تو انسان کے یہاں جنم لیگی۔ کاشی نریش کی استری ہوگی اُرسبی راجہ پرورا کے پاس چلدی راجہ نے اُسکے واسطے ایک مکان بنوا دیا۔ اور وہ وہاں رہنے لگی۔ اُرسبی کے پہلے لڑکے کا نام آیو اور دوسرے لڑکے کا نام نہک ہوا یہ بیحد پرتاپی اور صاحب اقبال ہوئے کہ اندر لوک میں راجہ اندر کی پدوی مل گئی۔ لکشمن جی نے شری مہاراج سے کہا کہ وہ ویرج تو گھڑے میں بند تھا بششٹ جی کیونکر ہو گئے۔ شری رامچندر جی نے فرمایا کہ مِتر اور برن کے ویرج سے دو بچے پیدا ہوئے ایک اگست رشی۔ دوسرے بششٹ جی اشواک سے راج پروہت بنے۔

اب راجہ نیم کا قصہ چھیڑتے ہیں

جو رشی راجہ نیم سے یگیہ کراتے تھے۔ راجہ کے شریر چھوٹنے پر پھول اور خوشبویات سے اُنکی لاش کی حفاظت کرتے رہے۔ بھرگ رشی نے سوچا کہ راجہ نیم کی لاش میں پران پرتشٹھا کرنا چاہیئے۔ پران پرتشٹھا کرنے میں راجہ کی لاش پھڑکی۔ راجہ اُٹھ کھڑا ہوا۔ رشیوں نے کہا مانگو کیا چاہتے ہو۔ راجہ نیم بولا یہ جسم فانی ہے۔ اسے لیکر کیا کرونگا میں یہ چاہتا ہوں کہ تمام دنیا کے لوگوں کی آنکھ پر میرا بسیرا ہو۔ یہ سنکر دیوتا اور رشی راجہ نیم کے جسم کو متھنے لگے اور سارا جسم آتشکدہ میں ہون کر دیا۔ اُس ہون کی آگ سے راجہ جنک پیدا ہوئے۔ جو "متھ جنک" اور بدیہہ نام سے مشہور زمانہ ہوئے۔ جو انکے خاندان میں پیدا ہوتے ہیں انھیں مطلق اپنے بدن کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اسی سے بدیہہ کہلاتے ہیں۔

شری رامچندر جی نے لکشمن سے کہا کہ دیکھ بھال کر لو کہ کوئی ہمارے راج میں نالاں تو نہیں ہے؟

ایک دن دربار میں شری رامچندر اور گورو بششٹ جی، اور بہت سے رشی منی بیٹھے ہوئے تھے تو شری رامچندر جی نے لکشمن جی سے کہا کہ ذرا پتہ تو لگاؤ کہ ہمارے راج میں کوئی دکھی تو نہیں ہے۔ کوئی ظالم کسی مظلوم پر جبر تو نہیں کرتا۔

لکشمن جی دربار سے اُٹھ کھڑے ہوئے باہر آئے اور اس فکر میں غلطاں ہوئے کہ کوئی شخص راج سے نالاں تو نہیں ہے۔ چاروں طرف نظر دوڑائی، لوگوں سے پوچھا گچھا مگر کسی کی شکایت سننے میں نہیں آئی۔ لکشمن جی واپس آئے اور عرض کیا کہ مہاراج اس راج میں تو کوئی نالاں نظر نہیں آتا۔ سب خوش و خرم ہیں۔ شری رامچندر جی نے پھر ہدایت کی کہ پھر جاؤ اور اچھی طرح دیکھ بھال کر آؤ۔ بلکہ ڈھنڈورا پٹوا دو کہ کسی کو کوئی شکایت تو نہیں ہے

لکشمن جی نے تعمیل ارشاد کی۔ تمام راج دھانی میں گشت لگایا مگر کسی کو دکھی نہ پایا۔ واپسی پر ایک کتے کو دروازے پر بیٹھا ہوا پایا۔ لکشمن جی شری مہاراج کے پاس پہونچے اور راج کی خیریت سنانے کے بعد بتایا کہ ایک کتا البتہ دروازہ پر دربار کی طرف منہ کئے بیٹھا ہے۔ شری مہاراج نے کتے کو طلب کیا۔ اور کہا کہ راج استھان میں کسی کے آنے جانے کی روک تھام نہیں ہے۔ بے دھڑک ہو کر اپنی تکلیف بیان کرو۔

کتے نے سر نیاز خم کیا۔ اور اسطرح گویا ہوا " راجہ جزوکل کا مالک ہے۔ رعیت نوازی اُسکا خاص دھرم ہے۔ منصفی اور عدل گستری راجاؤں کا دستور ہے۔ جہاں یہ سب باتیں نہ ہو وہ راج جلد برباد ہو جاتا ہے۔ راجہ سنسار کا پتا ہے۔ راجہ سے دھرم کی حفاظت ہوتی ہے۔ مروت، سخاوت، تمدن، شجاعت، منصف مزاجی، رعایا پروری، تحمل خلق سلطنت گیری کے جوہر ہیں۔ یہ باتیں بڑے بڑے مہاتماؤں سے سُنی ہیں۔ اگر آپ غصہ نہ کریں تو کچھ عرض کروں۔

شری رامچندر جی نے کہا نڈر ہو کر کہے جاؤ۔

کتا بولا دھرم سے دولت اور سلطنت میں ترقی ہوتی ہے۔ ۱ مہاراج ایک برہمن سرہارتھ سدھ نے ہم پر بے قصور لاٹھی چلائی۔

شری مہاراج نے چوبدار کو بھیجکر اس برہمن کو بلوایا۔ برہمن کے چہرہ پر غضب کا جلال تھا

وہ مرتاض اور نفس کش تھا۔

مہاراج شتشن و پنج میں تھے کہ اس برہمن نے کیونکر کتے کو مارا۔ یہ ویدوان اور ریاضت کش ہے۔

برہمن بولا آپ نے کیوں یاد فرمایا۔

حکم ہوا کہ "تم نے اس کتے پر ہاتھ چلایا ہے؟ اس نے کوئی قصور کیا تھا؟ صاف صاف کہو، غصہ حرام ہوتا ہے۔ شاید اس کے پھندے میں پھنس گئے ہو۔ اکثر غصہ جان تک لے لیتا ہے۔ ایک دفعہ شمشیر آبدار سے جان بچ سکتی ہے مگر غصے کی آگ سے زندگی بچنا دشوار ہے۔ تمام عمر کے جپ تپ، یگیہ، برت، دھیان، تیرتھ، سب کے پھل ضایع ہو جاتے ہیں۔ دیکھو جتنی اندریاں بدن میں ہیں سب آتما کی دشمن ہیں۔ ہر ایک میں ہتھنا جیسی صفت ہوتی ہے سب اپنی اپنی طرف کھینچتی ہیں۔ دیکھو ایک بار دفعتاً گھوڑا اگر باگ توڑا کر بھاگے پھر بھی باندھ لیا جاتا ہے۔ مگر اندریاں جب قابو سے باہر ہو جاتی ہیں تو پھر سنبھالے نہیں سنبھلتی ہیں۔"

برہمن مہاراج کی باتوں سے شرمندہ ہوا اور سر جھکا لیا۔ اور بولا "مہاراج آپ کا کہنا سچ ہے۔ غصہ بڑا بھاری دشمن ہے۔ میں غصہ کے تابع ہو گیا بھیک مانگنے نکلا۔ کچھ ہاتھ نہ آیا۔ یہ کتا راستہ میں بیٹھا تھا۔ میں بھوک سے مجبور تھا۔ کئی دن کا بھوکا تھا۔ غصہ آ گیا تھا۔ لکڑی مار دی۔"

شری مہاراج نے کتے سے پوچھا تم کیوں راستہ میں بیٹھے؟

کتا بولا۔ مہاراج میرا ہمیشہ کا قاعدہ ہے کہ جدھر سے مہاتما لوگ نکلتے ہیں بیٹھ جاتا ہوں تاکہ انکے قدموں کی خاک اُڑ کر میرے سر پر پڑے۔ کسی کا کچھ نقصان نہیں کیا اور نہ کسی کو ستایا۔

پھر شری رامچندر جی برہمن سے مخاطب ہوئے "تم کیا کہتے ہو؟"

برہمن مقر ہوا کہ "بیشک خطا وار ہوں۔ جو چاہیے سزا دیجیے۔"

شری بھگوان نے منتریوں سے پوچھا کہ اسکی کیا سزا ہے۔ انھوں نے جواب دیا کہ دھرم شاستر کی رو سے یہ برہمن کسی سزا کا مستحق نہیں ہے۔ شاستر ہدایت دیتا ہے کہ جس کے ساتھ اس نے خطا کی ہے وہی جو سزا تجویز کرے۔ اور وہ معاف کرے تو چھوڑ دیا جانا چاہیے۔

اہل مجلس نے کتے سے پوچھا کہ تم کیا چاہتے ہو، کتا بولا کہ مہاراج اسے برہمنوں کا

کر دیا جائے۔ جتنی دکشنا، سنکلپ اور دان برہمن پاتے ہیں اسمیں کچھ حصہ اسکا بھی قائم ہو
شری مہاراج نے کُتّے کی عرض قبول کی اور اسکو برہمنوں کا راجہ بنا دیا گیا۔ اور ایک ہاتھی اپنی طرف سے عطا کیا۔

اہل مجلس نے پوچھا کہ یہ تو سزا دلوانے کے لئے آیا تھا۔ اُلٹے برہمن کو راجہ بنا دیا۔ اسکا کیا سبب ہے؟

شری مہاراج بولے اسکا سبب کُتّے ہی سے پوچھو

کُتّے نے کہا کہ میں پچھلے جنم میں برہمنوں کا راجہ تھا۔ جو دان کی رقم ملتی تھی وہ برہمنوں میں تقسیم کر دیتا تھا۔ اسمیں سے کچھ تھوڑا اپنے لئے بھی رکھ لیتا تھا۔ اس قصور سے آج کُتّے کے جنم میں بیٹھا ہوں۔ اسلئے جو ایسے راجہ ہیں وہ سات پشت آگے اور سات پشت پیچھے دوزخ میں ڈالے جاتے ہیں۔ جو راجہ چاہے کہ کسی کو سات پشت سمیت نرک میں بھیجدے تو برہمن دیوتا۔ استری اور بالک کے مال کا مالک بنا دے۔ اس حالت میں اسکو نرک ضرور بھوگنا پڑیگا۔ اسلئے آج اس برہمن کو ہم نے بھی یہی سزا تجویز کی۔

لکشمن جی ایک گدھا اور اُلّو کو دربار میں پیش کرتے ہیں

ایک جنگل میں ایک گدھا اور اُلّو رہتے تھے۔ ایک دن گدھا اُلّو کے نشیمن پر پہونچا۔ اور کہا کہ یہ گھونسلا میرا ہے، اسے چھوڑ دے۔ اُلّو بولا تیرا کہاں سے آیا ہم نے بنایا ہے۔ حجت تکرار بڑھتے بڑھتے دونوں سری مہاراج کے در دولت پر حاضر ہوئے۔

لکشمن جی نے اُنکو لیجا کر شری مہاراج کے سامنے پیش کیا۔

پہلے گدھا نے عرضداشت پیش کی۔ "حضور ہمارا گھر اُلّو نے چھین لیا ہے۔ ہم نے بنایا تھا۔ اُلّو چاہتا ہے کہ زبردستی مالک بن جاؤں۔

مہاراج نے اُلّو کی طرف اشارہ کیا۔

اُلّو ملتمس ہوا۔ "آپ حاکم ہیں۔ آپ میں دیوتا برن اور کوبیر کا انش ہے۔ انصاف کیجئے یہ گدھا جھوٹ بکتا ہے۔ میرے گھر کو اپنا گھر بتاتا ہے۔

شری مہاراج نے حاضرین دربار سے پوچھا کہ آپ لوگ بتا سکتے ہیں کہ مکان کس کا ہے۔

اہل مجلس نے سوال کیا کہ ——— یہ مکان کب بنایا تھا۔

گدھا۔ جس وقت زمین پر انسان پیدا ہوئے۔ تب ہم نے اس مکان کی بنیاد ڈالی تھی۔

اُلّو بولا ۔ جب درختوں سے زمین سرسبز ہوئی ۔ اُسوقت ہم نے یہ مکان بنایا تھا۔
شری رامچندر جی نے حاضرین سے فرمایا " تمہاری رائے میں کون سزا کا مستحق ہے۔
اہل مجلس نے جواب دیا کہ " ہماری رائے میں گدھ مجرم ہے ۔ کیونکہ گدھ کی بات لغو معلوم ہوتی ہے ۔ جب زمین پیدا ہوئی تو پہلے پانی نکلا ۔ پانی سے کنول ، کنول سے برہما ، اور برہما کے کان سے مدھو اور کیٹبھ دو دیت پیدا ہوئے ۔ ان دونوں نے برہما کے کھانے کے لئے منہ کھولا ۔ برہما نے بھاگ کر پرمیشور کے یہاں پناہ لی ۔ پرمیشور نے مدھو اور کیٹبھ کو مارا ۔ اور انکے گوشت سے پرتھوی پیدا ہوئی ۔ تب کہیں منشیہ ہوئے ۔ تو اب ظاہر ہو گیا کہ گدھ جھوٹ بکتا ہے ۔ کیونکہ اسکے بیان سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ انسان اور پرتھوی کی پیدائش ایک ساتھ ہوئی ہے ۔ اسلئے گدھ کو سزا دیجئے ۔
اتنے میں آکاش بانی ہوئی کہ یہ سزا کے لائق نہیں گوتم رشی کے سراپ سے یہ گدھ ہو گیا ہے ۔ یہ پہلے بڑا صاحب اقبال اور ذی مقدرت راجہ تھا ۔ ایک دن گوتم بھوک کی حالت میں اسکے گھر گئے ۔ سنّو برس تک اسکے مکان پر مقیم رہے ۔ اسکے رسوئی دار نے راجہ کے لئے گوشت بنایا تھا ۔ غلطی سے گوتم کے آگے پروس دیا ۔ گوتم نے لقمہ کھایا تو گوشت تھا ۔ فرط غضب سے آپے سے باہر ہو گئے ۔ سراپ دیدیا کہ " گدھ ہو جاؤ " راجہ ڈر کے مارے قدموں پر گر پڑا اور کہا کہ مہاراج چھما کیجئے نادانستگی میں ایسا ہو گیا ہے ۔
گوتم رشی نے بھی بات کو سمجھ لیا کہ واقعی اسکا قصور نہیں ہے تب اُس نے دُعا دی کہ ایک زمانہ میں تو ایک جھگڑا لیکر شری رامچندر جی کے پاس جاویگا اور اُن کے درشن کریگا تو یہ چولا چھوٹ جاویگا ۔
آکاش بانی سُنکر شری مہاراج نے اسی وقت پائے مبارک سے گدھ کو چھو دیا ۔ گدھ فوراً ایک خوبصورت تیسوی راجہ بن گیا ۔ اور سری مہاراج کے قدموں پر گرا اور کہا کہ آپ کے کرم و فضل سے اس گھور نرک سے چھٹکارا ہوا ۔
گدھ راجہ اسی وقت بِوان پر بیٹھکر بشن لوک کو چلا گیا ۔

ایک مظلوم برہمن کی فریاد

ایک روز سری رامچندر جی دربار عام میں جلوہ افروز تھے کہ چوبدار حاضر ہوا ، قدمبوس ہوکر عرض کی کہ در دولت پر ایک برہمن ایک لڑکے کی لاش لئے کھڑا رو رہا ہے ۔

مہاراج نے دربار میں بلالیا۔ برہمن نے سر پیٹ لیا۔ مردہ لڑکا سامنے رکھدیا اور کہا:۔ نہ جانے پورب جنم میں کیا گناہ کیا تھا کہ یہ لڑکا مر گیا۔ ہائے ہائے بیٹا کہکر روتا تھا اور اپنے پچھلے پاپوں کا دھیان کرتا تھا۔۔ پانچہزار برس ریاضت کی تب کہیں لڑکے کو پایا۔ ہائے بالغ بھی نہ ہوا تھا کہ بچپن ہی سے موت اٹھا کر لے گئی۔ اسکی ماں کا حال اسکے غم میں ابتر ہو رہا ہے معلوم نہیں زندہ بھی ہے یا مر گئی۔ مہاراج میں نے کوئی پاپ نہیں کیا اور نہ کسی جیو کو آجتک کوئی صدمہ پہونچایا اگر یہ کہا جائے کہ میری استری نے کوئی پاپ کیا ہے یہ بھی غلط ہے استری کیا، ہمارے خاندان بھر میں کوئی ادھرمی ہوا ہی نہیں۔ میرا تو خیال ہے کہ جبتک ہم لوگوں نے زندگی بسر کی دیو کرم اور پنتر کرم اور رشی کرم کر کے زندگی سپھل کی۔ نہ آجتک شری مہاراج کے راج میں یہ سننے میں آیا کہ کوئی شخص بے موت مرا ہو۔ مہاراج اس لڑکے کو جس طرح بنے زندہ کیجئے۔ اگر نہ زندہ ہوگا تو در دولت پر میری اور اسکی ماں کی دو جانیں تصدق ہو جائینگی۔ کیونکہ یہ لڑکا بے وقت بغیر ادھرم کے مرا ہی نہیں ہے، مہاراج آپ نے ادھرم کیا ہے۔ تب اسکی موت آئی ہے۔ ورنہ اشواک بنس کے بڑے بڑے دھرموان راجہ ہو کر گذرے ہیں۔ مجال نہ تھی کہ کوئی بے وقت مر جائے یا باپ بیٹھا رہے اور بیٹا فوت ہو جائے۔ مہاراج آپ کے راج میں بڑا کلنک لگے گا۔ اسے زندہ کیجئے۔

شری مہاراج غور کرنے لگے مگر کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی۔ کہ یہ لڑکا اکال موت کیوں مرا ہے۔ شری مہاراج نے بششٹ منی اور حاضرین دربار کی طرف اشارہ کیا (جس میں بڑے بڑے رشی منی اور پنڈت موجود تھے)

حاضرین دربار شری مہاراج کی طرف مخاطب ہوئے۔

سوال یہ تھا کہ وہ لڑکا کیوں اکال مرتیو مرا؟

نارد جی بولے۔ کہ ست جگ میں صرف برہمن تپ کیا کرتے تھے۔ تپ کا پھل برہمنوں کی خدمت سے چھتری، ویش اور شودروں کو ملتا تھا۔ سب لوگ دھرماتما تھے۔ اکال مرتیو نہ ہوتی تھی۔ تریتا کے شروع ہوتے ہی چھتریوں نے تپسیا شروع کر دی۔ برہمنوں کی وہ عزت جاتی رہی۔ اسلئے دھرم کا ایک پاؤں ٹوٹ گیا۔ اور تیج کا ایک انس بھی کم ہو گیا۔ برہمن گوشت خوری بھی کرنے لگے۔ اور جھوٹ بولنا بھی اختیار کیا۔ اسی طرح جب دواپر جگ ہوگا ویش بھی تپسیا کرینگے۔ دھرم کے صرف دو چرن رہ جائیں گے۔ ویش لوگوں کا مقولہ ہوگا کہ برہمن اور چھتری ہم سے بڑے نہیں ہیں۔ اور جب کلجگ آئے گا تو

کھشتری، دیش اور شودر تپسیا کریں گے۔ ادھرم کی ترقی ہوگی۔ دھرم کا نشان نہ رہیگا۔ نیچ قوم اپنے کو بڑا سمجھے گی۔ مہاراج جس راجہ کے راج میں ودیا اور دھرم کر کے اپدیش ہوتے ہوں، اسکا آدھا پھل راجہ کو ملتا ہے۔ اسلئے رعیت نوازی اور عدل گستری راجہ پر فرض ہے۔ آپ اپنے راج میں گشت لگائیں۔ اور دیکھیں کہ کون پاپی ہے۔ تب اس لڑکے کے مرنے کا راز خود بخود افشا ہو جائیگا۔

شری مہاراج نے اس لڑکے کی لاش تیل میں رکھوا دی۔ (تیل میں رکھنے سے بدن گلتا نہیں) پھر پشپ بیوان طلب کیا۔ اسپر سوار ہو کر چاروں طرف گشت لگایا۔ اور تلاش کرنے لگے کہ ہماری ریاست میں کون ادھرمی کہاں رہتا ہے۔

پہلے پچھم گئے۔ پھر اُتر کی طرف پھرے پھر پورب نکل گئے۔ لیکن کوئی ادھرمی اور پاپی کہیں نہ ملا جب دکھن میں بندھیاچل پہاڑ پر پہونچے تو دیکھا کہ ایک مرد سر نیچے اور پاؤں ٹنگائے تپسیا کر رہا ہے۔ مہاراج اسکے پاس گئے۔ پوچھا کیا چاہتے ہو۔ اور تمہاری ذات کیا ہے۔؟

تپسوی بولا "میں قوم کا شودر ہوں، لیکن دیو لوک جیتنے کی ہوس میں تپسیا کرتا ہوں۔ اور میرا نام سمبیک ہے۔

مہاراج نے شمشیر آبدار سے اسکا سر کاٹ لیا۔ لاش پھڑکنے لگی۔ دیوتاؤں نے مہاراج کی تعریف کی اور کہا کہ اب تم ہم سے بردان مانگو۔

مہاراج نے یہ بردان مانگا کہ اس برہمن کا لڑکا زندہ ہو جاوے۔

دیوتاؤں نے کہا کہ وہ کب کا زندہ ہو گیا ہے بلکہ اپنے گھر بھی پہنچ گیا ہے۔ مہاراج اگست رشی کا استھان یہاں سے بہت قریب ہے۔ بارہ برس ریاضت کرتے گزر گئے اور وہ آج نکلیں گے۔ آپ درشن دیجئے

شری مہاراج دیوتاؤں کو پشپ بوان پر سوار کر کے اگست رشی کے استھان پر اترے اگست رشی شری مہاراج کو آتا دیکھکر دوڑے اور آسن پر بٹھا کر پرارتھنا کی۔ دیوتا نرگن راہی ہوئے۔

اگست رشی بولے زہے نصیب، آپ کے درشن ہو گئے۔ آپکی زیارت کی تمنا ایک مدت سے دلمیں لئے تھا۔ آج مراد پوری ہوئی۔ آج رات اسی استھان پر بسرام کیجئے۔

رشی نے ایک ہیرے کا کنگن شری مہاراج کو بھینٹ کیا۔ مہاراج نے لینے سے انکار کیا اور کہا ہمارا دھرم چھتری ہے۔ اور چھتری غریبوں کو دکھ دینا نہیں چاہئے۔ آپ کیوں اتنے دنوں کی

کمائی کھوئے دیتے ہو۔ یہ آپ کے کام آئیگا۔ اگست رشی بولے جس وقت دنیا کی آفرینش ہوئی اسوقت کوئی راجہ نہ تھا۔ خلقت پریشان تھی۔ برہما نے خیال کیا کہ بغیر راجہ کے دنیا کا کام نہیں چل سکتا۔ انھوں نے دیوتاؤں کا راجہ اندر کو بنایا۔ اور ہم لوگوں کے لئے راجہ کی ضرورت ہوئی۔ کیونکہ راجہ میں برن، اندر، کوبیر، سورج، جمراج کا انس ہوتا ہے اور وہ پاپ اور پُن سے علیحدہ ہوتا ہے۔ جو جیسا کرتا ہے سزا پاتا ہے اور سزا دینے والا راجہ ہوتا ہے۔ سزا دینے کا پاپ راجہ کو نہیں ہوتا۔ پھر آپ کو اس زیور کے لینے میں کیا توقف ہے۔ آپ اسے قبول کریں۔

سری مہاراج نے وہ کنگن لے لیا۔ اور دریافت کیا کہ وہ کنگن آپ کو کس طرح ملا۔

اگست رشی کی زبانی کنگن کا بیان

اگست رشی بولے کہ ترینا جگ میں تمام دنیا کا گشت لگاتا ہوا ایک ایسے ملک میں گزر ہوا جہاں سو جوجن لمبا ایک جنگل تھا۔ مگر جنگلی جانوروں کا نام ونشان نہ تھا اور نہ رشی لوگ عبادت کرتے تھے۔ مگر جنگل کیا تھا ایک باغ خوشنما تھا۔ طرح طرح کے درخت، قسم قسم کے پھول، انواع اقسام کے پھل پیدا ہوتے تھے۔ آدمی اور جانور کا پتہ نہیں۔ اس جنگل کی سیر کرتا ہوا ذرا آگے بڑھا۔ تو ایک تالاب جو جوجن بھر لمبائی کا دکھائی دیا۔ تالاب پر ہنس۔ چکوے چکوی اور بہت سے آبی پرندے دکھائی دیئے وہاں کا منظر دیکھکر طبیعت بشاش اور روح تازہ ہوگئی۔ رات بھر تالاب کے کنارے بیٹھا رہا۔ نور کے تڑکے اشنان کرکے اس تالاب کے گرد پھرا۔ تو ایک مقام پر ایک مردہ پڑا دیکھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس نے ابھی دم توڑا ہے۔ گھنٹہ بھر تک لاش کو دیکھتا رہا۔ اتنے میں ایک بوان آسمان سے اترا۔ اس پر بہت سی گل اندام حوریں سوار تھیں۔ ان کے درمیان ایک دیوتا براجمان تھا۔ یہ حوریں کوئی چنور ہلاتی تھیں اور کوئی گانا سنا رہی تھیں اور کوئی ساز بجا رہی تھیں۔

دیوتا بوان سے اترا اور لاش کی بوٹیاں نوچ نوچ کر کھانے لگا۔ مگر لاش جیوں کی تیوں رہی۔ پھر تالاب میں ہاتھ منھ دھویا اور بوان پر چڑھا۔ سُرگ لوک جانے کی ٹھانی میں نے اس سے پوچھا۔ تم کون ہو؟ دیوتا ہوکر مُردے کا گوشت کھاتے ہو۔

کہنے کو تو کہہ گیا مگر میرے رونگٹے لرزنے لگے۔

دیوتا بولا:- پورب جنم میں بیدربھ دیش کی بادشاہت میرے ہاتھ آئی - ہم دو بھائی تھے۔ ہمارا نام شویت اور دوسرے کا نام سورتھ تھا۔ پتا کا انتقال ہوگیا

اور حکومت میرے ہاتھ آئی۔ ایک ہزار برس تک راج کیا۔ میں سلطنت کے عیش میں اتنا محو ہوا کہ دیو کرم۔ پتر کرم، دان پن سب چھوٹ گئے۔ اُن ہی دنوں میں کچھ رشی میرے یہاں تشریف لائے۔ میں نے اُن سے سوال کیا کہ میری زندگی اب کسقدر باقی ہے۔ جواب ملا کہ تھوڑے ہی دن اب باقی رہ گئے ہیں۔ میں راج پاٹ بھائی کو سپرد کر کے جنگل کو نکل گیا۔ اور تپسیا کرنے لگ گیا۔ ایک ہزار برس تک ریاضت کی۔ عمر کے دن پورے ہوگئے۔ روح قالب سے نکل گئی۔ مرنے کے بعد برہم لوک جانے کی ہدایت ہوئی۔ بھوک اور پیاس سے دکھی تھا۔ برہما سے پوچھا کہ برہم لوک میں تو بھوک اور پیاس نہیں ہوتی لیکن میں اسقدر کیوں بیتاب ہوں؟ برہما بولے "جسقدر بھوک لگے اپنے بدن کی بوٹیاں کھالیا کرو۔ میں نے کہا یہ کیوں؟ جواب ملا "راجہ ہو کر راجسی کرم چھوڑ دیئے۔ دان پن مطلق نہیں کیا۔ ریاضت میں بھی یہ حال رہا کہ پھول پھل اکیلے اکیلے ہی بھوجن کئے۔ ایک دانہ تک خیرات نہ کیا۔ کہاں سے بھوجن ملیگا۔ تپ کا پھل یہ ملے گا کہ تمہاری لاش بگڑنے نہ پائے گی جس وقت اگست رشی سے ملو گے اور کچھ پیش کرو گے تب تمھیں بھوجن ملیگا اور یہ تکلیف جاتی رہیگی۔

وہ شخص جسے دیوتا سمجھے تھے میرے پیروں پہ گر پڑا اور کہنے لگا کہ آپ ہی اگست رشی ہیں۔ اس تکلیف سے نجات دیجئے۔ یہ کہکر یہ کنگن ہمارے حوالے کیا۔ ہم نے دکھی جان کر کنگن لے لیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ لاش نظروں سے غائب ہوگئی۔

اسلئے آپ اسے قبول کیجئے یہ دیوتا کا دھن ہے۔

جس وقت راجہ دشرتھ کے کوئی اولاد نہ تھی تو اسوقت گرو بششٹ جی سے کہتے ہیں

راجہ بولے تین ویواہ کئے — پر آس لتا ہری نہ ہوئی
ہے چوتھا پن آنے والا — اب تک وہ شبھ دن گھڑی نہ ہوئی
کیا جانے کیا ہے بھوشیہ — جو اتنا گھور اندھیرا ہے
میں نربل ہوتا جاتا ہوں — اس پر دکھ نے گھیرا ہے
وہ درخت کس کام کا پیدا نہ جس میں پھل ہووے
شوبھا پاتا وہ بیکھ نہیں جسمیں نہ نکھر جل ہووے

ہے ناتھ وہی اب یتن کرو　　جس سے یہ ہو دے پر بھلت ہو
ان آنکھوں میں بھی ہو پرکاش　　یہ آتما بھی کچھ ہرشٹ ہو
کم سے کم ہو ایک پتر　　جو ونش بڑھانے والا ہو

سُنکر راجہ کی ویتھا ، بولے گرو تتکال
چنتا اسکی پتر تھ ہے ، کرو نہ ادھکا خیال

چنتا ہے بڑی چتا سے بھی　　گھن کے سمان لاگ جاتی ہے
مُردے کو چتا جلاتی ہے　　چنتا جینے کو کھاتی ہے
ہو جائے پتر کبھی کہیں　　تو موہ لگ ہے چھاتی پر دیتا
راجہ ! او چار پتر تھے ہے　　بیٹے سے نام نہیں چلتا
حرف دھرو ، پرہلاد کوں نے　　پتروں کا نام چلایا ہے

یہ سنتے ہی ہو گئے ، دشرتھ ڈانواں ڈول
لیکن گرو کے سامنے ، سکے نہ زیادہ بول

شری رامچندر جی نے بھرت جی سے اشومیدھ جگ کے بارے میں ذکر کیا کہ کرنا چاہیئے

بھرت جی نے شری مہاراج سے کہا کہ مہاراج اشومیدھ جگ ضروری اور ضرور کرنا چاہیئے ، تو شری رامچندر جی نے تائید کی اور کہا کہ ضرور ہونا چاہیئے اور پھر مہاراج نے اشومیدھ جگ کے پھل بتانے لگے ۔

آپ نے فرمایا کہ زمانہ سلف میں کرو نامی ایک راجہ گزرے ہیں ۔ ان کے لڑکے ایل نامی بڑے پرتاپی ہوئے ۔ اُنکے عہد میں رعیت بڑی خوشحال رہتی تھی ۔ ایک دن شکار کی تلاش میں کسی ہرن کے پیچھے گھوڑا دوڑا دیا ۔ ہرن نے زقند ماری اور چھلاوہ دیا ۔ ایک لق و دق صحرا میں پہونچے یہ وہ مقام تھا جہاں سوم کارتک جی نے جنم لیا تھا ۔ اور اُسوقت شیوجی پاربتی کے ساتھ سیر و تفریح میں مصروف تھے ۔ پاربتی کو غیر مرد کے آجانے سے حجاب ہوا ۔ شیوجی نے پرارتھنا کی کہ جو کوئی اس جنگل میں آئے استری روپ ہو جائے ۔ اسی دن سے جتنے پشو پنچھی درخت تھے سب عورت ہو گئے ۔ راجہ کی فوج تلاش کرتے کرتے وہاں آئی وہ بھی اس جنگل میں قدم رکھتے ہی

زمانے ہو گئے۔ سب کو فکر ہوئی کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ سب نے شیوجی سے شکایت کی کہ کس جرم کی پاداش میں ہمکو یہ سزا ملی ہے۔

شیوجی نے مسکرا کر کہا۔ کیا عورت کا جامہ بدکار ہے"؟ کیا اسکی کچھ عزت نہیں۔؟

راجہ ال چپ ہو گئے، اور سوچنے لگے کہ کیا کروں۔ پاربتی جی سے عندیہ ظاہر کیا۔ اور کہا "مہارانی جی کرپا کیجئے۔ مرد کا جامہ دیجئے۔

پاربتی جی بولیں " اردھنگی شیوجی کی کہلاتی ہوں۔ اسلئے آدھا بردان دے سکتی ہوں آدھا مہادیوجی سے مانگو۔

راجہ کو اور بھی فکر ہوئی۔ کہ آدھے بردان سے آدھا پرش اور آدھا استری کس طرح ہونگا۔ پاربتی جی سے بولے خیر ایسا کیجئے ایک مہینہ تک مردہ کر راج کاج دیکھوں اور ایک ماہ استری رہ کر گرہستی کے دھندوں میں لگوں۔ شیوجی نے کہا، جاؤ ایسا ہی ہوگا۔

شری رامچندرجی کی اشومیدیگیہ کی تیاری

شری مہاراج نے دربار منعقد کیا۔ اشومیدیگیہ کے مشورہ کیلئے امراء اور وزراء طلب کئے گئے اور رشیوں کو بلوا دیا گیا۔ بعد صلاح و مشورہ یہ طے ہوا کہ اس سے بڑھکر اور کونسا کام ہوگا۔ اشومیدیگیہ ضرور ہونا چاہیئے۔ ویدخواں، برہمن، مرتاض اور نفس کش رشی مدعو کئے گئے۔ ہنومان جی نے لنکا سے بھبھیکھن اور رانی مندودری کو مدعو کیا۔ دیگر ممالک میں قاصد اور سفیر بھیجکر نویدیں تقسیم کئے گئے۔ یگیہ شالا گومتی کے کنارے استھاپت ہونا طے ہوا۔ چارسو ویدخواں پنڈتوں کے بغیر یگیہ پورا نہیں ہو سکتا۔ ہر ایک کی خاطر مدارات میں کسی قسم کا تکلف باقی نہ رہے۔ غریبوں اور محتاجوں میں کھانا تقسیم ہو۔ انواع اقسام کے کھانے تیار ہوں۔ یگیہ کے سامان تیل، گھی۔ مونگ، موٹھ۔ نمک۔ تل وغیرہ کافی مقدار میں ہو۔ ہر قسم کی جنس وغیرہ کا ذخیرہ کیا جائے۔ باربرداری کے جانور ہر وقت تعینات رہیں نہ معلوم کس وقت ضرورت پڑے۔ کئی ہزار گاڑی، رتھ، چھکڑے مہیا رہیں کسی قسم کی کمی نہ ہونے پاوے۔ کمی ہونے سے یگیہ پورا نہیں ہوتا۔ اور بچ رہنے سے گنجائش ہوتی ہے اسوقت سب نے کہا کہ شری جانکی جی کی سونے کی مورتی بننا چاہیئے۔ کیونکہ مہارانی موجود نہیں ہیں۔ اور بغیر استری کے یگیہ ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ دھرم شاستر میں ہدایت ہے ہے کہ اگر عورت پردیس میں ہو یا مر گئی ہو، یا بیمار ہو۔ یا ضعف پیری سے بیٹھ نہ سکتی ہو تو سونے کی مورت بنا کر استھاپت کی جائے۔ سگر توے کے حوالے مودی خانہ کا کام ہو۔ وہ

ہر شخص کی نگہداشت خوب رکھیں۔ رانی مندودری کے ذمہ راجوں مہاراجوں اور رشیوں کی مہمان نوازی ہو۔

بھرت جی کے ذمہ شاہی خزانہ سے سونا نکلواکر سیتا مہارانی کی مورت بنوانا طے پایا اور لچھمن جی زر کثیر لیکر سامان کی درستی میں مصروف ہو وے۔

لچھمن جی نے کل سامان ایک ہفتہ کے اندر لیس کر دیا۔ شری مہاراج دیکھکر بہت خوش ہوئے۔ عین یگیہ کے وقت شری والمیک جی لو اور کش دونوں شاہزادوں کو ساتھ لائے۔ اور اشومید یگیہ کو دیکھکر خوشنودی ظاہر فرمائی۔ سگریو نے پکوان سامنے رکھدیئے۔ بالمیک جی نے کھانا تناول فرمایا۔ اور لو کش کو ہدایت کر چکے تھے کہ تم لوگ رامائن کا گائن کرنا۔ راج استھان۔ یگیہ شالہ۔ اور جہاں خود بدولت کی نشست رہے ہر بھجن کرکے شری مہاراج کو آنند دیا کرنا۔ اپنے کھانے کے لئے کندمول پھل ساتھ ہیں۔ جب وقت بھوک لگے کھالینا۔ اپنی زبان سے مانگنا نہیں۔ بیس بیس سرگ رامائن کے اشلوک سریلی آواز سے مہاراج کو سنانا۔ تال سُر کا بہت خیال کرنا۔ جو کوئی تمہارے باپ کا نام پوچھے تو ہمارا نام بتانا۔ کہ اُنکے چیلے ہیں۔ سب لوگ یہی کہیں کہ والمیک کے لڑکے گیان ودیا خوب جانتے ہیں۔ روزانہ بال کانڈ میں پہلے "نارد کا اپدیش" پاٹ کرنا۔ پھر بیس بیس برگ سنانا۔ کش اور لو نے کہا بہت اچھا ایسا ہی ہوگا۔

رفتہ رفتہ یہ خبر شری مہاراج تک پہونچی کہ بالمیک جی کے دو لڑکے ساتھ آئے ہیں انکو دربار میں آنے کا حکم ہوا۔ یہ لڑکے دربار میں حاضر ہوئے۔ طنبورہ چھیڑا اور دونوں نے سُر ملاکر رامائن کے اشلوک گانے لگے۔ ہر شخص محو ہوگیا۔ کوئی جھومتا ہے۔ کوئی وجد کے عالم میں ہے۔ سب کی نظریں کش اور لو پر ہیں۔ بعضے سرگوشیاں کرتے ہیں کہ کیسے خوبصورت بچے ہیں۔ برہما نے اپنے ہاتھ سے بنائے ہیں۔ شری مہاراج سے اسقدر مشابہ ہیں کہ بال برابر فرق نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ شری مہاراج نے تین روپ دھارن کئے ہیں۔ گاتے گاتے دوپہر ہوگئی۔ شری مہاراج نے محفل کی برخاستگی کا حکم دیا۔ اور بھرت جی کو حکم ہوا کہ ان لڑکوں کو اٹھارہ اٹھارہ ہزار اشرفیاں خزانے سے دلوا دو۔ علاوہ اسکے انکی جو غرض ہو وہ پوری کی جاوے۔

بھرت جی نے اشرفیوں کے توڑے منگواکر اُن کے سامنے رکھوادیئے۔ لڑکوں نے لینے سے انکار کر دیا۔ کہ ہم بن کے رہنے والے ہیں۔ کندمول پھل کھانے والے ہیں۔

اشرفیوں کو کیا جائیں۔ یہ ہمارے کس کام کی ہیں۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ شری مہاراج نے ہری بھجن کی مہما نہیں سمجھی۔ اگر سمجھتے تو ایسا نہ کرتے۔

لوگوں کو سخت حیرت ہوئی کہ برہمن ہو کر اتنے دل کے غنی ہیں کہ ذرا لالچ نہیں۔ لاکھوں کی دولت پر نگاہ نہیں کرتے۔ سب لوگ دونوں بچوں کی باتیں سنکر شرمندہ ہو گئے۔ پوچھا کہ یہ اشلوک کس نے بنائے ہیں۔ غضب کی شاعری ہے۔ پھر خیال ہوا کہ اشلوک تو سن چکے ہیں یہ تو بالمیک کی تصنیف ہے۔ پھر پوچھا بالمیک جی کہاں ہیں۔ بچوں نے جواب دیا کہ یگیہ شالہ میں ہیں۔ چوبیس ہزار اشلوک اور پانچ سو سرگ۔ سات کانڈ بالمیک جی نے بنائے ہیں۔ اور یہ اشلوک جبتک دنیا قائم رہے گی ہر دلعزیزی کے ساتھ پڑھے جائینگے جو کتھا سنیں سنائیں گے وہ ہری کے بھگت کہلائیں گے۔

رامائین گاتے گاتے سیتا جی کی جلا وطنی تک پہونچ گئے۔ یعنی جب گربھ وتی سیتا جی کو شری رامچندر جی نے نکالدیا تب شری مہاراج کو ہوش آیا کہ یہ تو سیتا کے لڑکے ہیں۔ چوبداروں کو بلا کر فرمائش کی کہ بالمیک جی سے عرض کرو۔ کہ اگر جانکی جی میں دوش نہ ہو تو ہمارے یہاں چلی آویں۔

چوبداروں نے پیغام پہونچایا۔ بالمیک جی نے منظور کر لیا۔ شری مہاراج بھی اس مژدہ جانبخش سے بہت خوش ہوئے۔ وہ دن تو جیوں تیوں بسر کیا دوسرے دن کے انتظار میں رات بڑی مشکل سے اسی انتظار میں کاٹی کہ کل شری جانکی جی یہاں آجاوینگی۔

شری مہاراج رات بھر جانکی کی یاد میں کروٹیں بدلا کئے۔ اچھی طرح سویرا نہ ہونے پایا تھا کہ دربار میں جا کر بیٹھ گئے۔ مہاراج کے پاس بششٹ جی۔ ناردرشی۔ پربت رشی۔ بشوامتر۔ شنکراچارج۔ مارکنڈے۔ چیون رشی۔ امار دواج رشی۔ گوتم رشی پھیپھلن سنگر یو۔ اور دیش دیش کے راجے اور برہمن چھتری ویش۔ اور بہت سے مہاتما دربار میں پہنچ گئے۔ سبھوں کو سیتا جی کے آنے کا خیال تھا۔ ہر ایک کی ٹکٹکی بندھی ہوئی تھی کہ دیکھیں سیتا جی کب آتی ہیں۔ اتنے میں آگے آگے بالمیک جی اور پیچھے پیچھے جانکی جی سر نیچے کئے ہوئے چلی آتی ہیں۔ گویا برہما جی اور سرستی جی سا نخدہیں۔ مہارانی کی آنکھوں سے جل بہہ رہا تھا۔ سب کے دلوں میں رنج پیدا ہو گیا۔ سب نے سمجھ لیا کہ انھیں اپنی جلا وطنی کا ملال ہے۔ یہاں آنا نہیں چاہتی ہیں۔ مگر سارا جنم سپھل ہو گیا کہ جگت جننی مہامائی کے درشن مل گئے۔ بعضوں کی زبان سے مہاراج کی شان میں رجیا اور احسنت کے کلمے نکل رہے تھے۔ بعضے جانکی جی کے صبر و تحمل کے معترف تھے۔ بعضے شری رامچندر جی اور جانکی جی کو

مبارکباد دیتے تھے۔

غرض سیتاجی بالمیک کے ساتھ دربار میں آئیں، اور بالمیک جی نے کہا کہ سیتا عصمت اور عفت کی پتلی ہیں۔ پاکبازی اور پارسائی میں اپنا نظیر نہیں رکھتیں۔ لوگوں نے کلنک لگایا۔ شری مہاراج نے نکال دیا تھا۔ آپ لوگوں کو یقین دلاؤنگا کہ میری سی پتی ورتا عورت دیوتاؤں میں بھی نہیں ہے۔ کش اور لو جانکی جی کے نور نظر اور لخت جگر ہیں۔ ایک ہی ساتھ دونوں پیدا ہوئے ہیں آپ لوگوں کو اعتبار ہو یا نہ ہو، مگر میں تنبیہ کرتا ہوں کہ میں نے کئی ہزار برس تپسیا کی ہے میرا کُل ریاضت مٹی میں مل جاوے جو جھوٹ بولتا ہوں۔ جانکی کی پاکبازی میں کسی طرح کا شک نہیں۔ ان کا دامن عصمت دھبہ سے پاک ہے۔ اگر ذرا بھی دروغ ہو تو میری ساری تپسیا کا پھل نشٹ ہو جائے۔ میں پہلے بھی جانتا تھا اور اب تو میرے امتحان پر رہ چکی ہیں۔ ہر طرح سے دیکھ لیا۔ دھرم کرم میں ان کا قدم ڈگنے والا نہیں۔ شری رامچندر جی نے بہت برا کیا جو سیتاجی ایسی پاکباز عورت کو گھر سے بدنامی کے ساتھ نکال دیا تھا۔

شری رامچندر جی بالمیک جی اور شری جانکی جی کی طرف دیکھکر بولے آپ کا کہنا پایۂ اعتبار سے نہیں گر سکتا۔ ہمیں پہلے بھی شک نہیں تھا۔ اور اب تو بالکل جانا رہا۔ آپ بیکار قسم کھاتے ہیں۔ آپ کے امتحان پر رہنے سے میری سب شکایت جاتی رہی۔ یہ دونو لڑکے ہمارے لخت جگر ہیں اور جانکی جی بھی ہمیں اسی نگاہ سے دیکھتی ہیں۔ لیکن دنیا کے منھ میں ہاتھ نہیں دیا جا سکتا۔

اتنا کہکر شری رامچندر جی خاموش ہو گئے۔ دیوتا لوگ شری رامچندر جی کا منشا تاڑ گئے کہ اُن کا دل ابھی تک صاف نہیں، سیتاجی کی آزمائش منظور ہے۔

پھر شری مہاراج مخاطب ہوئے اور کہا کہ اگرچہ ہم جانتے ہیں کہ جانکی جی بے عیب اور پاک ہیں لیکن دنیا کو کیا کیا جائے۔ اسلئے جانکی جی خود قسم کھائیں تب ہو سکتا ہے۔ اس وقت نسیم سحری بہنے لگی، اور اپنے باغ کے پھولوں کی خوشبو بکھیرنے لگی۔ ہوا کی تراوت اور ہوا میں مشام جان کو معطر کرنے والی خوشبو سے حاضرین دربار کا دل باغ باغ ہو گیا۔ ہر فرد متعجب تھا کہ اس خوشبو کا خزانہ کہاں ہے۔ دیولوک بھی اس سے بہتر نہیں۔

جانکی جی ہاتھ جوڑ کر کھڑی ہو گئیں۔ اور چلا کر بولیں کہ جو شری مہاراج کو بسا با چار منا

سے نہ جانتی رہی ہوں تو زمین پھٹ جائے یا اگر ایک پل بھی میرا دھیان شری مہاراج سے الگ ہوا ہو گیا کسی اور طرف لگایا ہو تو زمین میں شگاف ہو جائے۔

تین دفعہ مہارانی نے ایسا ہی کہا۔ یکایک زمین ہلی اور زمین میں شگاف ہو گیا۔ اور ناگ دیوتا اپنے پھن پر ایک جڑاؤ سنگھاسن لیئے نکلے۔ اور مہارانی کو بکریمہ سنگھاسن پر بٹھالیا۔ اور گرد ھجی نے سنگھاسن کو اپنی پیٹھ پر اُٹھالیا۔ سیتاجی کی پوجا کی اور سب کے دیکھتے ہی دیکھتے سیتاجی رساتل کو چلی گئیں۔ دیوتا گل افشانی کرنے لگے۔ اور سب کی زبان سے تحسین و آفرین کے کلمے سنائی دیئے۔ سیتاجی دھنیہ ہیں۔

یہ ماجرا دیکھکر حاضرین پر حیبت ہو گئے۔ اور تینوں لوک میں یہ خبر پھیل گئی۔ بعض لوگوں کو خوشیاں بھی ہوئیں۔ اور بعضے بت بن گئے۔ بعضے شری رامچندرجی کی طرف دیکھنے لگے۔ بعضے جہاں سیتاجی سماگئی تھیں اُس زمین کو تاک رہے تھے۔

شری جانکی جی رساتل کو گئیں حاضرین نے غم کے آنسو بہائے۔ بندروں نے شور مچایا۔ شری مہاراج کو تن بدن کا ہوش نہ رہا۔ خجالت سے سر نیچا ہو گیا عشق کا دریا اُبل پڑا۔ کچھ غصہ کچھ رنج کی حالت میں فرمانے لگے

عمر گذر گئی۔ بہت سے مصائب جھیلے مگر جو صدمہ آج ہوا ہے وہ کبھی نہیں ہوا۔ لنکا میں بہت سے گذند پہونچے۔ سیتاجی کی مفارقت میں مغموم رہا۔ لیکن پھر کبھی آس تھی اب ہمیشہ کیلئے سیتاجی چھوٹ گئیں۔ اے دھرتی ماتا تم نے یہ کیا کیا۔ میں تو تمھیں اپنی خوش دامن سمجھتا تھا۔ میری حالت ابتر ہوتی جارہی ہے۔ زندگی محال ہے۔ شری سیتاجی کو ہمارے پاس بھیجدو یا مجھے اپنی گود میں لے لو۔ پھٹ جاؤ ہم بھی سماجائیں۔ ٹھیرو ٹھیرو ہم بھی آتے ہیں۔ سیتاجی کو روک لینا۔ اگر سیتاجی نہ ملیں تو جان لینا زمین کا طبقہ اُلٹ دوں گا۔ قیامت آجائیگی۔

شری رامچندرجی کی زبان سے دیوانہ وار کلمے نکل رہے تھے۔ اُدھر دیوتاؤں میں کھلبلی پڑی کہ مہاراج کو بیحد غصہ ہے۔ ایسا نہ ہو کہ پرلے کر دیں۔ سب کے سب برہماجی کے پاس پہونچے اور کل کیفیت بیان کی۔ برہماجی مع دیوتاؤں کے شری مہاراج کے پاس پہونچے اور شری مہاراج کو سمجھانے لگے۔ کہ مہاراج آپ نے جس کام کے واسطے اوتار دھارن کیا تھا وہ کام سب پورے ہو گئے۔ سیتاجی کے لئے غضب بیکار ہے۔ وہ ساکیتانت مجھمی ہیں۔ چھیر ساگر میں آپ کو ملیں گی۔

زمین بھی تھرارہی تھی۔ عاجزی سے بولی آپ جانکی جی کے لئے روتے ہیں۔ جانکی جی

آسکتی ہیں۔ رامائن میں چونکہ ہی تو جانکی ہیں۔ جو آپ روز سنتے ہیں۔ جتنا حال بالمیک جی نے لکھا ہے سب سچ ہے۔ بال برابر فرق نہیں۔ اب اگر جانکی جی یہاں آئیں تو بالمیک جی کا لکھا جھوٹا ہو جائیگا۔ کیونکہ رامائن میں یہ نہیں لکھا ہے۔ آپ رامائن کو شروع سے آخر تک پڑھیں جانکی جی کے درشن بعد میں ہوتے رہیں گے۔

برہما جی بھی سمجھا بجھا کر برہم لوک کو چلتے ہوئے۔ دیوتاؤں نے استت کیا۔ اور شری مہاراج بالمیک جی سے گویا ہوئے۔

جتنے واقعات آپ نے رامائن میں درج کئے ہیں وہ سب سچ ہیں۔ جانکی جی رامائن میں موجود ہیں۔ مجھے اطمینان ہوگیا" یہ کہکر لو اور کش کو اپنے پاس بٹھا لیا۔ اور محفل برخاست کی۔

شری رامچندر جی کے پاس کال یعنی موت کی حاضری

ایک روز ملک الموت تپسوی کے بھیس میں شری مہاراج کے دربار میں حاضر ہوئے۔ چوبداروں نے شری مہاراج کو اطلاع دی۔ شری مہاراج نے لچھمن جی سے ارشاد فرمایا کہ دیکھو کون ہے اور کیا غرض رکھتا ہے۔

لچھمن جی تپسوی کے پاس آئے اور آنے کا سبب دریافت کیا۔

تپسوی بولا:- برہما جی نے بھیجا ہے۔ شری مہاراج سے کچھ کہنا ہے۔ لیکن تخلیہ میں عرض کروں گا۔

لچھمن جی شری مہاراج کے پاس آئے اور تپسوی کا مقصد بیان کیا۔ مہاراج نے حاضری کا حکم دیا۔ تپسوی حاضر ہوا اور پالاگی کی۔ اور ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا۔

شری مہاراج نے اسے اپنے پاس بٹھایا اور کہا کہ اپنی غرض بیان کرو۔

تپسوی نے کہا تخلیہ ہو جائے تو بیان کروں گا۔ آپ اس بات کا عہد کریں کہ جب تک میرے اور آپ کے درمیان باتیں ہوں کوئی نہ آسکے۔ جو شخص آئے یا گفتگو سنے وہ مارا جائے گا۔

شری مہاراج نے لکشمن جی کو پہرہ پر مقرر کر دیا۔ آنے جانے کی روک تھام ہوگئی۔ لچھمن جی نے دروازے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہا کہ اسوقت شری مہاراج تخلیہ میں ہیں کوئی مہاراج سے ملاقات نہیں کر سکتا۔ اگر کوئی اندر جائے گا یا سرگوشی کرے گا تو گردن اتار دی جائیگی۔

برہماجی کا پیغام

کال جو تپسوی کے بھیس میں شری مہاراج کے پاس آیا تھا، زمین ادب چوم کر بولا، کیا آپ مجھے جانتے ہیں میں برہما اور بشن کا لڑکا ہوں۔ بشن روپ تو آپ ہیں۔ آپ نے پرتھوی کے اُدّھار کیلئے اوتار دھارن کیا ہے۔ اسلئے آپ کا بھی پتر ہوں۔ اگر شک ہو تو سُنیئے

جس وقت دنیا کی آفرینش مدنظر تھی تو آپ چھیر ساگر پر سین کر رہے تھے۔ اور ناف مبارک سے کمل اور کمل سے برہما کا ظہور ہوا۔ آپ کی مایا سے میری بھی پیدائش ہوئی۔ کال میرا نام ہے۔ آپ نے عہد کیا تھا کہ راون کے مارنے کے لئے انسان کے قالب میں اوتار دونگا۔ کل کام ہو چکے۔ اب کس لئے سنسار میں قیام ہے۔ برہماجی آپ سے زبردستی کر نہیں سکتے۔ گستاخی میں شامل ہوگا۔ مگر التجا ضرور ہے۔ کہ بہت دن آپ کو سنسار میں آئے ہو چکے ہیں۔ اگر مرضی مبارک ہو تو بیکنٹھ دھام میں قدم رنجہ فرمائیں۔ اگر ذات اقدس کو یہ منظور ہو کہ دنیا میں امن ہو چکا۔ ابھی اندر لوک دائرہ دولت میں شمار نہیں ہوا۔ جب اندر اسن فتح ہو جائیگا۔ تب سرگ میں نہضت فرما ہونگے۔ برہما کو کوئی عذر نہیں۔ آپکی مرضی سے انکار نہیں ہے۔ مگر برہماجی کی التجا بھی قابل پذیرائی ہے۔ مہاراج نے ہنس کر جواب دیا تمہارے آنے سے میں بہت خوش ہوا ہوں۔ جو لوگ شدھ آتما ہوتے ہیں وہ تمہارے آنے سے نہیں ڈرتے۔ بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ جس کام کیلئے اوتار ہوا تھا وہ پورا ہو گیا ہے۔ میں خود سوچتا تھا کہ اب چلنا چاہیئے۔ یہاں کے کاموں سے اب فرصت مل گئی ہے لڑکوں بالوں میں راج تقسیم کر دیا ہے۔ اب ضرورت ٹھہرنے کی نہیں۔ بہت جلد آئینگے۔

منشیہ کا انت کال

ہم کا اُڑھاوت چادریا چلت برہیاں

چار جنے مل لئے چلے ہیں، روۃت ساری نگریاں

لائے اُتارن گنگا گھاٹ پر، بھینت چندن لکڑیاں

بھار بھور خاک کے ڈارن، روۃت ساری نگریاں

اجودھیا میں دُرباشا رشی کی تشریف آوری

ابھی شری رامچندر جی اور کال یعنی موت کی گفتگو ہو رہی تھی۔ کہ شاہی دولتکدہ پر دُرباشا رشی نے دستک دی اور شری مہاراج سے ملاقات کی تمنا ظاہر کی۔

لچھمن جی نے عرض کیا کہ تھوڑا توقف کیجئے، ملاقات ہوجائیگی۔

دُرباشا رشی غصہ سے بولے کہ ہم ٹھہر نہیں سکتے، فی الفور اطلاع دی جائے۔ اور ہمیں اندر پہونچا دو۔ ایک ضروری مشورہ لینا ہے۔

لچھمن جی بولے "مہربانی کر کے مجھ سے فرمائیں، میں کام پورا کر دوں گا"

دُرباشا رشی کو غصہ چڑھ آیا۔ ڈانٹ بتلائی۔ ارے لکشمن کیوں حجت کرتا ہے۔ اسی وقت شری رامچندر جی سے جاکر کہو۔ ورنہ ایسا سراپ دونگا کہ سارا خاندان، بڑے بالے بھسم ہوجائینگے۔ یہ تم جانتے ہو کہ میرے غصہ کی آگ جس وقت شعلہ زن ہوتی ہے اسوقت کچھ خیال نہیں کرتی ہے۔

لچھمن جی عجب پھنساؤ میں پھنسے۔ اگر دُرباشی کا کہنا نہیں مانتے تو سارا راج اور پریوار نشٹ ہو جاتا ہے۔ اور جو شری مہاراج کا حکم ٹالتے ہیں تو اپنی جان نہیں بچتی ہے۔ پھر وچار کیا کہ اپنی جان گئی تو کچھ پرواہ نہیں۔ راج پریوار تو بچ جائیگا۔

یہ سوچکر شری مہاراج کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ مہاراج دُرباشا رشی دروازے پر کھڑے ہیں۔ اور آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔

شری مہاراج اُٹھ کھڑے ہوئے اور دروازے پر آکر دُرباشی کے قدم چومے۔

دُرباشا رشی نے کہا کہ ہزار برس تپ کرتے گزر گئے ایک دانہ منہ میں نہیں گیا۔ بھوک سے بیتاب ہوں، کچھ کھلاؤ۔

مہاراج بہت خوش ہوئے اور مٹھائی پکوان رشی کے سامنے رکھدیئے۔ رشی نے خوب پیٹ بھر کر کھایا اور آنند ہو کر رشی جی اپنے استھان پر چلے گئے۔ اُدھر شری مہاراج کو اپنے قول کا دھیان آیا۔ منہ سے کچھ نہ بولے۔ چپ رہ گئے۔

حسن والوں کے حسن کا انجام دیکھا
ڈوبتے سورج کو وقت شام دیکھا

لچھمن جی کا سرگباش

لچھمن جی شری مہاراج کو کبیدہ خاطر دیکھکر سمجھانے لگے کہ " ہر چیز کا وقت ہوتا ہے۔ زندگی کا اخیر نتیجہ موت ہے۔ اگر انسان پیدا ہوتا ہے تو ایکدن اس کو موت ضرور ہے۔ اسکی فکر فضول ہے۔ اب آپ اپنا قول پورا کیجئے۔ اور میرا سر تن سے اُتار لیجئے۔ جو ایسا نہ کیجئے گا تو عہد ٹوٹ جائے گا۔ دھرم میں بادھا ہوگی۔ اور تعجب نہیں کہ نرک ہو جاوے۔ اگر آپ کو مجھ سے محبت ہے تو میرے کہنے کو نہ ٹالیئے میرا سر تراش لیجئے "۔

سری مہاراج کے حواس خمسہ قائم نہ رہ سکے۔ مُنھ سے آواز نہ نکلتی تھی۔ بڑی دقت سے حاضرین دربار کے سامنے درباسا رشی کا آنا اور اپنا عہد کہہ سنایا لوگوں نے دانتوں تلے اُنگلی دبالی۔ سر جُھکائے بیٹھے رہے۔ اُدھر بششٹ جی نے فرمایا کہ میں تپ کے زور سے دیکھ چکا ہوں۔ اور دُرباسا رشی بھی کچھ کہہ چکے ہیں۔ شری رامچندر جی آپ دھرماتما ہیں۔ اپنا قول پورا کیجئے۔

شری مہاراج نے سر جُھکا لیا۔ مجبور ہو کر لچھمن جی کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھ تو ایسا کام ہو نہیں سکتا۔ لیکن جو سجّن پرش کو علیحدہ کرتا ہے مارنے کے برابر ہوتا ہے۔ اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔

شری لچھمن جی حکم ہوتے ہی اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اور دامن سے اشکوں کی تری پونچھتے ہوئے سرجو کے کنارے پہونچے، ہاتھ میں جل لیا۔ اور اندریوں کو روک دیا۔ اور سرجو میں غوطہ لگا کر غائب ہو گئے۔

اندر گندھرپ۔ دیوتاؤں نے پھول برسائے۔ لچھمن جی سُرگ لوک کو چلے گئے۔ اِدھر اندر نے لکشمن کو دیو لوک میں ٹھیرایا۔ اور دیوتاؤں میں خوشیاں ہوئیں کہ بشن کا چوتھا بھاگ آگیا ہے۔

اِدھر شری رامچندر جی نے گرو بششٹ جی اور رشیوں سے کہا کہ اب میں دنیا کو چھوڑنے والا ہوں۔ بغیر لچھمن کے میں ایک منٹ زندہ نہیں رہ سکتا۔ بھرت جی کو سلطنت سونپ دوں گا۔

رعیت مہاراج کے اس کہنے سے بے چین ہو گئی۔ سارا شہر ماتم کدہ بن گیا۔ بھرت جی اپنے اوپر نفرین بھیج رہے تھے۔ کہ بغیر مہاراج کے میں بھی دنیا میں نہ رہوں گا۔ کسی اور کو راج دیجئے۔ سترگھن جی کو بلا کر کاروبار سمجھائیے۔

بششٹ جی نے دیکھا کہ رعیت دکھی ہے۔ شری رامچندر جی کی مفارقت ہر ایک کو شاق ہے۔ مہاراج کو سمجھایا۔ شری مہاراج نے اجودھیا باسیوں سے پوچھا کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو۔ سب یک زبان ہوکر بولے کہ بغیر آپ کے ہم لوگ دنیا میں کبھی نہ رہیں گے۔

شری مہاراج نے فرمایا کہ بہت اچھا سوچ نہ کرو جہاں ہم جائینگے تم لوگ بھی ساتھ چلنا۔

یہ کہکر لو اور کش کو سلطنت سپرد کردی اور خود سترگھن جی سے ملنے متھرا تشریف لے گئے۔ تین دن اور تین رات میں متھرا پہونچے۔ لچھمن کے سرگباس ہونے کا حال سنایا۔ اور لو کش کو اجودھیا کا راج سپرد کرنا، اور اجودھیا باسیوں کی منشا ظاہر کی اور فرمایا کہ اجودھیا باسیوں کو ساتھ لیکر ہم انتردھیان ہونگے۔ سترگھن جی آبدیدہ ہوکر بولے " تو کیا مہاراج ہمیں چھوڑ جائینگے۔ ہم کو بھی ساتھ لے چلیئے۔ شری مہاراج نے اسے منظور کرلیا۔

سری مہاراج اجودھیا واپس آئے۔ اور سرجو کنارے آرام کیا۔ تینئیں آسمان سے بندروں کے جھنڈ جوق درجوق اُتر پڑے۔ دیوتا۔ رشی۔ گندھرب۔ ریچھ سگریو وغیرہ حاضر ہوئے۔

سگریو نے عرض کیا کہ انگد کو راج دیکر میں آپ کے ساتھ چلونگا۔ اسی طرح ببھیکھن نے بھی کہا۔

شری مہاراج نے ببھیکھن کو ہدایت کی کہ جبتک دنیا قائم ہے تب تک لنکا میں راج کرو۔ میں تم سے بہت خوش ہوں تم نے کبھی حکم عدولی نہیں کی محبت کے رشتہ کو نبھایا۔ یہ کہکر سالگرام کی مورتی مرحمت فرمائی۔ اور ببھیکھن کو تاکید کی کہ اس مورتی کی پوجا کیا کرنا۔ یہ ہمارے اشواکُل کے دیوتا ہیں۔ بشت بوان پر سوار ہوکر لنکا لے جاؤ۔ پھر ہنومان جی سے مخاطب ہوئے اور کہا

"تم تو پہلے ہی کہہ چکے ہو کہ جب تک دنیا میں ہمارے بھجن گائے جائینگے اور رامائن کا پاٹھ ہوگا تب تک زندہ رہیں گے۔ اسلئے تمہارا چلنا مناسب نہیں۔ اور میں تو تمہارے ہردے میں ہر وقت براجمان رہتا ہوں۔"

یہ سنکر ہنومان جی نے سر نیاز خم کردیا۔ اور سری مہاراج کا حکم منظور کیا لیکن یہ کہا کہ میری یہی پرتگیا رہیگی کہ جبتک بھگوت بھجن ہو اور آپ کا جس دنیا میں قائم

رہے تب تک دنیا میں آپ کا بھجن کروں۔

شری مہاراج نے فرمایا یہی تو میں بھی کہتا ہوں، تمہاری غرض پوری ہوگی۔

اسکے بعد ریچھوں کے راجہ جامونت سے فرمایا کہ تم کہہ چکے ہو کہ ہمیشہ رامچندر کا چرتر سنتا رہوں گا۔ اسلئے تم بھگوت بھجن کرتے رہو، جب کرشن اوتار ہوگا پھر تمہارا موکش ہو جائیگی۔

دویدمئند کو فرمائش کی کہ کرشن اوتار ہونے تک جیتے رہو گے اور کلجگ تم پر کوئی اثر نہ کر سکے گا۔

ان سب کو سمجھا کر باقی لوگوں کو ساتھ لیا اور سرجو پر بوان سے اتر پڑے۔

جگدیش گن گاؤ

جگدیش گن گایا نہیں — گانا ہوا تو کیا ہوا

پت مات من بھایا نہیں — لائق ہوا تو کیا ہوا

گنگا نہایا تھک گئے — پر من تو میلا ہی رہا

من میل گر دھویا نہیں — گنگا نہائے کیا ہوا

ناری پرائی سنگ لے — ہو ٹر پہ جا چھیلا بنے

گھر استری روتی رہی — چھیلا بنے تو کیا ہوا

کھایا نمک جس سیٹھ کا، ہوا سی جو منہ پھیرتا — جا کہیں چھپے، کھایا نمک تو کیا ہوا

جیتے جی ماتا پتا کی سیوا بھی کچھ نہ ہوئی — مرنے پیچھے شرادھ کیا تو کیا ہوا

شری مہاراج کی اجودھیا باسیوں کے ساتھ

سُرگ لوک کو روانگی

بششٹ جی نے شری رامچندر جی کو اگن ہوتر کے بارے میں گفتگو کی کہ اگن ہوتری کا ساتھ لے جانا پسند خاطر اقدس ہوا۔ دریائے سرجو کے کنارے اہل شہر جمع ہیں۔ سب کی نظریں مہاراج کی طرف لگی ہوئی ہیں۔ اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ شری سیتا جی جی لکشمی روپ سے داہنی جانب، اور بائیں طرف مہامایا بھگوتی جی کھڑگ دھارن کئے استادہ ہیں۔ چاروں وید برہمن کے بھیس میں جمال جہاں آرا کے درشن کر رہے ہیں۔ دیوتا رشی، گندھرب وغیرہ مہاراج کی مدح سرائی میں مصروف ہیں۔ اتنے میں سرگ دکھائی دیا۔ پھاٹک کھُلا۔ آگے شری رامچندر جی کی سواری ہے۔ اور دیوتا، رشی۔ عورت۔ مرد۔ جوان۔ بوڑھا۔ بچہ۔ پشو۔ پنچھی۔ حیوانات۔ غرضکہ کُل چرند پرند جو اجودھیا کی شری مہاراج کے عقب میں چلی جاتی ہیں۔ سب کے روپ دیوتاؤں کے سے ہو گئے۔ جتنے جیو جنت، انسان۔ حیوان۔ اجودھیا پوری میں رہتے تھے سب مہاراج کے ساتھ گیا پوری کو روانہ ہوئے۔

جس وقت شری رگھوناتھ جی اجودھیا سے ایک جوجن کے فاصلہ پر دریائے سرجو کے کنارے پہنچے، دریا میں لہریں اُٹھنے لگیں۔ اتنے دیوتا برہما کے ساتھ آسمان سے اُتر کر ہوا میں بوان چلے آ رہے ہیں۔ پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ عطر بیز ہوا کے اُڑنے سے دماغ معطر ہو رہا تھا۔

شری مہاراج نے فرمایا کہ سب تیرتھوں میں سرجو اُتم تیرتھ ہے۔ وکتیہ بھید جاننا ہے۔ رگھوناتھ جی پاپیادہ سرجو میں اُتر پڑے جتنے بھگت ساتھ تھے انہوں نے بھی قدم بڑھایا۔ اور شری مہاراج کے پیچھے روانہ ہوئے۔ برہما نے استتی کر کے رگھوکل تلک آپ اپنے بھائیوں کے ساتھ آ گئے ہیں۔ ہم لوگوں کے نصیب جاگ اُٹھے ہیں۔ بڑے بھاگ تھے جو آپ لوگوں کے اور اجودھیا باسیوں کے درشن ہوئے ہیں۔ آپ کی مرضی پر منحصر ہے چاہے بشن سروپ ہو کر دنیا میں رہیئے یا سُرگ کو عزت بخشئے۔

شری مہاراج نے بشن سروپ دھارن کیا۔ اور دیوتاؤں نے پوجن کی۔ دیکھنے والوں کو آنند ہوا۔ جس طرح سمندر میں ندیاں مل جاتی ہیں۔ اسی طرح رام بھگت شری مہاراج میں مل جاتے ہیں۔

رام نام کی مہما

بالمیک جی رامائن کے مہاتم اس طرح بیان کرتے ہیں۔ کہ شری رگھوناتھ دین و دنیا کے مالک ترلوک کے ناتھ ہیں۔

جو برہمن ہو کر اپنا کرم نہیں کرتا وہ برہمن نہیں

جو شودر یا ویش بھگتی کرے۔ وہی پرمیشور کا پیارا ہے۔

بھگتی کسی اونچی ذات پر قائم نہیں ہے۔

شری مہاراج دوست و دشمن دونوں کو یکساں جانتے تھے۔ دونوں کو کرموں کا پھل دیتے ہیں۔

جس طرح سمندر اتھاہ ہے اُسی طرح اُنکی قدرت کاملہ کی تھاہ نہیں

رام ایسا اوتار کوئی نہیں ہوا۔ آپ کا تیج اگن کے سمان ہے۔ بڑے دانی ہیں کتنا ہی دان کریں آپ کے خزانہ میں کبھی کمی نہیں ہوتی۔

دیوتاؤں کے پوجن کا تو وقت مقرر ہے۔ مگر شری مہاراج کے پوجن اور بھجن کے لئے کوئی قید نہیں۔ جس وقت چاہو پوجن اور بھجن کرو۔

شری رامچندر جی کے راج میں سب لوگ دھرماتما تھے۔ بے روگ تھے، اکال مرتیو نہ ہوتی تھی۔ آگ پانی، آندھی، یعنی آفات ارضی و سماوی سے خوف نہ تھا، چوری نام کو نہ تھی۔ تریتا جگ ست جگ سے کسی طرح کم نہ تھا۔

شری مہاراج نے تین سو اشومیدھ جگ کئے۔ برہمنوں اور ودیارتھیوں کو خوب دان دیا۔

چاروں برن اپنے اپنے دھرم پر قائم تھے

گیارہ ہزار برس شری رامچندر جی نے راج کیا۔ پیچھے بیکنٹھ دھام لوک کو چلے گئے۔ رامائن پاپوں کو دور کر کے پن دینے والی ہے۔ جو اسکا پاٹھ کریگا یا سُنیگا وہ دنیا کے افکار سے نجات پائیگا۔ عمر میں ترقی ہوگی۔ اور سات پشت سرگ میں باس کریں گے۔ جو برہمن اسکا پاٹھ کرتا ہے وہ بڑا پنڈت ہو جاتا ہے۔ چھتری پاٹھ کریں تو راج ملتا ہے۔ ویش پاٹھ کرے تو دھنی ہو جاتا ہے۔ شودر بھی اور سنسار میں نیک نام ہو جاتے ہیں۔

اپنی آنکھوں دیکھی سچی بات

ہمارے علاقہ مردان کے ضلع میں ایک بھائی سردار کرم سنگھ تھے جو فوج کی ملازمت میں حولداری کے عہدے پر مامور تھے۔ لیکن انکو ایشور بھگتی سے تنا پریم تھا کہ ایشور پوجا اور گردوارہ کی پابندی میں وہ اکثر اپنی ڈیوٹی کا ناغہ کردیا کرتے تھے۔ اور سارے افیسر اُن سے درگزر کرتے رہتے تھے۔ کیونکہ انکی عبادت اور نیکی سے ہر شخص متاثر تھا۔ کچھ عرصہ اسی طرح گزرتا رہا۔ اور سردار کرم سنگھ برابر اسی طرح بھگوان کی بھگتی میں مشغول رہتے۔

ایک دفعہ ایسا ہوا کہ ایک دن پشاور سے کرنیل صاحب معاینہ کے لئے تشریف لائے۔ انھوں نے ہر فوجی اور افسر کا فرداً فرداً معاینہ کیا جب سردار کرم سنگھ کی باری آئی اور کرنیل صاحب کرم سنگھ کی طرف مخاطب ہوئے تو کرم سنگھ نے فوجی قاعدہ سے سلوٹ کیا۔

کرنل صاحب نے بڑے غور سے کرم سنگھ کو اوپر سے نیچے تک دیکھا۔ کرم سنگھ کی چستی اور جامہ زیبی دیکھکر مبہوت ہوگئے اور مقامی افسران سے مخاطب ہوکر کہا "تم لوگ Rank رینک کیسے دیتے ہو؟"

سب افسروں نے کرم سنگھ کی طرف دیکھا۔ اسوقت کرم سنگھ تمام افسروں اور عہدیداروں سے پُر رعب اور خوبصورت نظر آرہے تھے۔

کرنیل صاحب نے اُسی وقت کرم سنگھ کا عہدہ بڑھادیا اور حولداری سے صوبیداری کا حکم سنادیا۔ اور تاکید کی کہ آج ہی گیارہ بجے اسکی حولداری کی وردی داخل کرکے صوبیداری کی وردی دیدی جاوے۔

کرنیل صاحب معاینہ ختم کرکے واپس چلے گئے۔

اب سردار کرم سنگھ کا حال سُنئے۔ سردار کرم سنگھ روزانہ اپنے پوجا پاٹھ سے فارغ ہوکر نو دس بجے کے قریب گوردوارہ سے واپس آجاتے تھے۔ معاینہ سے ایک روز قبل افسروں نے کرم سنگھ کو بلاکر کہا کہ دیکھو کرم سنگھ کل سویرے ہی معاینہ ہے کرنیل صاحب آئے ہوئے ہیں کہیں کل صبح ہم لوگوں کو نہ لے ڈوبنا۔

لیکن ایشور کے پریمی بھگت سے ایشور کی پوجا چھوٹنا دشوار ہے۔ سردار جی

نے سوچا کہ آج ہو جا کیلئے جلد چلا جاؤں تاکہ معاینہ کے وقت جلد واپس آجاؤں۔ لیکن بھگتی بھجن میں محو ہونے کے بعد انھیں یہ بھی پتہ نہ رہا کہ مجھے کس وقت حاضر ہونا ہے۔ بھائی کرم سنگھ نو دس بجے اپنے معمول کے مطابق لائن میں پہونچے۔ اور راستہ بھر یہی سوچتے رہے کہ کافی دیر ہوگئی معاینہ ختم ہوگیا ہوگا۔ میری غیر حاضری ہوگئی۔ افسر نے بھی تاکید کردی تھی۔ اب میں کیا جواب دونگا۔ لیکن بیچارے کرم سنگھ کا کیا قصور ہے سچے بھگت بھگتی کے سمے سب کچھ بھول جاتے ہیں یہانتک کہ انھیں اپنی بھی شدھ نہیں رہتی وہ تو بس ایشور کے ہو کر رہ جاتے ہیں۔

سردار کرم سنگھ اپنے خیال میں مست چلے جا رہے ہیں۔ جو راستہ میں ملتا ہے انھیں مبارکباد دیتا ہے۔ کوئی کہتا ہے "صوبیداری مبارک" کوئی کہتا ہے "ترقی مبارک" کرم سنگھ خاموش تھے۔ انھوں نے خیال کیا شاید میری غیر حاضری پر مجھے کچھ سزا ملی ہوگی اسی لئے یہ سب میرا مذاق اڑا رہے ہیں۔

وہ اسی طرح خاموشی کے ساتھ اپنی جگہ پر پہونچے تو معلوم ہوا کہ انچارج افسر نے طلب کیا ہے۔

یہ بلا کچھ کہے سنے افسر کے پاس حاضر ہوئے اور سلوٹ کیا۔

افسر نے کہا "کرم سنگھ میں تمھیں تمہاری ترقی پر مبارکباد دیتا ہوں۔ تم اسٹور روم میں جاکر اسٹورکیپر سے اپنے نئے عہدے کی وردی اور بلّے لے لو۔ کیونکہ آج سے تمہارا رینک صوبیداری کا ہے۔

کرم سنگھ حیران ہوئے۔ اور افسر سے سوال کیا۔ "سر! میں ابتک کچھ نہیں سمجھا کیا بات ہے۔ میں تو خود شرمندہ تھا کہ میں آپ کے حکم کی تعمیل نہ کرسکا اور آج بھی عین معاینہ کے دن غیر حاضر ہوگیا۔

افسر:۔ نہیں نہیں کرم سنگھ! آج میں تم سے بہت خوش ہوں۔ تم نے میری بات رکھی اور کرنیل صاحب تم سے مخصوص طور پر مخاطب ہوئے۔ اور تمہاری چستی، قاعدہ دانی اور وردی کی صفائی سے بہت خوش ہوئے۔ اور تمھیں ترقی اور نیکنامی کے ساتھ صوبیداری کے عہدے پر فائز کر گئے ہیں۔ اور یہ سب باتیں تو خود تمہارے سامنے ہوئی ہیں۔ جاؤ اپنی وردی اور بلّے وغیرہ لیلو۔

کرم سنگھ کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور چشم زدن میں سب کچھ سمجھ گئے۔ اُن کی آنکھوں سے عقیدت اور پریم آنسو چھلکنے لگے۔ اور بھگوان کی استتی کرنے لگے۔ اور بولے اے میرے بھگوان

اے سرب شکتمان! تم بڑے دیالو ہو۔ تم بھگتوں کی لاج رکھنے والے ہو۔ تم نے ہمکو ڈنڈ سے بچانے کے لئے کرم سنگھ کا روپ دھارن کرنے کا کشٹ اُٹھایا۔ میرے پرم پتا بھگوان تمکو بارم بار نمسکار لاکھوں بار پرنام۔

افسر حیرت کی تصویر بنا کرم سنگھ کو دیکھ رہا تھا۔ اس نے کرم سنگھ کو آواز دیکر ہوشیار کیا اور کہا کہ خاموش کیوں ہو۔ جاؤ وردی بلٹے لے لو۔

کرم سنگھ نے جواب دیا کہ "سر صوبیداری کا عہدہ اسی کرم سنگھ کو دیجئے جو صوبیداری کا تمغہ لے گیا ہے۔ یہ سردار کرم سنگھ تو ابھی گرد وارہ سے گیارہ بجے آ رہا ہے۔

یہ بات سنکر افسر اور سب لوگ حیران ہو گئے۔ لیکن بھائی کرم سنگھ تو اب اپنی اصلی جگہ پر پہنچ چکا تھا۔ اُسکی جانے بلا کہ صوبیداری کیا ہے۔ اُس نے اپنی جولداری کی وردی داخل کردی۔ اور کہا کہ جس نے آکر میری نوکری سر انجام دی ہے اب میں اسی کی نوکری کرونگا۔ سردار جی وہاں سے چلدیئے۔ اور بھگوان کے بڑے پریمی بھگت ہو گئے۔ اور ان کا فیض اتنا ہوا کہ ہمارے علاقہ مردان ضلع (Mardan) میں اُنکی بڑی بھاری سمادھی ہوئی۔ اور ہر سال ایک عظیم الشان میلہ لگتا ہے۔ اور لنگر غریبوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔

....

گیان اور بھگتی کو صرف پڑھ لینے سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ اسپر عمل کرنے سے بیڑا پار ہو سکتا ہے۔

ریڈیو پر عشقیہ غزلیں سننے والو! تمہاری جانے بلا کہ گیان کیا ہے اور بھگتی کسے کہتے ہیں۔ اس لائن کے اندر آنا بڑا مشکل ہے۔ اور جو پھنس گیا تو اُسکے لئے نکلنا بڑا مشکل ہے۔ کیونکہ اسکے بعد پھر اداؤں کی لائن ختم ہو جاتی ہے۔ اگر انسان اپنے گیان، بھگتی، کرم دھرم میں مکمل ہوکر نکل گیا تو بہشت اور مکتی، اسکے قدم چومتی ہے۔ اور بھگوان کے درشن خود بخود ہو جاتے ہیں۔ اور جب درشن ہو گئے تو سب جھگڑا ختم۔

شکایت نامہ عاشق:-

لوگ کہتے ہیں کہ بھگوان جفا کرتے ہیں
بے دل بیٹھے ہیں مجھے سے دغا کرتے ہیں

جواب:-

کون کہتا ہے کہ بھگوان جفا کرتے ہیں
وہ سمجھدار ہیں حق اپنا ادا کرتے ہیں

راجہ دشرتھ کا ورلاپ

ہائے آثار بڑھاپے کے ہوئے جلتے ہیں
اور ہم دھوپ کی مانند ڈھلے جاتے ہیں

سیاہ بالوں کی اندھیری میں تھے ہم بھی اندھے
خواب میں یہ بھی نہ سوچا کہ لٹے جاتے ہیں

چاندنی آگئی کہتی ہے کہ دل صاف کرو۔
ورنہ پڑتا ہے گہن چندر ڈھکے جاتے ہیں

ہائے یہ سن کے بھی کچھ ہے نہ خیالِ عقبیٰ
روز بڑھتے ہوئے برسوں کے گئے جلتے ہیں

شرم تو یہ ہے کہ سب جان کے انجان ہیں
اور آخر اسی دولت پہ موئے جاتے ہیں

ہائے ترشنا نہ تھکی من نہ تھکا رادھے شیام
ہم تھکے جسم تھکا زور تھکے جاتے ہیں

آگے جو کچھ ہوا سُنئے دھیان لگائے
ہونہار ملتی نہیں کرو انیک اُپائے

ایک تن اور پاؤں دو۔ ایک دیہہ دو ہاتھ
جیسے ہوں بادام میں دو گریاں اک ساتھ

میرے دونوں پران ادھار بھرت اور رام ہیں
یہ بھرت نین کا تارا ہے تو رام پران پیارا ہے

ہم وہ نہیں ہیں قول سے جو اپنے مکر جائیں

سب پتر پتا کو ایک سمان یہ بات آپ بھی جانتی ہیں
ہیں مجھے بھرت اور رام ایک بھگوان ترو کی ماتی ہیں

پردیس نکالا رام کا ہو، اور وہ بھی چودہ برسوں کو
ہمیں کیا تم نے سوچا ہے، ہیں سمجھا نہیں اشاروں کو

میری بوڑھی آنکھوں کے آگے رہے مورتی وہ
ہو جائے بھلیں اُداسی کا پہ رہیں ایودھیا میں ہی وہ

ہونہار جو ہوتی ہے، پر نہیں مٹائے مٹتی ہے۔
استری جب ہٹ پر چڑھتی ہے تب نہیں ہٹائے ہٹتی ہے
تمنا غرق ہو جاوے میں، دل ٹھنڈا ہو جا پہلو میں
او بوڑھی آنکھوں کی آستا تو بھی سو جا پہلو میں
مہارانی کیا کہتی ہے، دنیا قربان دھرم پر ہے
میں کیا، تو کیا، بیٹے کیا، دنیا قربان دھرم پر ہے

شادی کے موقعہ پر سینتا مہارانی کی ماتا کی رامچندر جی کو نصیحت

دیکھ رام کو اور بھی گئی مات پیل کھائے
بیٹے سے زیادہ سمجھ کر ہردے سے لیا لپٹائے
بولی اے رگھو نندن رگھوبر جی رگھوکل کے رہو سمان بیٹا
چر جیو ہو بل شالی ہو یش مان پرتاب مان بیٹا
اپنی پتری کا ہاتھ لال تم کو پکڑائے دیتی ہوں
پر آج تمہارے چرنوں میں اسے گرائے دیتی ہوں
بھولی بھالی سمجھ کر آپ اسے رگھوبر دیا کرتے رہنا
اسکے جیون کے تم ہی تم ہو، اپرادھ چھما کرتے رہنا
یہ کہہ کر رگھوناتھ کو چھاتی لیا لگائے
اتنے میں جنک جی گئے اس جگہ آئے
بولی ہے رگھو ونش من کا ہر رگھو ونش کیشور باہر آہی تو گیا آج ہردے کا جوہر

شری رامچندر جی ماتا کیکئی کی آگیا قبول کرتے ہیں

بڑا بھاگی ہے وہ بیٹا، جو ماں باپ کا آگیا کاری ہے۔
ماتا گر ایسا حکم ہے، تو زندگی یو تم ہماری ہے
ہم اتنے بڑے ہوئے لیکن افسوس سدا یہ رہا ہمیں
ماتا پتا کسی نے کبھی کچھ حکم نہ اب تک دیا ہمیں
یہ آج سنہری موقعہ ہے جو حکم ہمیں دیتی ہے ماں

ہے آج ہمارا ہو چکا گیہ ہم سے بیلو ابنتی ہے ماں
ہم تو خود سوچا کرتے تھے ، تھوڑی زندگی ہنوں ہیں دین
تب جانیں گے ہم دکھ کیا ہے جب جیون دکھی جنوں میں دین

ہم سچ کہتے ہیں ، راج تلک لگتا تھا تا تا بھار ہمیں
وہ بھرت پران پیارے کو ہو اسمیں آنند اپار ہمیں
ہاں سوچ ہے ، کچھ تو ہے یہی ہے ، پتا کو کیوں تکلیف اتنی
آسچرج ہے ۔ اتنی بات یہی ہے ۔ انکی ہوئی دشا اتنی

شاید کچھ بات اور بھی ہے ہمسکا آگیا نت کرا رہے
معلوم ہمیں یہ ہوتا ہے ، کوئی اپرادھ ہوا ہمارا ہے
اس بیکار کہتے ہوئے بڑھے پتا کی اور
تبھی کیکئی نے کہا ٹھہرو کرو نہ شور
تم جب تک کھڑے رہو گے یہاں ان کا سنتاپ جائیگا
جبتک تم بن جاؤ گے نہیں یہ پچھتاپ نہ جائیگا
اسلئے مناسب تو یہ ہے ، تکلیف نہ ان کو پہونچاؤ
جتنی جلدی ہٹ سکتے ہو انکے آگے سب ہٹ جاؤ

سنے جس سمے کان سے ، ماتا کے یہ بین
مڑے پتا کی اور سے تبھی تیر کے نین

انتراگ باپ سے ہے لیکن ماں کے درجے کو دیکھتے ہیں
جو ابھی پتا کو دیکھتے تھے ، وہ اب دوارے کو دیکھتے ہیں
اس سمے پتا کو من ہی من کر کے پرنام رگھورائے چلے
"جو آگیا" بس اتنا ہی کہا ، اور ماں کو ماتھا نوائے چلے
کہا کیکئی نے تبھی ، جاؤ ہوشیار
کوشلیا سے بھی ذرا ، مل آؤ اکبار
اتنے میں مہاراج کے مکھ سے نکلا رام رام نے اٹھکر تبھی ان کو کیا پرنام

جس وقت کیکئی نے راجہ دشرتھ سے رامچندرجی کے بن باس کا سوال کیا تو راجہ دشرتھ فرط غم سے بیہوش ہو جاتے ہیں۔ اس موقع پر کیکئی

کیا کہتی ہیں

رانی۔ ست وادی تھا اک راجہ ہریشچندر جس نے ست نہ تجا سنکٹ میں
جسکی سچائی کا چراغ جگمگا رہا ہے۔ مرگھٹ میں
دوسرے مہاراجہ شیو تھے جو نہیں سوچتے ہیں۔ اپنا
رکشا پر ایک کبوتر کے خود ماس توتے ہیں اپنا
تیسرے ہوئے نشری بیت ددھیچ جو سوپش دان کا لیتے ہیں
جب آکر اندر مانگتا ہے، اپنی ہڈی دے دیتے ہیں
میں تم سے ہریشچندر جیسا شمشان واس نہیں مانگتی ہوں
میں تم سے شیو ددھیچ جیسا، ہڈی ماس نہیں مانگتی ہوں
میں مانگتی ہوں تم سے قرضہ، جو تم کو دینا واجب ہے
تم ہریشچندر کے کل میں ہو، تو دینا وہی مناسب ہے
راجہ بولا کیکئی، بس ہو جا خاموش
جو شعلے کو کیوں تو دلا رہی ہے جوش
راجہ۔ میرا کچھ بگڑا نہیں جو تو مجھکو للکارتی ہے
رانی تو اپنے پاؤں میں خود آپ کلہاڑی مارتی ہے
اس سے تو گرم ہو رہی ہے، لیکن گرمی جب اتر یگی
تب تو ہی اپنی کرنی پر پچھتاوے گی اور رو دے گی
اچھا جو ہونا ہے ہوگا، مجھکو اس سے کیا مطلب ہے
میرا تو رانی سننیہ یہی جو کچھ ہے آج نچھاور ہے
رانی رانی آنچل پسار قرضہ بھی لے اور دان بھی لے
لے راج بھی لے بنباس بھی لے بردان بھی لے اور پران بھی لے

اے مورکھ بندے کبھی غلطی ہی سے بھگوان کے آگے

اس بخشش ہارے رب آگے کدے پاپیا سر جھکایا کر

راتدن برائیاں کردا ہیں ناسے دُکھ توں سہے جھلدا ہیں
بدیاں وچ عمر گنوا بیٹھا کیوں کدے نیکیاں دے ستھ آیا کر
اس بخشش ہارے رب آگے کدے پاپیا سر جھکایا کر

جس واسطے مورکھا جلدا ایں جس واسطے بدیاں کردا ایں
او دکھ تیرے دے نہیں ساتھی نہ اتنا پاپ کمایا کر
اس بخشش ہارے رب آگے کدے پاپیا سر جھکایا کر

رب سب دی آس پجاوندا ہے پتھراں وچ رزق پہنچاوندا ہے
او سب دا ہے تو اس دا بن اس دے نال توں دل نوں لگایا کر
اس بخشش ہارے رب آگے کدے پاپیا سر جھکایا کر

تم اور نہیں میں اور نہیں

گوپال ہو تم میں بال سکھا، تم اور نہیں میں اور نہیں
میں بالک ہوں، تم ماتا پتا تم اور نہیں میں اور نہیں
تم بہت ہو میں ہنکاری ہوں تیرے روپ کے میں بلہاری ہوں
تم ٹھاکر ہو میں پجاری ہوں، تم اور نہیں میں اور نہیں
تم داتا، میں دروالا ہوں، تم گاتری ہو میں مالا ہوں
تم دیپک ہو میں اُجالا ہوں، تم اور نہیں میں اور نہیں
تم پردے میں میں ظاہر ہوں تم ہردے میں میں ظاہر ہوں
تم تارا ہو اور میں نر ہوں، تم اور نہیں میں اور نہیں
تم چاند ہو اور میں چکورا ہوں، تم کنول پربھو میں بھنورا ہوں
تم میرے پربھو میں تمہارا ہوں، تم اور نہیں میں اور نہیں

میں پائمال عالم گو ہاں بیچتا ہوں لیکن ملیں جو پربھو تو جان بیچتا ہوں

احسان ناخدا کا اٹھائے مری بلا کشتی خدا پہ چھوڑ دوں لنگر بھی توڑ دوں

جسوقت شری رامچندر بن کو تیار کھڑے تھے تو لکشمن جانے کیلئے رو رہے تھے اور شری رامچندر جی لے جانے سے انکار کر رہے تھے۔ اس وقت ماتا سومترا بھی آگئیں اسوقت کے سوال جواب:

رامچندر جی:- جس آگیا پر تیار ہوں میں، اُس سے کیسے ٹل سکتا ہوں میں
کیکئی ماتا کا حکم نہیں ہے۔ کیسے لے چل سکتا ہوں میں
اب تم بھی ساتھ چلوگے تو وہ بات بھی نشٹ ہو جائیگی
بن نہیں ہوا خوری ہے، یہ کیکئی بات جھلائے گی

ماتا سومترا:- جھلانے کی ہے بھلا کونسی اسمیں بات
آئی یہ کہتی ہوئی وہاں سومترا مات
مانو اس دکھ روپی بن میں، سنکھی سدرشن بانی گرجی
درمیان میں اُن دو ویروں کے وہ ویر کھشترانی گرجی
بولی، آگیا پر بات ہے تو اسطرح دو بندھن کو
میں تمکو آگیا دیتی ہوں، لے جاؤ ساتھ لکشمن کو
ماتا نے جب یہ کہا تب آنند آئے رگھوناتھ
دوڑ کر لکشمن نے تب ہی پکڑا رام کا ہاتھ
کوشلیا کہنے لگی، اُسی سمے اکلائی
بہن سومترا کر رہی ہو تم کیا انیائی
اس ننھے کو رہنے دو یہیں۔ من میرا بجلت ہووے گا
ان چودہ برسوں کے لئے بن جانا انچت ہووے گا
کہا سومترا نے تبھی، جی جی دھار و دھیر
واپس آ سکتا نہیں، چھوٹ چکا جو تیر
اب کوشلیا نے کہا گر یہ ہی ہے منظور
تو آگے میں کیا کہوں، میں بھی ہوں مجبور
دیکھنا رام اس لاڈلے کو تو بن کو لئے تو جاتا ہے
اُرملا سومترا کے دھن کو، جیون کو لئے تو جاتا ہے
پر یاد رہے اُس جنگل میں یہ پھول نہ کمھلانے پائے
جیسا جاتا ہے ہرا بھرا، ویسا کھِل کھِلا واپس آئے

یہ چھوٹا اور تو بڑا، یہ سلوک تو نا تھا
اسکا نیر سے ہاتھ میں دیتی ہوں میں ہاتھ

ماتا کوشلیا:- اُس سے نہ بھنا تن اور پران کی۔ کہ جل نے آتما بلوان کی ہے
ہیں دھرم اور سچ یہ دو منتر میرے۔ سدا یہ یاد رکھنا پتر میرے
ہوں میں بھوں کی جب یاد آوے، تب ہی میرے بچن کی یاد آوے
کہے دیتی ہوں اب میں کھر پکارے، دلاتی ہوں تمہیں پھر یاد پیارے
سومترا کی ممتا نہ بھول جانا، لکھن کو یوں ہی واپس لیکے آنا
بہو کو تم یہ، تم سونپے بہو یہ، تمہیں تینوں کو سونپا اس پر بھو یہ
اُدھر سہارے سے اُٹھے وہ رگھوکل کے راے

رگھونندن کو گود اپنی میں لیا بٹھائے

بار بار چومن کیا، بار بار کیا پیار، بار بار اُس رام پر ہوئے سدا بلہار
بولے مجھ سا نہ کبھی باپ دنیا میں اور کوئی ہو گا
اور بیٹا تم جیسا بیٹا نہیں دوجی ٹھور کوئی ہو گا
تم گھر سے مکھ موڑتے ہو، میں اس شریر سے مکھ موڑوں گا
تم اُدھر اجودھیا چھوڑ دو گے، میں ادھر پران کو چھوڑوں گا
یہ کہکر پھر رگھوبیر کو ہردے سے لیا لگائے
بولے سرل سوبھاو سے اُسی سمے رگھورائے

شری رام چندر:- وداع ماتا پتا تم سے ہوتے ہیں چودہ برسوں کو
اجودھیا واسیو اب رام چلے ہیں چودہ برسوں کو
کہاں ہیں وہ جو اپنے ماں باپ کے پرتکول چلتے ہیں
وہ دیکھیں ہمکو بن باسی بنے ہیں چودہ برسوں کو
بنوں کا دکھ نہیں ہمکو ہمیں دکھ ہے تو بس یہ ہے
پتا ماتا کی سیوا سے چھٹے ہیں چودہ برسوں کو

راجہ دشرتھ کی زبانی

شرون کی فریاد

کوشلیے کوشلیے دیکھو　　وہ کیا ہے دیکھو وہ کیا ہے
کچھ نہیں کچھ نہیں کوئی نہیں　　کوئی بھی نہیں وہم سا ہے
لیکن وہم نہیں یہ وہم　　پھر پھر نظر دل میں آتی ہیں
پہچان لیا یہ مرے ہی ہیں　　یہ ہی روحیں کہلاتی ہیں

موندی کھولی آنکھ پھر پھر کچھ آیا دھیان
بولے کوشلیے سنو میرا اک اکھیان

بن دل مری ترنائی تھی　　اور جوانی کے نشوں میں اندھا تھا

ایک دن ایک مرگ کے پیچھے چھوڑا میں نے بان
سنتے ہی میں ایک شبدھ آیا میرے کان

گھبرا اٹھا اس طرف چلا　　سوچا یہ ہوا میرے سے
مجبور ہت بھاگی کے ہاتھوں سے　　آہت یہ کوئی منش ہوا

جوں جوں میں آگے بڑھتا تھا تیوں تیوں پکار وہ بڑھتی تھی
آکاش کے نرمل پردے پر کالی بدریا چڑھتی تھی

اب صاف سمجھ میں آتا تھا　　دارون دکھ کوئی سہہ رہا ہے
ہا ماتا پتا، ہا پتا ماتا　　یہ بار بار یہ کہہ رہا ہے

پہنچا تیر سمان ہی، میں بھی اس کے تیر
کانپ رہا تھا اس سے سریو کا بھی نیر

اب میں گھائل کے پاس ہی تھا　　لیکن دل میرے پاس نہ تھا
میں تھا سر پر تھا آنکھیں تھیں　　پر قائم ہوش و حواس نہ تھا

شرون کہتا ہے

دشرتھ، تم راجہ دشرتھ ہو　　میں دھنیہ ہوا درشن کر کے
وہ بان مبارک ہے جس سے　　پرلوک جا رہا ہوں مر کے

راجن شکار کے دھوکے میں ہو گیا سنہار اگر میرا
تو اس میں نردوش ہے آگیا انت آخر میرا
او دھیش سروَن ہے نام میرا ایک لگدا داس تمہارا ہوں
ماں باپ ہیں اندھے اور بوڑھے ان کا میں ایک سہارا ہوں
میں بڑبھاگی ہوں جنم میرا گزرا ماں باپ کی سیوا میں
اور آج مرا بھی ہوں آکر تو مرا ماں باپ کی سیوا میں
ایشور سے یہی پرارتھنا ہے ایشور سے یہی کامنا ہے
جاتی مرنے والے کے سنگ یہ جنتی ہو لی داسنا ہے
جیتے ہوں جنم جنما نتر بھی پربھگت پتا ماتا کی ہوں
جب سے بھی ہووے جنم میرا تب بھینٹ جنم داتا کی ہو
راجن جگ اور جگ کے سکھ اب مجھے نہ کوئی ضرورت ہے
مرنے والے کی مرنے کے پہلے ہی تمہیں وصیت ہے

اندھے اور بوڑھے ماتا پتا کی میرے ذرا خبر لینا
اگر جیوں مجھے سنبھالا ہے ان کی سدھ بھی جا کر لینا

اس لوٹے میں پانی بھر کر لیجا کر انھیں پلا دینا
یہ ہوگی انتم مجھ پہ دیا پیاسوں کی پیاس بجھا دینا
او دھیش دیش کے لیے آج سندیش سناتا ہوں اپنا
آدیش نہیں اپدیش نہیں اُدیش بتاتا ہوں اپنا

ماتا ہے میری شرن پتا مرا شبد ادم
مات پتا ہیں لین ہے سیوک کا روم روم

میں اُن کا دھرم پتر ہوں وے دھرم آتما میرے
میں آتما اُن کا ہوں وے پرماتما میرے
ماتا ہی خوشی ہے میری میرا پتا ہے بودھ
بھنڈار ہے آنند کا ماتا پتا کی گود

یہ پریم انوراگ ہردے پر چھا میرے
میں آتما اُن کا ہوں۔ وے پرماتما میرے
مجھکو تو مہادیو وے اور وے مہا مائی

ماتا پتا کے روپ میں دیتے ہیں دکھائی
کر دیتے ہیں امداد وہی بس جگ میں میرے
میں آتما اُن کا ہوں، وہ پرماتما میرے

دیکھو بھی پران تجار ہرن ہو نہیں سکتا
ماتا پتا کے اُن سے اُدرن ہو نہیں سکتا

رگ رگ میں رادھے شام یہ رام اور رما میرے
میں آتما اُن کا ہوں وے پرماتما میرے
پران کنٹھ تک آ گئے، اب یہ ہوئی نشکام
نینا ماتا اور پتا اب آخری پرنام
مات پتا میں ہو، جو گیا پرلوک

راجہ دشرتھ رانی سے کہتے ہیں

میں زندہ تھا یا مردہ تھا کیا تھا وہ نہیں سمجھتا تھا
ایک لاش سامنے تھی میرے سر میرا اُس پہ رکھا تھا
سرجو کی لہریں بہتی تھیں ہاں ماتا پتا - پتا ماتا
درختوں کی ڈالیں ہلتی تھیں ہاں ماتا پتا - پتا ماتا
کانوں کے بھیتر اُتر تھا او شرون کمار شرون بیٹا
آکاش کے اوپر اُتر تھا او شرون کمار شرون بیٹا
یہ حالت کتنی دیر رہی، ہم ٹھیک نہیں کہہ سکتا ہیں
جب یاد وصیت کی آئی، تو پانی بھر کے اُٹھا لیں
اندھی اندھے کے نکٹ پہنچا جب میں جائے
سوچا کس منہ سے کہوں، بیٹا گیا جل لائے
جیوں تیوں دھیرج دھر کہا، اٹھئے پیجیے نیر
کہنے کو تو کہہ گیا، پر پانی ہوا شریر
وہ بولے جل لایا بیٹا پر بڑی دیر میں آیا ہے
کچھ تجھے کشٹ تو نہیں ہوا دل تو نہ تیرا گھبرایا ہے
سردی تو نہیں لگی ہے کچھ، کیوں بول ہو رہا بھاری ہے؟

چنتا نہ ہمیں کچھ پیاس کی ہے، تُو تو خوش اور سُکھکاری ہے

سوچ رہا تھا میں کھڑا، کیا دوں اُتر ہائے
بنا کہے بنتی نہیں، کہتے کہا نہ جائے
کچھ تو بولے گا نہیں، جھوٹ اجودھیا ناتھ
رگھوبنس کا ستیہ ہے۔ سدا پران کے ساتھ

ہے مہاتما دیا مِتی — میں شرون نہیں ہوں دشرتھ ہوں
وہ تُم بھاگی پر ہاتھ تھا — میں ایک ابھاگا سوارتھی ہوں
سرجو تٹ مرا جان سے وہ — میرے شکار کے دھوکے میں
اپنا ہی پاؤں کلہاڑی سے — کٹ گیا کاٹ کے بدلے میں

کانپ کانپ کر کہہ سکا، میں اتنی ہی بات
اس اندھے کے ہردے پر لگا تیر اک گھات

سر تھام کے وہ بولا، ہے کیا — اب جگ میں شرون کمار نہیں
جب پران نہیں تو دیہ نہیں — اور دیہ گئے سنسار نہیں

جب نہیں ہمارا اندھے کا تو کیسے دل سکتا ہے
ہوگیا سماپت تیل تو پھر، دیا کیسے جل سکتا ہے

جل لایا ہے، جل جائے یہ جل — نہ جل ہی پران دو دیں گے ہم
جس جگہ گیا ہے پران شرون — بس اسی جگہ پہنچیں گے ہم
اب جل کیا امرت بھی لائے — تو اپنے لئے زہر لا ہے
ہم اندھوں کو تو شرون بنا — سونی سب تیری ایودھیا ہے

دشرتھ جل دیتا ہے لاؤ، منّ تو کیا دے سکتا ہے
جیون لیے اور بربادی بس، جل تو بیٹا دے سکتا ہے

اچھا دیتا ہے ہاتھ میرے دے — پھل ملیگا اپنے آپ تجھے
آگے بڑھ کوشل کے راجہ — دیتا ہے اندھا شراپ تجھے
جس طرح بڑھاپے میں مرتا — یہ اندھا پتر کی چنتا میں
تیوں ہی دیوگ میں بیٹے کے — ہو مرتیو تیری بوڑھے پن میں

اتنا کہہ کر چیخ کر، لے بیٹے کا نام
وہ اندھا بھی چل دیا، دیہ چھوڑ سُرگدھام

کھڑا کھڑا میں سوچتا تھا کیا کروں ہائے
لگی مجھکو یہ دوسری ہتیا بندھنا ہائے

اتنے میں اندھی بول اُٹھی کیا سنگ پران کے ناتھ چلے
جب ناتھ چلے تو پران چلے سمبندھ پران کے ساتھ چلے
آنکھیں تو پہلے ہی سے نہ تھیں اندھوں کی ٹیک شرون ہی تھا
جب شرون بھی نہیں رہا تو پھر نشچت بس اک مرنا ہی تھا
کانوں کو کھول اجودھیا پت سُن سودراپ اب اندھی کا
جو ہردے پھوڑ کر اُٹھتی ہے وہ آگ نہ ٹھنڈی رہتی ہے
اس لاش کے پاس کھڑی ہو کر یہ رانڈ منانی کہتی ہے
راجہ تو بھی مرے تو ٹھیک وقت انتشٹ کریا ہوئے نہ تیری

بس یہ کہتی ہوئی سُت اور پتی کو ٹیر
اندھی بھی شریر چلی لگی نہ جاتے دیر

آتی تھی من میں مرے بار بار یہ بات
ہتیا اور یہ تیسری ہوئی آج کی رات

پھر سوچا ہوگا وہی جو ہو ہو تو ہے
ایم ادھی کے واسطے ہے یہی بھی تو ہے

چاہے ان جان میں ہو پر میں سو بار دوش یہ کرتا ہوں
ڈونی چھاتی کے شراپوں کو ماتھے پہ اپنے دھرتا ہوں
ابتو چھوٹا شراپ بھی ہو تو بھی دشرتھ کو سمجھتا ہو
اس شراپ کے کارن ہی پیدا مجھ پتر ہین کے بچہ ہو
یہ سوچ کے دھیرج ہوا مجھے لوٹا کر انت کریا سب کی
پر آج وہی دھیرج مرا دیتا ہے مجھے سزا اب کی

وہی روحیں وہی شکلیں اب میرے آگے آتی ہیں
کوشلیے کوشلیے دیکھو وہی مجھکو پاس بلاتی ہیں
رام رام کہے، رام کہہ چھوڑے نرپ نے پران
ہوا دیپ بھی صبح کا اسی سمے نروان

راجہ دشرتھ کی مرتیو پر رانیوں کا ورلاپ

تبھی لاش پر رانیاں گریں پچھاڑیں کھائے
اہنتہ پور سے پرگٹ ہو گھر گھر دیا ہی ہائے

محلوں میں لاش ہے راجہ کی   بن میں شتری رام اور لکشمن ہیں
نتیشٹ گرا ہو کس پرکار   ننہال میں بھرت شترو گھن ہیں
دنیا کی صورت صاف صاف   اس جگہ دکھائی دیتی ہے
ہوئے چار چار بیٹے جس کے   اُسکی یوں لاش بھٹکتی ہے

مہاراج کی مرتیو سے بدل گیا سب رنگ
کیکئی کی ہو گئی، بھید کھاؤ نا بھنگ
ہوئی اُتری شیتل سے گئی گزری وہ رات
آنکھ کھلی تو سامنے دیکھا ہوئی پربھات

(اسکا سلسلہ صفحہ ۱۱۸ پر دیکھیں)

مچھلی   پانی میں مین پیاسی   موہے سُن سُن آوت ہانسی
آتم گیان بنا نر بھٹکے   کو کعبہ کو کاشی
ہرن   جیسے مرگ نافہ کستوری   بن بن پھرت اوداسی
سو من بس تیرے لوک بھیو ہے ، یتی یتی سنیاسی
جہاں کو دھیان دھرے بدھ ہری ہر ، اُرو من کوئی اٹھاسی
سو تیرے گھٹ ماہنی براجت ، پرم پورن ابناشی

اُپدیش ہے گیتا کا   سندیش کنھیّا کا
سردی سے نہ گھبرانا   گرمی سے نہ جھلّانا
دولت پہ نہ اترانا   غربت میں نہ غم کھانا

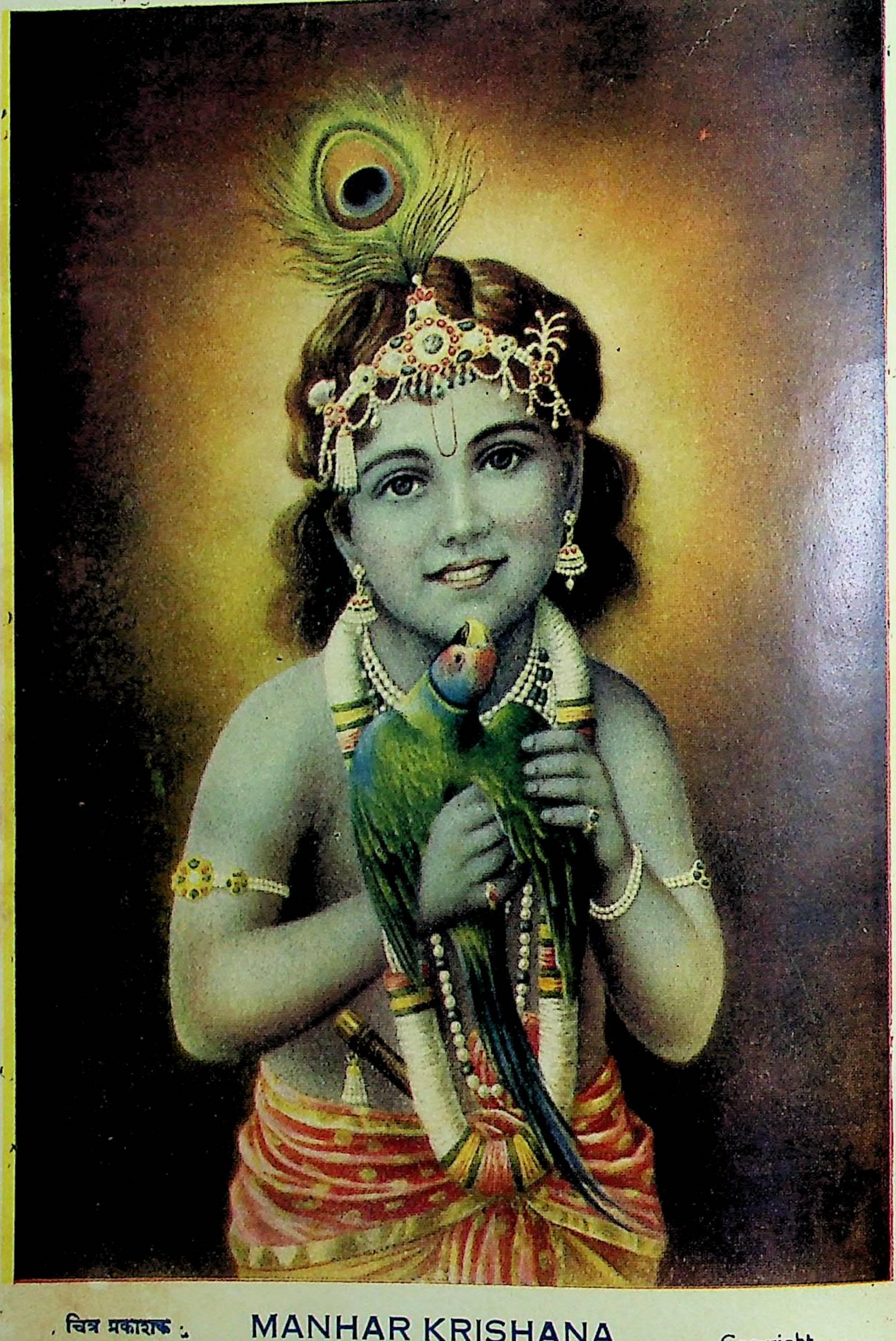

, चित्र प्रकाशक :
हरनारायण एण्ड सन्स
जोधपुर

MANHAR KRISHANA
718

Copyright
Harnarayan & Sons
Jodhpur.

گیتا اپدیش

ارجن جو ایک بہت بڑا سورما بہادر تھا اور یدھ کیلئے ہی گھر سے تیار ہو کر ایک بھاری سینا کے ساتھ کروکھشیتر کی رن بھومی میں آیا تھا۔ سوبھاگ بھگوان جیسے رتھبان تھے۔ جسکے گانڈیو دھنش کی ٹنکار سے بڑے بڑے یودھاؤں کے دل کانپ اٹھتے تھے۔ یدھ کے شروع ہونے سے پہلے ہی) موہ وش ہو کر لڑنے سے ہاتھ اٹھا بیٹھا۔ اسکے اپنے کٹمب اور سارا اپنے بھائی بندوں اور کٹمبیوں کو لڑنے کے لئے تیار اپنے سنمکھ اکترت ہوئے دیکھکر وہ گھبرا گیا۔ اسکے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ گلا سوکھ گیا۔ ہاتھ کانپنے لگے۔ اور اتینت بےبس ہو کر بھگوان سے یوں کہنے لگا کہ میں نہیں لڑونگا۔ اس قسم کی لڑائی لڑنے سے جسمیں اپنے گھر کے آدمیوں کو ہی موت کے گھاٹ اتارنے کا یتن کیا جائے۔ جس سے کُل کی استریاں بیوہ ہو جائیں۔ وبھچار پھیلے اور ورن سنکر اولاد پیدا ہو۔ جسکو میں بھاری پاپ سمجھتا ہوں۔ بھیک مانگ کر کھانا بدرجہا بہتر ہے۔ ان کو مار کر چاہے مجھے ساری پرتھوی کا راج مل جائے۔ میں اس وجے پراپتی سے جسکے لئے مجھے اپنے بندھوؤں کے خون سے ہاتھ رنگنے پڑیں۔ بھوکا مرنا اور گمنامی کی زندگی بسر کرنا بہتر سمجھتا ہوں۔ کیونکہ اسطرح سے میں اس گھور پاپ (گناہ عظیم) سے تو بچ جاؤنگا۔

شری بھگوان کو اسکی یہ بات سنکر تعجب ہوا اور سنجیدگی سے فرمانے لگے ارجن! تم تو گھر سے اپنے دشمنوں سے بدلہ لینے کی غرض سے چلے تھے۔ اور آج کے دن کے لئے اتنے بیتاب تھے اور اب جبکہ تمھیں یہ موقع ہاتھ آیا ہے تو بزدلوں اور کائروں جیسا وطیرہ اختیار کرنے لگے ہو۔ کیا یہ مناسب ہے؟ اس وقت جو تمہارے من روپی سمندر میں ویراگ کی لہریں اٹھنے لگی ہیں بالکل بے موقعہ اور بے محل ہیں۔ رن بھومی میں آکر گیانیوں جیسا ویوہار کرنا اور گیان بگھارنا ویر یودھاؤں کے لئے اچت نہیں۔ ذرا ہوش سنبھال کر بات کرو۔ تمہیں اس حالت میں بھی اپنے کرتویہ کا پالن کرنا ہوگا کیونکہ تمہارا کلیان اسی میں ہے۔ نہیں تو تم پاپ کے بھاگی ہو گے۔ اور نرک کو جاؤ گے۔ اس بات کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ تم کسی کو مار ہی نہیں سکتے۔ آتما امر ہے اسکو موت آ ہی نہیں سکتی۔ اسکو کوئی ہتھیار یا شستر کاٹ ہی نہیں سکتا۔ نہ ہی

آگ جلا سکتی ہے۔ نہ پانی گلا سکتا ہے۔ نہ ہوا سُکھا سکتی ہے پھر یہ سوچ کیسی ؟ اے کنتی پتر! تمہارے دشمنوں کو تو میں نے پہلے ہی مار رکھا ہے۔ تم تو صرف نمت آلۂ کار بننے کے لئے ہی میرے ساتھ آئے ہو۔ اس یدّھ میں جو سرا سر دھرم یدھ ہے۔ جوہر مردانگی دکھاؤ۔ اپنے دھرم کا پالن کرو۔ اگر تمہاری جیت ہو تو راج کا سکھ بھوگو (حکومت کرو) اور اگر ہار ہی قسمت میں لکھی ہے تو یدھ میں مر کر تم سورگ لوک کی پراپتی کے تو حقدار ہو گے۔ کیونکہ کھشتری یودھا رن بھومی میں کبھی پیٹھ نہیں دکھاتے۔ کیا تم بھول گئے ہو کہ کوروؤں نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا ہے۔ دروپدی کے ایمان کا بدلہ لینے کے خیال سے تمہاری رگوں میں خون جوش مار رہا تھا۔ اب کوروؤں کو دیکھتے ہی وہ ٹھنڈا کیسے ہو گیا؟ یاد رکھو کہ آتتائیوں (جو آگ مارنے یا کسی کے گھر آگ لگانے یا استریوں کے ساتھ دُرویوہار کرنے کی نیت سے کسی پر حملہ کریں) کو مارنے میں کوئی دوش یا پاپ نہیں لگتا۔ یہ بھی یاد رہے کہ تمہارے نہ لڑنے سے تمہاری بدنامی ہوگی۔ تمہارے دشمن ہی باتیں بنائیں گے کہ ارجن میدان جنگ سے بھاگ نکلا۔ تمہارے اس انوکھے عمل یا ویوہار کو وہ دیا یا انصاف پر محمول نہیں کریں گے بلکہ کاترتا اور بزدلی سے منسوب کریں گے اس قسم کی بدنامی کسی بہادر کے لئے اُسکی موت سے بھی بدتر ہوتی ہے۔

شری بھگوان نے پھر کہا کہ ارجن! تم یدھ سے کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے۔ تمہاری پرکرتی یعنی خصلت خود بخود تمہیں آمادہ جنگ کرے گی۔ تم مجبور اور بے بس ہو کر ہتھیار اٹھاؤ گے کیونکہ تم کھشتری ہو اور کھشتری کی پیدائشی طور پر ہی یہ خصوصیت ہوتی ہے کہ تم لاکھ اس سے بچنے کی تدبیریں اور بہانے سوچو لیکن تم اس لڑنے سے بچ نہیں سکو گے

یہ بات واضح کرنے کے لئے بھگوان نے بڑی تفصیل سے تین گُنوں کی تشریح کی۔ اور ارجن کو سمجھایا کہ یہ گُن کس طرح انسانی ہستی کی کل کو چلاتے ہیں۔ اور بغیر اُن کے کوئی کام نہیں ہو سکتا۔ تمام ذی حیات (جاندار) ان ہی تین گُنوں (ست۔ رج۔ تم) کے ماتحت رہ کر ہی وچرتے ہیں۔ جب تک ہم دنیاوی تگ و دو میں مصروف رہتے ہیں کم و بیش انھیں کے زیر اثر کام کیا کرتے ہیں۔ اُن کے مناسب اختلاط (ملاپ) سے ہی مخلوقات عالم وجود میں آتے ہیں۔ اور اسی کو مایا کا کھیل کہا جاتا ہے۔ شری بھگوان نے فرمایا کہ میری ذات خصوصی کو ہی ان گُنوں سے بالاتر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ میری ذات پر تم کا یہ گُن کچھ بگاڑ نہیں سکتے۔ میں ہر حالت میں جوں کا توں رہتا ہوں۔ اور

جو مبارک ہستیاں یعنی عارف اور تتو دیتا لوگ میری طرح ان گنوں سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اور دوندا تیت ہو کر وچرتے ہیں یعنی جن پر دنیا کی متضاد اشیا کا مطلق اثر نہیں ہوتا۔ جو سردی گرمی، خوشی، غمی، عزت، بے عزتی، تعریف یا بدنامی غرضکہ ہر حالت میں یکساں رہتے ہیں۔ ان کے دل پر انکے اثرات مطلق نہیں ہوتے۔ درحقیقت وہی گیانی اور میرے پرم بھگت ہیں۔

ارجن کا حوصلہ بندھاتے ہوئے پرم کرپالو شری آنند کند بھگوان نے فرمایا کہ ارجن! تم خوف مت کرو۔ اور مت ڈرو کہ تم یدھ میں پرورت ہونے سے پاپ کے بھاگی ہو گے۔ مجھ سے عقیدت رکھنے والے اگر صدق دلی سے کوئی فعل کرتے ہیں اور کرتاپن یا اسکی فاعلیت کا احساس نہیں رکھتے اور تمام نتائج مجھے سونپ دیتے ہیں یا بالفاظ دیگر وہ نیک نیتی سے اپنا فرض ادا کرتے ہیں اور اسکے نتیجے یا پھل کی خواہش نہیں رکھتے یا جو محض کرم کرنا ہی اپنا کرتویہ یا فرض خیال کرتے ہیں۔ لیکن اسکے پھل سے کوئی وابستگی یا تعلق نہیں رکھتے تو واستو میں ہی انھیں اس کرم کے پن یا پاپ کا پھل نہیں بھوگنا پڑتا۔ تم بھی ایسا ہی کر سکتے ہو۔ کیونکہ درحقیقت سارے سنسار کا چکر چلانے والا تو میں ہی ہوں۔ تم لوگ تو محض پرزے ہی بن کر کام کر رہے ہو۔ تلوار اور بندوق کو کوئی گرفتار نہیں کرتا۔ کیونکہ ان پر کسی کو قتل کرنے کا جرم عائد ہی نہیں ہوتا۔ اصلی مجرم تو تلوار چلانے والا ہی ہوتا ہے جس کو اس بات کا اہنکار ہے کہ میں یہ کام کر رہا ہوں۔ انسانی قانون بھی قتل بالارادہ اور قتل بلا ارادہ کیلئے ایک جیسی سزا تجویز نہیں کرتا) اس طرح تمام ذمہ داری مجھے سونپ دینے سے کرم کرنے والوں کا بوجھ خود بخود ہلکا ہو جاتا ہے۔ اور یہی دراصل کرم یوگ ہے اور زندگی میں اسی اصول پر چلنے سے ہی شکتی پراپت ہوتی ہے۔ کرم تو ہر ایک پرانی کو ہر حالت میں کرنا ہی پڑتا ہے۔ اس سے تو کوئی بچ نہیں سکتا۔ بچنا تو اسکے پھل کی اچھیا سے چاہیے ورنہ وہی پھل کی اچھیا ہے آسکتی بن کر اسے سنسار چکر میں پھنسائے رکھتی ہے۔

اگر کرم ایشور کو ارپن کئے جائیں تو وہ ہمارے کلیان کے راستہ میں بادھک نہیں ہو سکتے کرم کو روپ سے تیاگنا اصلی تیاگ نہیں ہے۔ نت نمت کرم چھوڑ بیٹھنے سے کوئی شخص سنیاس پد کا ادھیکاری نہیں ہو سکتا۔ اگر یہی بات ہو تو سارا سنگت ہی سنیاسیوں سے بھرا ہوا سمجھنا چاہیئے۔ کیونکہ آجکل بہت تھوڑے آدمی ایسے ملتے ہیں جو ہزاروں میں چند سچے شاستر وہت نت اور نمت کرم میں پرورت ہونا ضروری سمجھتے ہیں۔ یا ان

کرموں کا کرنا اپنا دھرم سمجھتے ہیں۔ ہندو جاتی میں تو اس وچار کے پرش اب بہت ہی کم ملتے ہیں۔ اور سمے کے پربھاؤ سے اُن کا ابھاؤ ہو رہا ہے۔ ہماری شکشا پرنالی یعنی نظام تعلیم مغربی تہذیب جس کا اثر ہماری دیویوں تک بھی پہنچ چکا ہے اور گھروں کا واتاورن (فضا) ہمیں اصلی راستہ سے ہٹا رہا ہے جس کا صریح نتیجہ یہ ہے کہ اب ہم ہندوتو (ہندوپن) کے گورو کو بھلا بیٹھے ہیں اور ہمارا پتن (تنزلی) یہاں تک ہو چکا ہے کہ اب ہمارے بہت سے بھائی ایسے بھی پیدا ہو گئے ہیں جو ہندو کہلانے سے بھی گھرنا (نفرت) کرتے ہیں۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہندوستان میں رہتے ہوئے ہندو تو ہندو کہلانے سے بھی شرمائیں، لیکن امریکہ میں تمام ہندوستانیوں کو خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلم، سکھ ہوں یا پارسی کھلم کھلا ہندو کہا جاتا ہے۔ اور وہ اسکا ذرہ بھر بھی برا نہ کریں۔

ہمارے مسلمان بھائی تو دن میں پانچ دفعہ نماز ادا کریں اور رمضان میں بڑی سختی سے روزوں کے پابند رہیں۔ لیکن ہمارے ہندو بھائی دن میں ایک دفعہ بھی سندھیا نہ کریں اور نہ ہی شردھا پورک کسی دھرم گرنتھ کا سوادھیائے ہی کریں۔ جب گھر کے بڑے بوڑھے ہی اس راستہ پر نہ چلیں تو پھر بچوں اور نوجوانوں سے کیا امید کی جا سکتی ہے۔ برخلاف اسکے سگرٹ نوشی، سینما بازی، فلمی گانوں اور کلبوں میں تاش اور برج کھیلنے کا شوق دن بہ دن بڑھ رہا ہے۔ بچوں سے لیکر بوڑھوں تک میں انکی دلچسپی نظر آتی ہے۔ نہ معلوم اس تنزلی کی رفتار کا انت کہاں ہوگا۔ بھگوان سہایتا کریں۔

شری بھگوان نے اسکے متعلق یہ فرمایا ہے کہ

"ارجن کوئی ایسی وستو نہیں ہے جو مجھے پراپت نہ ہو۔ اور جسکی پراپتی کے لئے میرا یتن کرنا آوشیک سمجھا جائے۔ پرنتو میں کرم کی پرنالی کو نہیں چھوڑتا۔ یہ اس لئے کہ مجھے دیکھکر دوسرے بھی ایسا کریں۔ یہی لوک سنگرہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کے لئے اچھی مثال قائم کرنا۔

دیکھ بھلے کی چال کو برتے سب سنسار

اگر بڑا پہننے والے مہاتما جن یہ سب کرم چھوڑ بیٹھیں تو اُن کو دیکھکر دوسرے کیا گمن کریں گے۔

یہ ایک بھاری بھول اور اگیانتا ہے جس سے جاتی کو سخت نقصان پہنچ رہا ہے۔ اسی اگیانتا کے کارن ہمارے بہت سے بھائی جن کو اپنے اصلی دھرم کی واقفیت

نہیں ہے۔ مختلف قسم کے نئے متوں کے پرچارکوں کے پھندے میں پڑ کر اپنی عمر برباد کر رہے ہیں۔ کوئی کرم کانڈ کا کھنڈن کرتا ہے۔ تو کوئی وید شاستر کا وِرودھ کرتے ہوئے اپنا نیا من مانا مت چلانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیتا ہے۔ کہیں ہندو نوجوانوں کو مورتی پوجا کے خلاف بھڑکایا جاتا ہے۔ کہیں ان کے دیوی دیوتاؤں، اور اوتاروں پر نکتہ چینی کی جاتی ہے۔ کوئی یوگ سکھلانے کا دعویٰ کرتا ہے تو کوئی صرف اچھوت اُدھار کو ہی ہندو جاتی کے کلیان اور اُنتی کا سب سے بڑا ذریعہ سمجھکر نوجوانوں کو گمراہ کرنے میں کوئی دقیقہ نہیں چھوڑتا۔

بعض ایسے سجن بھی ہیں جن کے سر پر جات پات توڑنے کا ہی بھوت سوار ہے وہ اسی دُھن میں لگے ہیں کہ وہ دن کب آئے جب برہمن کنیائیں شودروں کے گھر جائیں وہ صرف ورن ویوستھا کو توڑنے کے لئے ہی اُدھار کھائے بیٹھے ہیں۔ انھیں جاتی کا کلیان اسی میں نظر آتا ہے۔ لیکن اِنمیں اُن کی بھول ہے۔ جب تک گُن، کرم، سبھاؤ میں سمانتا نہ ہو پتی پتنی کا سمبندھ سُکھ دینے والا نہیں ہو سکتا۔

بھگوان فرماتے ہیں

ब्राह्मण क्षत्रिय विशां शूद्राणां चपरंतप ।
कर्माणि प्रविभक्तानिस्वभाव प्रभवैर्गुणैः ।।

ارتھات۔ ہے ارجن! برہمن کھشتری، ویش اور شودروں کے بھی کرم سوبھاؤ سے اُتپن ہوئے گنوں کر کے وبھکت (تقسیم) کئے گئے ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ پوروکرت کرموں کے سنسکار روپ سوبھاؤ سے اُتپن ہوئے گنوں کے انوسار ہی وبھگت کئے گئے ہیں۔ یعنی پچھلے جنموں میں کئے ہوئے کرموں کے سنسکاروں سے خصلت یا عادت بنتی ہے۔ اس سے جیسے گُن اُتپن ہوتے ہیں اُن کے کرموں کو تقسیم کیا گیا ہے۔

بھگوان فرماتے ہیں کہ برہمن۔ کھشتری، ویش اور شودر ان چاروں ورنوں کا سموہ گُن اور کرموں کے وبھاگ پوروک میرے ذریعہ رچا گیا ہے۔ خلاصہ یہ کہ انادی کال سے جیووں کے جو جنم جنمانتروں میں کئے ہوئے کرم ہیں اور جن کا پھل ابھی بھوگا نہیں گیا انھیں کے انوسار اُن میں یتھا یوگیہ ست۔ رج اور تم گنوں کی کمی بیشی ہوتی ہے بھگوان جب سرشٹی رچنا کے سمے منشوں کا نرمان کرتے ہیں تب اُن گنوں کے مطابق انھیں براہمن آدی ورنوں میں اُتپن کرتے ہیں۔ یعنی جن میں ستو گن ادھک

انھیں برہمن بناتے ہیں۔ جن میں ستوگن کے ساتھ رجوگن کی زیادتی ہوتی ہے۔ وہ کھشتری جن میں تموگن کی زیادتی کے ساتھ رجوگن بھی شامل ہوتا ہے انھیں شودر بناتے ہیں۔ یہی "گن وبھاگ" کہلاتا ہے۔ اور اس پرکار رچے ہوئے ورنوں کے لئے اُن کے سبھاؤ کے مطابق ہی علیحدہ علیحدہ کرموں کا ودھان کرتے ہیں۔ اکھشات براہمن شم دم آدی کرموں میں پرورت ہیں۔ کھشتری شوریہ تیج آدی میں۔ ویش کھیتی باڑی اور بیوپار میں اور شودر سیوا پرائن ہوں۔

اسلئے آدسرشٹی سے بھگوان نے جس طرح ہر ایک کے گزشتہ کرموں کے انوسار اسکو جس جاتی میں جنم دیا ہے اُسے وہی کرم کرنے لازم ہیں۔ اسی سے اسکا کلیان ہے۔

صفحہ ۱۱۲ سے آگے

راجہ دشرتھ کی مرتیو پر مہارانیوں کا ورلاپ

بولی کیکئی بیٹر اپنا، اپنے ہاتھوں سیچا میں نے
کیا جڑ تا کی جڑ تو کاٹی اور پتوں کو سینچا میں نے

اُس سے سومترا بول اُٹھی — کچھ دوش تمہارا بہن نہیں
بُرے دن آپنے پرا ربدھ کے ہیں — برسوں تک اب تو شُدن نہیں
کوشلیا بولی کیا بتاؤں میں — جو تجھے بن میں یہ تاپ ہوا
اُس اندھے بوڑھے تاپسی کا — اس پرکار پورا شراپ ہوا

گرو وشسشٹ کی آمد اور رانیوں کو اپدیش

محلوں میں جب اسطرح بڑھتا دیکھا کلیش
گرو وشسشٹ نے ان کو تبھی دیا اُپدیش

سب مہارانیو دھیر دھرو — رونے سے کیا ہاتھ آئے گا
رونے اور ورلاپوں سے — کیا مرنے والا جی جائے گا
سنسار میں جس نے جنم لیا — وہ انت ایک دن مرتا ہے
جو بکتا ہے وہ بجھتا ہے — جو کھِلتا ہے وہ جھڑتا ہے
مانو تو کیا اندر ادک بھی سدا نہیں رہنے پاتے
کیونکہ انوسار جیو اسی میں سب پرانی ہیں آتے جاتے

کتنے ہو چکے جنم پیچھے — کتنے آگے طے کرنے ہیں
کتنے گھر گزر چکے اب تک — کتنے اب اور گزرنے ہیں
جب اپنا ہی کچھ پتہ نہیں — تو کیسے رشتے ناتے ہیں
سب سپنے کے سے کھیل ہیں یہ — جو کچھ نظروں میں آتے ہیں
کیا گھر، کیسے گھر والے — سب ساری گھر کی مایا ہے
وہ اپنے رستے جاتا ہے — جو اپنے رستے آیا ہے

بھرت کا ورلاپ

بھرت لعل کہنے لگے ادھر پھر آپنے آپ
اُدے ہوا کس جنم کا وہ دھنا میرا پاپ

وہ راجکماری سیتا ماتا — بن میں کیسے رہتی ہوگی
کیونکر ورشا اور کڑی دھوپ — سر پر اپنی سہتی ہوگی
دن میں تپتی بالو پر چل — بہت ویاکل ہوتی ہوگی
رجنی میں سوکھے پتوں پے — یا کانٹوں پر سوتی ہوگی
بن میں رگھونندن سا بھائی — اور لکشمن جیسا بھراتا ہو
گھر میں کبڑی سی داسی ہو — اور کیکئی سی ماتا ہو
اپنے دکھ پر یہ جگر گرے — چھوڑے ہیں پران پتا جی نے
کیا ہی دیکھنے کو دھارا — نرجیون مجھ دربھاگی نے

ستر و من کنارے سرجو کے مجھکو بھی تم پہونچا دینا
ہو جبھی پتا کا داہ کرم میری بھی چتا جلا دینا

یہ کہکر اُس جوش میں خنجر لیا نکال — اتنے میں یہ شور ہوا یہ کیا میرے لال
کوشلیا نے دوڑ کر پکڑا جیوں ہی ہاتھ — کیکئی نے اپنے مُنھ پر مارا اپنا ہاتھ

ماتا کوشلیا نے کہا

ہے بھرت کیکئی کی تم نے — دیکھی ہی نہیں دشتا کیا ہے
بچے تو جان نہیں سکتے — ماتا میں کتنی ممتا ہے
اس سے جو کچھ بھول ہوتی — وہ سب کُسنگ کا شاسن تھا

پرشانت اس سمے ہوتے تم تو دیکھتے جو پروَرتن تھا

کوشلیا نے اُس سمے چھاتی سے لیا لپٹائے

اس پرکار شری بھرت لال بچن کہے سمجھائے

اے میرے پران، اے میرے ہردے، تو نہیں تو پھر ہم بھی ہیں نہیں

سب آور سے نردھن ہو گئے ہم، سنسار میں جی سکتے ہیں نہیں

ہے رام اگر ہے آسرا میرا تو تو بس میرا سہارا ہے

ید وہ نینوں کا تارا ہے تو تو پرانوں کا پیارا ہے

اب رہی بات کیکئی کی تو اسکی بھی اسمیں خطا نہیں

ہونی جب سر پر آتی ہے چلتی ہے کسی کی ذرا نہیں

اُس بہن سے یہ گھٹنا جو ہوئی سو کیول ایک بہانہ تھا

واستو میں مرتیو تھی راجہ کی اور رام کو بن میں جانا تھا

کتنی پیاری آدرشی، یہ سچی تقریر

پھر بھی دیا کُل بھرت کو بدھی نہ اُس سو دھیر

بولے اسمیں ایک ہے مرتیو والی بات ہوگا بادل کے بنا بجلی کا اُت پات

سنسار کہے گا میں نے ہی یہ سارا ناٹک رچایا تھا

میں نے ہی راجیہ کی لالچ سے کیکئی کو سکھلایا تھا

سچ کہتا ہوں ماتا تم سے یدا سمیں گنہگار ہوں میں

جتنے ڈنڈ جگت میں ہیں سب سہنے کو تیار ہوں میں

گو بدھ، گرو بدھ، اور براہمن بدھ ان سب کا مجھ پر پاتک ہو

گر اسمیں میری رائے بھی ہو یا اسمیں مجھے خبر تک ہو

پرہت کا بادھک بننے میں پرمارتھ کی نندا کرنے میں

ہوتا ہے جتنا گھور پاپ پردھن پردارا ہرنے میں

دینوں کا گلا کاٹنے میں رشوت کی رقم اُڑانے میں

جتنا ہے گناہ متروں سے وشواس گھات کر جانے میں

بیواؤں اور یتیموں کا دھن مارنے میں جو دُرگت ہے

میں اُن سب کا ادھیکاری ہوں جو میری اسمیں سمّت ہے

یہ پھل مجھے ملے اس میں ید میری چالاکی کچھ ہے

جو جانت کا اپنے ور وہی ہو   جسکو سدیش پیارا ہو
اُس گت کو پاؤں میں لتا   جیسا سمیں ذرا اشارہ ہو
جو نام چاہنے کی خاطر   نیتا سماج کا بنتا ہے
اُس کا سب پاپ مجھے بہ ہو   میری اُسمیں اگر کچھ منشا ہو
بس وہی ادستھا ہو میری   اور اسمیں ذرا بھی نہ ہو دیری

یہ کہکر وہ بیہوش ہوا اور گرا انت کال
کوشلیا کی گود میں تھا کیکئی کا لال

کوشلیا نے تب کہا اُٹھو میرے پوت
سچائی کو چاہئے زیادہ نہیں ثبوت

تم سچے ہو میں کہتی ہوں، تم سچے ہو ساکشی ہوں میں
دنیا کے دیش بھگتی ہے بہتر ہی تو ڈرتی ہوں میں

جو کھرا ہے ہر وقت کھرا ہے   چاہے جو کرلے جانچ کہیں
بالا ہے بول سچائی کا   ہے نہیں سانچ کو آنچ کہیں

اتنا کہکر بڑھ کے لیا بھرت لپٹائے
اُسی سمے اُس محل میں گرو وششٹھ جی آئے
آتے ہی گرو نے کہا چھوڑو او وچار
پہلے کرو پتا کا بہتر داہ سنسکار

پتا شبد یہ جس سمے   پڑا کان میں آئے
پرتھوی پر دوڑے بھرت   دھیر گیا گھبرائے
تب وششٹھ جی نے کہا   تجو دیرتھ سنتاپ
گیانی ہو کر کس لئے   کرتے سوچ ورلاپ

سوچو تو جو مرتا ہے سنسار کی بابت سنائیں
وہ سدا جی رہا مرا ہے جو سچائی اور پریم نگیا میں

وہ زندہ مردے سے بدتر ہے   جو اپنے لئے جی رہا ہو
اُسکا مرنا جینا ہے   جو اوروں کیلئے مر گیا ہو
سوچو اسکو جو پاپی ہو   و بچاری لمپٹ کامی ہو
سوچو اسکو جو ہر تو بچ   پاکھنڈوں کا انوگامی ہو

سوچو اس کو دوسروں کی جو — اُنت کو دیکھکر جلتا ہو
سوچو اس کو جو سچا ہن — بھولی دنیا کو چھلتا ہو
سوچو اس کو جو ودیا پاکر — ابھمان میں بھرا ہوا ہو جو
سوچو اس کو دھنیت ہو کر — نردھن کو ستا رہا ہو جو
سوچو اس کو یش کی خاطر — کرم دھرم استھان جو ہے
سوچو اس کو کہ ہو نام ہیرا — اسلئے کرا رہا دان جو ہے
سوچو اس کو جو اونچ نیچ کا — بھید لگاتا اپنوں میں
سوچو اس کو جو پڑھتا ہے — مت متانتروں کے جھگڑوں میں

اُس براہمن کو سوچو
ہٹا جو اپنے براہمن کرم سے ہو

دشرتھ تھے سچے کرم ویر — وے نہیں سوچنے یوگیہ کہیں
جیون اور مرن سب لئے ہے — یہ بد بھوگنے یوگیہ کہیں

یوں ہے برہم رشی کی ستیہ پُن تقریر
گیان وان تھے ہی بھرت بدھی شکھری دھیر

دنیا ہے مسافر خانہ بھائی، دنیا ہے مسافر خانہ
کوئی آئے کوئی جائے. سدا نہ رہنے پائے
دنیا ہے مسافر خانہ ....
دکھیا ہو جائے، سکھیا ہو جائے.
کال سب کو ہی کھائے اپنا ہو یا بیگانہ
دنیا ہے مسافر خانہ ....

نیچ نیچ سب تر گئے ہری بھگتی لولین
جاتی کے ابھیمان سے ڈوبے سکل کلین

نفس کو قابو میں رکھنے کے طریقے

جب بھگوان نے ارجن کو من کے ایکاگر کرنے کے سادھن بتائے اور کہا کہ اے ارجن! ایکانت استھان میں جاکر ایسے آسن پر براجمان ہو جو کہ نہ زیادہ اونچا ہو اور نہ ہی زیادہ نیچا، گردن کو سیدھا رکھکر ناسکا کے اگر بھاگ کو دیکھتا ہوا چت برتیوں کو باہر سے ہٹا کر تر کٹی میں اوم کا دھیان کرکے برہم میں لین ہونے کا یتن کر۔ اور پرم شانتی کو پراپت کر۔ اس یوگ سادھی کو پراپت کرنے کے لئے آہار اور وہار کو یکتی پوروک چلا۔ زیادہ کھانا، زیادہ سونا، زیادہ پریکار کی پرورتی اس یوگ میں بادھک ہے۔

جب بھگوان نے ارجن کو اس طرح یوگ کا اپدیش دیا تو ارجن نے اسکی اپھلتا کا سب سے بڑا کارن من کی چنچلتا بیان کیا۔ اور کہا کہ اے بھگوان میں تو اس من کو وش میں کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ کیونکہ اس من کا ویگ اتنا زبردست ہے کہ وایو کو مٹھی میں بند کرنا آسان ہے لیکن اس من کو قابو کرنا بہت مشکل ہے۔

بھگوان نے فرمایا کہ اے ارجن! واقعی جو تو نے اس من کی شکایت کی ہے وہ اسی طرح ہی ہے۔ لیکن اس من کو وش کرنا کوئی اسمبھو بات نہیں ہے۔ یہ من تیبر ویراگ اور ابھیاس سے قابو میں کیا جا سکتا ہے۔

असंशयं महाबाहो मनो दुर्निग्रहं चलम्। ६-३५

अभ्यासेन तु कौन्तेय वैराग्येण च गृह्यते॥

من بڑا لطیف ہے۔ جب وہ کسی وجہ سے کسی شئے، حال خواہش کے زیر اثر آجاتا ہے تو اسمیں ایک خاص جذبہ پیدا ہو جاتا ہے، یہ جذبہ پہلے پہلے اندر ہی اندر اپنا کام کرتا ہے۔ بعد ازاں اسکا اثر جسم پر پڑتا ہے۔ اور جسم کثیف صورت میں اسکا اظہار کرنے لگتا ہے۔ اظہار کرتے کرتے اسکی مناقی سے خصوصیت پیدا ہوتی ہے۔ جسکی وجہ سے انسان اپنے دریائی دل کی لہروں میں غوطے کھاتا اور غلطاں و پیچاں رہتا ہے۔ اور اس کے ہوتے ہوئے قرار اور سکون کی صورت نصیب نہیں ہے۔

برے خیالات اور جذبات ایک دن میں پیدا نہیں ہوتے بلکہ نہایت آہستہ آہستہ مدت مدید تک ان میں مبتلا رہنے سے وہ زور پکڑتے ہیں۔ عموماً شروع میں بد صحبت

کے سبب کمزور ہی خواہش اٹھتی ہے، خواہ وہ دولت کی ہو خواہ عالیشان مکان بنانے کی ہو۔ خواہ عیش وعشرت کی ہو۔ خواہ شہرت کی ہو۔ خواہ لذیذ کھانوں کی ہو۔ آہستہ آہستہ من وشئے کو پسند کرتا ہے۔ بعد ازاں بھوگنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔ اُس وقت وشئے کو ہر قیمت پر حاصل کرنے کے لئے جائز ناجائز تجویزیں سوچی جاتی ہیں۔ پھر رفتہ رفتہ یہ حال ہو جاتا ہے کہ خواہ کوئی بُرا کہے یا بھلا۔ اسکی طرف سے طبیعت ہرگز نہیں ہٹ سکتی۔ وشئے کی خاطر گھر بار چھوڑ دینا بالکل آسان معلوم ہوتا ہے۔ شروع میں جب من میں کوئی بُرا خیال اُٹھتا ہے تو اُسکا ہٹا دینا بالکل آسان ہوتا ہے۔ بعد میں اُسکا زور بتدریج بڑھتا جاتا ہے۔ پھر اُسکا روکنا بڑا مشکل ہو جاتا ہے۔

ایک آدمی کسی بڑے بنک کا خزانچی تھا ایک دن اُس نے کسی انگریزی اخبار میں پڑھا کہ ایک شخص نے چار پانچ گھنٹے کے اندر اندر سٹہ بازی سے کئی لاکھ روپیہ کما لیا ہے۔ کچھ روز بعد ایک اخبار میں ایسی ہی ایک دوسری خبر پڑھی۔ اب اسکا دل بھی ڈبکیاں لینے لگا اور سوچنے لگا کہ یہ لوگ بالکل معمولی محنت سے دولتمند ہو گئے ہیں اگر میں بھی اُنکی پیروی کروں تو کیا میں اُن جیسا نہیں بن سکتا۔

یہ خیال اُسکے دماغ میں چکر لگانے لگا۔ اُس نے ایسے دو چار آدمیوں کا ادھر حال پڑھا جو یکبارگی امیر ہو گئے۔ مگر اُس نے یہ نہ سوچا کہ ایسے اشخاص بھی بکثرت موجود ہیں جو ایسا کرنے سے اپنی ساری پونجی کھو کر بھکاری بن گئے۔ اُسکی ہوس دن بدن بڑھنے لگی۔ اُسکے دل میں بار بار خیال آتا تھا اور سوچتا تھا کہ اگر میرے پاس روپیہ ہوتا تو میں بھی لاکھوں والا بن جاتا۔

اگر کوئی عقلمند اور نیک خیال کا ہوتا تو یہ خیال دل میں آتے ہی دل سے نکال دیتا اور ضرورت سے زیادہ روپیہ اکٹھا کرنے کی ناجائز خواہش کو دبا لیتا۔ مگر وہ بیوقوف تھا اُسنے اس بُرے خیال کو من میں جگہ دی۔ جتنی جتنی وہ اُسے جگہ دیتا گیا اُتنا ہی خیال بتدریج بڑھتا گیا۔ اور آخر وہ اتنا طاقتور ہو گیا کہ عمل کی شکل بدلتا ہوا دکھائی دیا۔

آخر وہ سوچتا ہے کہ میرے پاس بنک کا لاکھوں روپیہ موجود ہے۔ اگر میں اس میں سے کچھ اپنے کام پر لگا دوں گا تو چنداں حرج کی بات نہ ہوگی۔ جو روپیہ لگاؤں گا اُسمیں سے بنک کو دیدوں گا۔ زر کثیر کے منافع سے بنک کی رقم کا ادا کرنا کچھ مشکل نہ ہوگا۔ آخر وہ من کے قابو پر چڑھ گیا۔ اور اس سے نہ رہا گیا۔ اُس نے بنک کے لاکھوں روپئے جو اسکے اختیار میں تھے سٹے میں لگا دیئے۔ نتیجہ وہی ہوا جو اکثر ایسی حالتوں میں ہوا کرتا ہے،

یعنی اسکو سخت گھاٹا پڑ گیا۔ اور اسکا سارا کا سارا روپیہ ڈوب گیا۔ اسکا نتیجہ شرمندگی بےعزتی۔ افسوس حیرانی اور پریشانی کے سوا کیا ہو سکتا ہے۔ پتہ لگنے پر مقدمہ چلا سارا خاندان تباہ ہو گیا۔ بال بچے جو اسکول اور کالج میں تعلیم پاتے تھے وہ سب تعلیم سے محروم ہو گئے۔ عورت کو لوگوں کے جھوٹے برتن مانجنے پڑے! اور خزانچی صاحب کو سات سال کی قید کاٹنی پڑی۔

اس طرح سے من ناچ نچاتا ہے۔ اور نچا نچا کر مار ڈالتا ہے۔ آغاز میں جب کوئی خیال اٹھتا ہے اسوقت اسکا ہٹا دینا آسان ہوتا ہے۔ بعد ازاں اسکا زور بتدریج بڑھتا جاتا ہے۔ پھر اسکا روکنا مشکل ہو جاتا ہے۔

دیاسلائی کتنی چھوٹی چیز ہے ابتدا میں اسکے بجھانے کے لئے محض ایک پھونک ہی کافی ہے لیکن اگر کسی کپڑے وغیرہ کو لگ جائے تو گھر کا گھر تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ یہی من کا ہے۔ برے خیال سے من کو شدھ کرنے کے واسطے بد صحبت یا کوسنگ کو بالکل تیاگ دینا لازم ہے۔ بچپن ہی سے ست سنگ شروع کر دینا چاہئیے۔ بچپن میں ست سنگ کے ذریعہ سیکھی ہوئی باتیں بہت زیادہ یاد اور ذہن نشین ہو جاتی ہیں۔ کمہار اسی وقت گھڑے بناتا ہے جبکہ مٹی بالکل نرم ہوتی ہے۔ مٹی کے سخت ہونے پر کمہار کے حسب منشاء شکل و صورت اختیار نہیں کرتی یہی حال بچے کا ہے۔ چال چلن کے جو ابتدائی اصول بچے کے ذہن میں بٹھا دیئے جاتے ہیں۔ وہ بچپن سے جوانی اور جوانی سے پختہ سالی حاصل ہونے کے ساتھ ساتھ ہی اسکی طبیعت میں مرکوز ہوتے جاتے ہیں وہ اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتے۔ شاید ہی ایسی طاقت ہوگی جو ان اثرات کو بدل سکتی ہو۔ یہ اثر ساری عمر اسکو نہیں چھوڑتے۔ یہی ابتدائی اثر اس بچے کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوگا کہ بچے کے دل میں مہربانی، ہمدردی۔ محبت۔ پریم رحم وغیرہ کے ابتدائی اصول کا بیج بونا کسقدر لازمی ہے۔ اور ایسا ہی بچے کو نفرت، خود غرضی وغیرہ سے کسقدر محفوظ رہنے کی ضرورت ہے۔

عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ کلجگ کا زمانہ ہے۔ من کو پوتر نہیں بنایا جا سکتا لیکن یہ بات لغو ہے۔ بلاناغہ مشق کے ذریعہ اسپر قابو پایا جا سکتا ہے۔

پیارا۔ عورت، موم اور من تقریباً آپسمیں ملتے جلتے ہیں۔ اور ان کا ایک ہی سبھاؤ ہے۔ جس شکل و صورت میں ان کو ڈھالا جائے جھٹ ڈھل جاتے ہیں

اس طرح من پر قبضہ حاصل کرنے کے لئے ابھیاس اور ویراگ کی سخت ضرورت ہے۔
جو لوگ کہا کرتے ہیں کہ ہم میں من پر قابو پانے کی طاقت نہیں ہے اُن کا ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔ اصل میں اُن میں کوئی مستقل ارادہ نہیں ہوتا۔ جو شخص ٹھان لیتا ہے کہ یا تو میں فلاں کام کامیابی کے ساتھ حاصل کروں گا یا مر جاؤں گا۔ وہ شخص شاذ و نادر ہی ناکامیابی کا منہ دیکھتا ہوگا۔ بقول ایک مہاتما جس طرح ایک آدمی بھیڑ کو چیرتا ہوا چلا جاتا ہے تو لوگ خود بخود اسکے لئے جگہ خالی کرتے جاتے ہیں اس طرح جو شخص پختہ ارادہ کر لیتا ہے کہ مجھے فلاں کام کرنا ہے اور ضرور بالضرور کرنا ہے تو اسکے سامنے جملہ مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔ لیکن جو لوگ محض آرزو ہی آرزو میں اپنی عزیز عمریں برباد کر دیتے ہیں انھیں کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب نہیں ہوتا۔ جو پختہ ارادہ کر لیتے ہیں۔ وہ جلد کامیاب ہو جاتے ہیں۔ کامیابی خواہ دنیاوی ہو یا روحانی بغیر مستقل ارادہ کے ہرگز میسر نہیں ہوتی۔ وہی انسان دنیا میں کامیاب ہوتے ہیں جنہوں نے پختہ ارادہ سے کام شروع کیا۔ اور پختہ ارادہ سے ہی اُسے کرتے رہے۔ راہ کی تکلیفوں اور رکاوٹوں اور دقتوں سے منہ پھیر لینے والے لوگ کہیں کامیاب نظر نہیں آتے اسلئے آج ہی پہلی فرصت میں مصمم ارادہ کرو اور من پر قابو حاصل کرنے کے لئے بلاناغہ مشق شروع کر دو۔

من کو قابو میں لانے کیلئے چند ابھیاس

ہر روز بلاناغہ پانچ بجے صبح سویرے اُٹھکر اشنان کر کے مرگ چھالا یا کسی ملایم آسن پر بیٹھکر ایک آدھ گھنٹہ اپنی طبیعت کے مطابق من سے بھگوان میں دھیان لگاؤ۔ سگن مورتی کی صورت یا چرتر کا سمرن کرو۔ یا برہم کے نرگن سروپ کا دھیان کرو شروع شروع میں بھگوان کی سگن مورتی کا دھیان کرنا چاہیئے۔ نرگن روپ کی سمجھ صرف اُن آدمیوں کا کام ہے جو عقلی نکتہ نگاہ سے بہت ترقی کر گئے ہیں۔ عوام کو اسوقت تک سمجھانا مشکل ہوتا ہے جبتک اسکی مادی تصویر بنا کر نہ دکھائی جائے بھگوان کی سمجھ کس کو ہے۔ جو اُسکی مورتی بنا کر اُسکو نہیں پوجتا۔ جو شخص بھگوان کو باپ کہتا ہے وہ باپ کی صورت میں اُسکی پرستش کرتا ہے۔ باپ مورتی کا نام ہے جو پوجنے والے کے دل و دماغ میں قائم ہو جاتی ہے۔ کوئی اُسکو ماں کی صورت میں پرستش کرتا ہے۔ کوئی اسکو عقل کل کہتا ہے۔ فرق یہ ہے کسی کی مورتی پتھر کنکر

کی ہے کسی کی لفظوں کی اور کسی کی خیال کی۔ مگر یہ سب مورتی ہی ہیں۔ جس طرح تم بھگوان کو بیان کرنے کی کوشش کروگے وہ کوشش مورتی ہی کی صورت میں آکر قیام پائیگی۔ اور تب جاکر اُسکے سمجھنے اور سمجھانے میں سہولت ہوگی۔ ورنہ بھگوان نہ باپ ہے نہ ماں نہ عقل کل ہے۔ وہ کیا ہے؟ بہا۔ اوہم وگمان کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا۔ اسلئے ابتدا میں بھگوان کی سگن مورتی کا دھیان کرنا چاہیئے جس وقت من اپنی چنچلتا دکھائے اسی وقت اُسکی گردن پکڑ کر جدھر جائے اُسی طرف سے واپس لاؤ۔ اور سگن اور نرگن سروپ میں اسطرح لگاؤ جس طرح سرکش گھوڑے کو لگام سے کھینچ کر اپنے بس میں لاتے ہیں۔

(۳) جس طرح کسی نئے نوکر کے کام کو مالک کچھ عرصہ تک دیکھتا بھالتا رہتا ہے، اسی طرح من کے کل کاموں کو بحیثیت مالک دیکھتے رہو۔ اور اس عمل کو اسوقت تک جاری رکھو جبتک کہ وہ بالکل ٹھیک راستہ پر نہ آجائے۔

(۴) رات کے وقت نیند آنے سے پہلے اپنے من سے پورا پورا حساب کتاب لے لینا چاہیئے کہ کتنے اچھے اور نیک کام کیے ہیں اتنے بُرے کام کئے ہیں اور کتنی دفعہ جھوٹ بولا ہے۔ اُنکو اپنی نوٹ بک میں درج کر لینا چاہیئے۔ اور اسطرح دیکھنا چاہیئے کہ آیا تم ترقی کر رہے ہو یا نہیں۔ اگر تم بہت جلد ترقی چاہتے ہو تو اپنی ڈائری میں کسی بات کے لکھنے سے گریز نہ کرو۔ اپنی خصلت کو بدلنے کے لئے سخت سادھن کی ضرورت ہے۔ اپنی غلطیوں اور برائیوں کو درج کرنے سے شرم محسوس نہ کرو۔ یہ محض تمہاری ترقی کے لئے ہے۔

(۵) جہاں تک بن پڑے اپنے دل اور زبان کو ایک کرنے کی کوشش کرو۔ سادھن کی اصل مراد یہی ہے۔ کہ دل اور زبان ایک ہو جائیں۔ ورنہ ہم منہ سے تو یہ کہیں گے " اے بھگوان! تم ہی میرے سروسو ہو!" مگر من وشیوں کو اپنا سروسو جانتا رہیگا۔ ایسے لوگوں کا سب سادھن نشپھل ہوتا ہے۔

(۵) من کو بیکار نہ رہنے دو۔ کیونکہ یہ بڑا چنچل ہے۔ جبتک اسے کام میں مصروف

لہ کسی امیر نے ایک بھوت سِدھ کیا۔ بھوت نے نمودار ہو کر کہا " میں بڑا کام کر سکتا ہوں اور اسی نیت سے آپ کے پاس آیا ہوں۔ میں کسی کام سے ہرگز نہیں ڈرتا۔ خواہ وہ کتنا ہی سخت کیوں نہ ہو۔ ہاں ایک عادت ضرور ہے میں کبھی بیکار نہیں رہ سکتا۔ آپ بیکار رکھوڑیں گے تو میں آپ کو مار ڈالونگا۔ امیر نے منظور کر لیا اور کہا کہ مجھے تمہارے ہی جیسے ایک نوکر کی ضرورت ہے۔ امیر جو حکم کرتا وہ فوراً حکم کی تعمیل کر دیتا تھا۔ امیر نے کہا کھانا تیار کرو بھوت نے جھٹ کھانا (باقی اگلے صفحہ پر)

رکھا جاتا ہے تو یہ نہایت وفادار دوست کا کام دیتا ہے۔ مگر جونہی اُسے بیکار رہنے کا موقعہ ہاتھ لگ جاتا ہے تو یہ دنیا بھر کی برائیوں اور خرابیوں کو دل و دماغ میں لاکر جمع کرتا ہے۔
متواتر ایک دو سال اس قسم کا عمل کروگے تو آخیر میں من کو عقل و ہوش آجائیگا۔ اور اندر کی آنکھیں کھُل جائینگی۔ اور دھیان کی حالت میں آنند بھی محسوس ہونے لگے گا۔

اگر دل پہ قابو نہیں تو ہزار کتھا سنو۔ وعظ اور نصیحتیں سنو۔ دھرم کے اڈمبر رچو۔ مندر جاؤ، مسجد جاؤ، گُردوارہ جاؤ، گرجا جاؤ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ بغیر اسکے ہر کوشش ریت سے تیل نکالنے کے برابر ہے۔ زندگی کا سارا راز من کو قابو میں لانے میں ہے۔ "من پر قابو" ایک ایسی سیڑھی ہے جسکے ذریعہ اگیانتا سے گیانتا کے مندر میں اور دُکھ سے شانتی کے گھر میں داخل ہو سکتے ہیں۔

بالفاظ دیگر دل کی یکسوئی ہیں؛ دل کو قابو کرنے میں ہی ساری کامیابی کا راز ہے عبادت اور ریاضت اُسی صورت میں بارآور ہو سکتی ہے جب دل میں مکمل یکسوئی پیدا ہو جائے۔

کامی پرش کیوں رات دن اپنے پیارے کی چنتا میں رہتے ہیں؟ محض اسلئے کہ اس خیال سے یکسوئی پیدا ہو کر آنند آتا ہے۔

شطرنج کے کھلاڑی کیوں اپنا جملہ کاروبار فراموش کرکے اسمیں محو ہو جاتے ہیں؟ محض اسلئے کہ وہاں اُن کے سارے خیالات ایک نکتہ پر جمع ہو کر یکسوئی پیدا کرتے ہیں۔

شرابی کیوں بار بار ذلیل و خوار اور رسوا ہونے کے باوجود شراب کے ٹھیکہ کے دروازے کی جبہ سائی نہیں چھوڑتا۔ محض اسلئے کہ شراب کی وجہ سے اُسکا من یکسو ہو جاتا مختلف اقسام کے وسنیوں میں بُری طرح پھنسے ہوئے لوگ کیوں اپنے اپنے رنگ میں مست ہیں؟ محض اسلئے کہ یکسوئی پراپت ہو۔ ..

(صفحہ ۱۲۷ کا بقیہ حاشیہ) تباہ کردیا۔ امیر نے کہا برتن صاف کرو بھوت نے دیر نہ لگائی۔ امیر چپ ہوگیا بھوت نے کہا جناب عالی کوئی اور کام ہو تو فرمایئے۔ امیر نے کہا اب آرام کا وقت ہے بسرام کرو۔ امیر یہ کہکر لیٹ گیا۔ بھوت نے کوٹھی کے جملہ شیشے اور سامان کو توڑ ڈالا۔ آواز سن کر امیر جاگ اٹھا اور حیرانگی کی حالت میں بولا او پاگل تو نے میرا گھر تباہ کردیا۔ بھوت نے کہا کہ جناب بربادی میں نے اپنی شرط کے مطابق کی ہے۔ آپ نے مجھے بیکار کیوں چھوڑا۔ وہ امیر مہاتما پرش کے پاس گیا اور کل واقعہ سنایا۔ مہاتما نے کہا کہ اپنے آنگن میں ایک لمبا بانس گاڑ دو اور اس بھوت سے خوب کام لو جب کام ختم ہو جائے تو اس سے کہو کہ اس بانس پر لگاتار چڑھتا اترتا رہے۔ امیر نے ایسا ہی کیا۔ بھوت چند روز میں درست ہوگیا اور اسنے معافی مانگی۔ اسی طرح یہ چنچل من بیکاری میں سخت عذاب میں رکھتا ہے۔

دل کی یکسوئی کے لئے ایکانت واس (خلوت) کی اشد ضرورت ہے۔ مگر ایکانت واس سے یہ مطلب ہرگز نہیں کہ زرد کپڑے پہنکر جنگل یا ندی کے کنارے ڈیرے ڈالے جائیں۔ جنگل اور ندی کنارے سے گھر کا ایک بالکل الگ کمرہ اچھا ہے۔ جہاں انسان کو ایکانت واس کیلئے اچھا خاصہ وقت اور موقعہ مل سکتا ہے۔

جب من شانت اور مستحکم ہو، یعنی اسمیں خواہشات کی لہریں نہ اٹھ رہی ہوں تب ہی اُسکے اندر بھگوان کا عکس پڑتا ہے۔ اور اسکا درشن ہوتا ہے۔

جن لوگوں نے[1] یکسوئی میں کمال حاصل کیا ہے۔ انھوں نے دنیا میں بڑی پائدار اور شاندار ترقیاں اور کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ جس دن تمھیں بھی یکسوئی حاصل ہوگی سمجھ لینا کہ وہ بڑا مبارک دن ہے۔ اُسکے میسّر ہوتے ہی تمہاری زندگی ایک نئے سانچے میں ڈھلنی شروع ہو جائیگی۔ اس سے تم بھی دنیاوی اور روحانی فائدہ اٹھا سکتے ہو۔

---

[1] ایک دن نیوٹن کا باورچی اُسکے لئے دوپہر کا کھانا تیار کر کے لایا۔ صاحب نے کھانا رکھوالیا اور باورچی کو حکم دیا کہ وہ بازار سے ایک انڈا اور ایک سنگترا لے آئے۔ باورچی حکم پاکر بازار گیا وہاں ایک کچا انڈا تو مل گیا مگر سنگترہ نہ ملا۔ واپس آکر اُس نے انڈا اُبالنے کے لئے گرم پانی چولھے پر رکھا۔ اتنے میں صاحب خود اُس کے پاس چلے آئے۔ انڈا اپنے ہاتھ میں لیکر باورچی سے کہا کہ میں اُسے اُبالتا ہوں تم بھاگ کر جاؤ اور سنگترہ تلاش کر کے لاؤ۔ باورچی نے بازار جاتے وقت صاحب سے کہا کہ جب پانی اچھی طرح اُبلنے لگے تو انڈا اسمیں ڈالدینا اور صرف چار منٹ تک اُبالنا ورنہ خراب ہو جائیگا۔ صاحب نے جیب سے گھڑی نکالکر اپنے ہاتھ میں لی۔ باورچی بازار چلا گیا۔ جب وہ سنگترہ لیکر واپس آیا تو دیکھتا ہے کہ صاحب آگ کے شعلوں کو غور سے دیکھ رہے ہیں۔ اور بڑے گہرے خیال میں محو ہیں۔ اور اُنکے ہاتھ میں انڈا ہے۔ اور گھڑی پانی میں اُبل رہی ہے۔

اسیطرح ایک امریکن موجد مسٹر اڈیشن کی بابت کہا جاتا ہے کہ جب اُنکی شادی ہوری تھی تو عین شادی کی رسم کے وقت مسٹر اڈیشن کو ایک تجربہ سوجھا۔ اور آپ وہاں سے اُٹھکر کیمیا خانہ میں چلے گئے اور اس خیال میں ایسا غرق ہوئے کہ وہ یہ بالکل بھول گئے کہ میری شادی ہو رہی ہے۔ اور میرے بہت سے مہمان موجود ہیں۔

کچھ عرصہ تک لوگوں نے انتظار کیا آخر اُن کی بیوی سے نہ رہا گیا وہ اُٹھکر اُسکے پاس آئیں تو دیکھا کہ وہ کسی گہرے خیال میں مستغرق ہیں۔

اُنکی بیوی نے کہا کہ آپ محفل سے یکایک اُٹھکر چلے آئے اور کافی دیر ہوگئی آپکی غیر حاضری سارے مہمان متعجب ہیں۔ اور آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

اڈیشن نے پوچھا "آپ کون ہیں، میں تو آپ کو نہیں پہچانتا" وہ خاموش ہوگئی۔ جب اڈیشن کا دماغ تجربہ سے ہٹا اور دماغ اپنی معمولی سطح پر آیا تو کہنے لگے "اوہو! تم تھیں۔ اچھا میں آتا ہوں۔"

یہ جسم فانی ہے۔ کیا پتہ کہ گھڑی بھر میں کیا ہوتا ہے۔ غفلت کرنا یا کسی اور وقت کے انتظار میں رہنا چاہیئے۔ بلکہ ابھی اور اسی وقت یکسوئی حاصل کر کے جیون کو سپھل کرنے کا یتن کرنا چاہیئے۔

جو لوگ اپنے بڑھاپے کو خوشحال بنانا چاہتے ہیں۔ انکو عالم جوانی میں ہی یکسوئی حاصل کرنے کی جانب دھیان دینا چاہیئے۔ اور اسی وقت سے کوشش کرنی چاہیئے۔ مگر جن لوگوں نے اپنی جوانی میں کچھ نہیں کیا۔ اور جو کچھ کیا بھی اسمیں کامیابی حاصل نہیں ہوئی۔ انھیں مناسب ہے کہ اب جوش اور مستعدی کے ساتھ ہمت کریں اور مایوس نہ ہوں۔ کہنے والوں نے سچ کہا ہے۔ کہ جبتک سانس تب تک آس۔

زندگی کی کسی چیز کو بالکل کھوئی ہوئی نہ سمجھو۔ اسمیں شک نہیں کہ جو آدمی اپنے بڑھاپے کو خاص طور پر خوشحالی کے ساتھ شانت بنانا چاہتے ہیں۔ انھیں شروع ہی سے یکسوئی کے لئے کوشش کرنا چاہیئے۔

گیتا اپدیش منظوم

وہ دیکھو آج کورو کھشیتر رن بھومی کا منظر ہے
نظر کے سامنے کیا کیا جوانمردوں کا لشکر ہے
کھڑی ہیں چار سو آراستہ پیراستہ فوجیں
نگہ کو روکتی ہیں ہر قدم پر راستہ فوجیں
اٹھائی آنکھ جب ارجن نے تو چاروں طرف دیکھا
نگاہِ غور سے ہر سمت دیکھا صف بہ صف دیکھا
نظر آئے اُسے خود اپنے رشتہ دار میداں میں
چچا - ماموں، گرو، احباب اور غمخوار میداں میں
کہا یہ کرشن سے، مہاراج ایسا ہو نہیں سکتا
کروں میں قتل کر کے راج ایسا ہو نہیں سکتا
کہا بھگوان نے ارجن نہیں تھا کوئی وقت ایسا
نہیں تھا تو جہاں میں یا نہیں میں جلوہ فرما تھا

یہ روحیں زندہ جاوید ہیں اور مر نہیں سکتیں
گمر یز اس جاودانی زندگی سے کر نہیں سکتیں

لباس بہ تو کسی کو جس طرح منظور ہوتا ہے
بدلنے پر وہ ملبوس کہن مجبور ہوتا ہے

نہاں ہے روح کی فطرت میں وہ تاثیر روحانی
جلا سکتی نہیں اگنی، گلا سکتا نہیں پانی

کوئی تلوار کاٹ اپنی یہاں دکھلا نہیں سکتی
یہ وہ آزاد ہے، قابو میں جسکو لا نہیں سکتی

نہ بن تو نکتہ چیں، یہ ماننا ہے لو تکا پیارے
حوالے کر دے میرے، آج سے اپنے کرم سارے

مرے ارجن دھرم دنیا سے جب روپوش ہوتا ہے
ہر اک انسان پاپی بن کے عصیاں کوش ہوتا ہے

دکھاتا ہوں میں رستہ نیکیوں کا اہل عالم کو
لگاتا ہوں ٹھکانے صورت احوال برہم کو

کسی سے جسکو نفرت ہے نہ بندہ ہے تمنا کا
سمجھنا چاہیئے اسکو کہ ہے وہ تارک الدنیا

جو کرمے ترک خواہش فعل سے نہ گمریز کرتا ہے
صحیح معنوں میں گو یا یوگ کا مطلب سمجھتا ہے

کوئی جس شکل میں جس دیوتا کی پوجا کرتا ہے
اور اسکے پاؤں پر وہ اپنی پیشانی کو دھرتا ہے

بڑھاتا ہوں اسی نسبت سے اسکے اعتقادوں کو
بناتا ہوں میں پختہ اور پختہ تر ارادوں کو

جو انسان "اوم" کا ہنگام رحلت جاپ کرتا ہے
وہ عالی مرتبہ پا کر زمانہ سے گزرتا ہے

مرے ارجن میں اس سنسار کا ماں باپ ہوں تنہا
محافظ زندگی کا۔ موت کا میں آپ ہوں تنہا

مجھے پھل پھول جو بھی پیش کرتا ہے ارادت سے
میں کرتا ہوں قبول اسکو محبت سے عنایت سے

ذہانت، حافظہ، شہرت بیان و گفتگو میں ہوں
زر و دولت ہوں استقلال کی فرخندہ خو میں ہوں

جہاں دیکھو جلال و حسن و جلوہ کارفرما ہے
سمجھ لینا کہ وہ میرا ہی اک ادنیٰ کرشمہ ہے

میں پہلے دے چکا ہوں بسکہ پیغام شکست انکو
سمجھ لے کر چکا ہوں موت کے ہاتھوں کی سپرد انکو

ذریعہ ظاہری بن کر بس اب تیغ آزمائی کر
قدم آگے بڑھا فوج عدو سے جا لڑائی کر

مرے ارجن! جو رکھتا ہے بھروسہ میری ہستی پر
رہا کرتا ہے آمادہ جو ہر دم میری بھگتی پر

خلوص دل سے جو بھگتی مری ہر بار کرتا ہے
میں اسکو پیار کرتا ہوں وہ مجھکو پیار کرتا ہے

غرور و کبر کا ہونا خلاف آدمیت ہے
کسی پر رحم کھانا ضبط رکھنا نیک عادت ہے

وہ انسان جو سمجھتا ہے برابر رنج و راحت کو
بہ رنج و خوشی رکھتا ہے قائم آدمیت کو

ہو جس انسان میں یہ خوبی وہی انسان ہوتا ہے
جہاں میں مرتبہ اسکا عظیم الشان ہوتا ہے

وہ انسان جو بری ہے کبر سے جھوٹی محبت سے
جہاں کی خواہشوں کو دیکھتا ہے چشم نفرت سے

ہمیشہ آتما میں محو ہے جو مرد روحانی
وہ پا لیتا ہے وہ منزل جسے کہتے ہیں لافانی

غرور و کبر سے پرہیز اور غصہ پہ تف کرنا
ہمیشہ ضبط رکھنا، آہ بھرنا اور نہ اف کرنا

ریاضت، سادگی، یگیہ دان پر پورا عمل کرنا
صداقت سے ہمیشہ زیست کی مشکل کو حل کرنا
یہ ساری خوبیاں ہیں دیوتائی خوبیاں گویا
یہ ہیں وہ خوبیاں رکھتے ہیں جو کرو بیاں گویا
وہی خیرات پاکیزہ ہے جو مطلب سے خالی ہو
نہ ہو ایسا درِ طالب پہ جا کر سوالی ہو
تو میرا نام ہر وقت ریاضت کہنا لازم ہے
کرے جو کام بھی وان، "اوم تت ست" کہنا لازم ہے
جو خواہش سے ہویدا علم کہئے راجسی اسکو
جہالت سے جو پیدا ہو تو کہئے تامسی اسکو
ستوگن علم جس کا نام ہے سب سے نرالا ہے
ہے یہ وہ علم جو پاکیزگی میں سب سے اعلیٰ ہے
جہاں کی خواہشوں سے بے نیازی جسکو حاصل ہے
وہی انسان مجھ میں جذب ہو جانے کے قابل ہے
کسی کو رازِ سربستہ مرا بتلائے گا جو بھی
یقیناً موکش کی پدوی کو بھی پا جائے گا وہ بھی

گیتا کے اپدیش سے ارجن بن گیا بیر
کارتا تیاگی سمجھی، کرمیں پکڑا نیر

....

گیتا کا فرمان ہے موت نہیں کوئی شئے
جب یہ کوئی شئے نہیں تب کاہے کا بھے

....

دکھ سکھ مان اپمان کو سمجھے ایک سمان
ایسے سجن پرش کو "گیتا گیانی" جان

کام کئے جا جگت کے، پھل کی اچھا چھوڑ
ان دوہوں کو جو پڑھے سنچہ من میں دھار
جگ سے ناتہ توڑ کر تم سے ناتہ جوڑ
اوگن اسکے بخشدے گوبند کرشن مراد

مہاتما وِدُر

آگ میں پڑ کر بھی سونے کی چمک جاتی نہیں :: کاٹ دینے سے بھی ہیرے کی چمک جاتی نہیں
رنج میں آتا نہیں نیکوں کی پیشانی پہ بل :: دھوپ کی تیزی میں سبزہ کی لہک جاتی نہیں

مہاتما وِدُر دھرتراشٹر اور پانڈو کے سوتیلے بھائی تھے۔ یہ نہایت پاکیزہ اور شریف الطبع انسان تھے۔ اُنھوں نے وید، ویدانگ، کلپ، ویاکرن، جوتش شاستر اور نیتی شاستر، دھرم شاستر بہت اچھی طرح پڑھے تھے۔ علم طب اور تیر اندازی وغیرہ میں بھی کافی مہارت حاصل تھی۔ راج نیتی میں انھیں خاص دسترس حاصل تھا۔ انکی تربیت بھیشم پتامہ جی کے زیر نگرانی ہوئی تھی۔ وِدُر جی اپنے دوسرے بھائیوں سے مختلف قسم کی تعلیم و تربیت حاصل کرنے میں سبقت لے گئے تھے۔ بڑے بھائی دھرتراشٹر تھے لیکن چونکہ وہ پیدائشی نابینا تھے اسلئے وہ تخت سے محروم رہ گئے اور پانڈو تخت پر بیٹھ گئے۔ اور اُنھوں نے مہاتما وِدُر اپنے بھائی کو وزیر اعظم بنایا۔ بھیشم پتامہ نے دھرتراشٹر کی شادی گاندھاری سے کی اور پانڈو کی شادی کنتی اور مادری سے ہوئی۔ وِدُر جی کی شادی سدیو راجہ کی لڑکی بھگتنی پدماوتی سے ہوئی۔

مہاتما وِدُر بڑے ہی دھرماتما، منصف مزاج اور ہمدرد انسان تھے۔ فرض شناسی کا انھیں بڑا احساس تھا۔ سیاسیات میں بھی پورا عبور تھا۔ غریبوں اور دوسروں کی مدد کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔ صداقت اور صاف گوئی آپ کا بنیادی اصول تھا۔ غرضیکہ آپ ایک سچے انسان اور آدرش ودوان تھے یہ انکی پاکیزگی اور علمیت ہی کا نتیجہ تھا کہ انکو اس ممتاز عہدہ پر مامور کیا گیا۔

مہاتما وِدُر دوسری زبانوں کا بھی خوب مطالعہ کرتے تھے۔ راجہ پانڈو کے انتقال کر جانے کے بعد پانچوں پانڈو پتروں کی وہ دیکھ بھال اپنے بچوں کی طرح کرتے تھے۔ راجہ پانڈو کے بعد سلطنت کا کام نابینا دھرتراشٹر کے کندھوں پر ڈالا گیا تھا لیکن وہ بڑے خود غرض تھے۔ اس خیال سے کہ سلطنت کے والی اسکے اپنے بیٹے بنیں وہ اپنے بھتیجوں کے متعلق کئی بدخیالیاں اور خفیہ کارروائیاں کرتے رہتے تھے۔ لیکن دوراندیش، دانشمند اور عاقل وِدُر انکی کچھ پیش نہ چلنے دیتے تھے۔ اسلئے دھرتراشٹر کے

ارادوں میں کامیابی نہ ہوئی کیونکہ مہاتما ودُر کوئی کام دھرم اور انصاف کے خلاف کرنے کو تیار ہی نہ تھے۔ گرہستی ہوتے ہوئے بھی وہ تیاگی تھے۔ وہ سچ کہنے سے ذرا نہیں جھجکتے تھے۔ جس وقت دھرتراشٹر کا پتر دریودھن پیدا ہوا تو آکاش پر بڑے بھیانک درشیہ دکھائی دیئے۔ اور بڑے بڑے اپ سگن ہوئے۔

مہاتما ودُر نے باوجود ملازم ہونے کے راجہ دھرتراشٹر کو مشورہ دیا کہ یہ لڑکا سارے خاندان کی تباہی کا موجب ہوگا۔ اسلئے اُسکو تیاگ دینا چاہیئے۔ اگرچہ دھرتراشٹر نے اسبات پر کان نہ دھرا لیکن ودُر جی صداقت کے اظہار میں کوئی خوف نہ کیا۔

جب پڑھنے لکھنے کا سن ہوا تو تعلیم و تربیت کی ضرورت ہوئی۔ تو سب بھائیوں کو گرو درون اچاریہ جی کے حوالے کیا گیا جس وقت تعلیم سے فارغ ہوتے تو سب ملکر کھیلتے۔ سیر کرتے۔ بھیم طاقت و توانائی میں فائق تھا اسلئے کھیلوں میں عام طور پر وہی جیتا کرتا اور دریودھن وغیرہ ہار جاتے۔ اسلئے دریودھن کے دل میں ہمیشہ بھیم کے لئے عداوت ہی رہتی۔ اور اسکی موت کا سامان دوشاسن وغیرہ سے مل کر کرنے لگا۔

ایک دن گنگا جی کے کنارے خیمے لگائے گئے۔ ناچ رنگ کا سامان اکٹھا کیا گیا اور پانچوں بھائیوں کو دعوت دی گئی۔ کھانے میں زہر ملا دیا گیا۔ ایسا زہر کہ سب کے سب بیہوش ہو گئے۔ دریودھن نے بھیم سین کو خوب اچھی طرح باندھکر گنگا جی میں پھینک دیا رسیوں سے جکڑی ہوئی لاش بہاؤ پر جانے لگی۔ بہتے بہتے ناگ لوک میں جا پہونچی وہاں کے راجہ نے بھیم سین کو پہچان لیا۔ اور گنگا جی سے نکال کر اُن کا علاج کیا۔ جب بھیم سین کو ہوش آیا تو اپنے آپ کو ناگ لوک میں پایا۔ ناگ لوک کے راجہ نے اُنکی خوب خاطر و مدارات کی۔ اور کچھ دن اپنے پاس رکھا۔ آخر بھیم جی نے رخصت چاہی اُنکو راجہ نے قیمتی سے قیمتی زیور، عمدہ سے عمدہ جواہرات اور اعلیٰ سے اعلیٰ سوغاتیں دیکر ہستناپور پہونچا دیا۔

اسی طرح کئی بار دریودھن نے پانڈوں کو مارنے کی کوشش کی۔

چونکہ پانڈو سب کے سب نیک اور لائق تھے سب لوگ یہی چاہتے تھے کہ یدھشٹر پانڈوں کے بڑے بھائی تخت پر بیٹھیں لیکن دریودھن یہ نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ وہ ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتا تھا۔

دریودھن نے اپنے باپ کو اسبات پر راضی کر لیا کہ پانڈوں کو وارناورت شہر میں بھیجدیا جائے۔ وہاں دھرتراشٹر کے بھیجے ہوئے وزیر پروچن نے ایک مکان لاکھ

سن۔ اور رال سے لیپا ہوا بنوایا۔ تاکہ پانڈووں کو اُسکے اندر جلا دیا جائے۔ چنانچہ پانڈوں کو وہاں بھیجدیا گیا۔ لیکن جیساکہ کسی نے کہا ہے ؎

جاکو راکھے سائیاں مار نہ سکے کوئے
بار نہ بانکا کر سکے جو جگ ویری ہوئے

چنانچہ اس سازش کا پتہ مہاتما وِدر کو لگ گیا۔ اور اُنھوں نے اُنکو جانے سے پہلے متنبہ کر دیا۔ اور پھر اُن کے پیچھے پیچھے ایک سرنگ کھودنے والا آدمی بھیجدیا۔ تاکہ وہ مکان میں سے سرنگ باہر نکالدے۔ اور مکان کو آگ لگنے پر پانڈو وہاں سے باہر چلے جائیں۔ چنانچہ ایساہی ہوا۔ رات کو جہاں بد طینت پروچن سو رہا تھا وہاں بھیم سین نے خود آگ لگادی اور آپ سارے اپنی ماتا سمیت سرنگ کے راستے گنگا کے کنارے جانکلے۔ وہاں وِدرجی نے اُن کے لئے کشتی کا پہلے ہی سے انتظام کیا ہوا تھا۔

اس طرح مہاتما وِدر کی عقلمندی اور دور اندیشی سے پانڈوں کی جان بچ گئی۔ اور دریودھن کو پتہ تک نہ چلا۔ وہ بڑے خوش تھے کہ پانڈووں سے چھٹکارا مل گیا۔ لیکن دکھلاوے کے لئے وہ رونے پیٹنے اور کریا کرم کرایا۔

پانڈو وہاں سے چھٹکارا پاکر پانچال کے راجہ یگیہ سین کے ہاں برہمن کا روپ دھارکر جا ٹھیرے۔ وہاں راجہ کی کنیا دروپدی کا سوئمبر ہوتا تھا۔ جس کے لئے ایک گھومتی ہوئی مچھلی کا پانی میں عکس دیکھکر نشانہ کرنا تھا۔ بہت سے راجہ اور راجکمار آئے۔ پانڈو برہمنوں کی ٹولی میں بیٹھے تھے۔ سب راجہ لوگ ناکامیاب رہے۔ تب ارجن اُٹھے۔ سب حیران تھے کہ ایک برہمن کیا کریگا۔ لیکن اپنے بھائی یدھشٹر اور دیگر برہمنوں کا آشیرواد لے کر وہ آگے بڑھے اور نشانہ بندھ دیا۔ اور سب طرف سے واہ واہ کی صدا بلند ہوئی۔ کورو بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ چنانچہ اُنکو پتہ لگ گیا کہ پانڈو زندہ ہیں۔ وہ بڑے ششدر اور شرمندہ ہوکر ہستناپور واپس گئے۔ اور راجہ دھرتراشٹر کو اس بات پر راضی کرلیا کہ انھیں اپنے علاقہ میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔ لیکن وِدرجی نے پھر جاکر مشورہ دیا کہ وہ لوگ لائق اور ہردلعزیز ہیں۔ آپ اُن سے بدسلوکی نہ کریں بلکہ اُنکو ادھا راج دیدیں۔ دھرتراشٹر مان گئے۔ اور وِدرجی کو کہا کہ پانڈو کو لے آؤ۔ چنانچہ پانڈو آگئے اور دھرتراشٹر نے اُنکو آدھا راج دیدیا۔ اور کھانڈو پرست میں دارالخلافہ بنوا دیا۔ یہ سب مہاتما وِدر کی کوشش کا نتیجہ نکلا۔ اور ایک دفعہ سارے جھگڑوں کا خاتمہ ہوگیا۔ مہاتما وِدر بھی اُن کے ساتھ چلے گئے۔ اور وہاں پانچ شہر بسائے

جن میں سے ایک اندرپرست تھا اور اسکے کھنڈرات اب بھی ملتے ہیں۔

یدھشٹر نے پھر راجسو یگیہ کیا۔ یعنی اس نے اپنے آپ کو سب سے بڑا راجہ ہونے کا اعلان کیا۔ دریودھن بھی اس یگیہ میں شامل ہوا۔ لیکن پانڈوں کی شان و شوکت دیکھکر جل گیا۔ چونکہ جنگ کرکے تو وہ پانڈوں کا کچھ بگاڑ نہ سکتا تھا۔ اسلیئے اس نے اپنے ماما شکنی کے مشورہ سے پانڈوں سے جوا کھیلنے کا فیصلہ کیا۔ اور خاص قسم کے پانسے بلوائے۔ شکنی جوا کھیلنے میں ماہر تھا۔ راجہ دھرتراشٹر کی بھی منظوری لے لی۔ جب مہاتما ودر کو پتہ لگا تو اس نے پھر راجہ دھرتراشٹر کو سمجھایا اور جوے کے بدنتائج اور نقصانات واضح کیئے۔ لیکن دریودھن اسپر بضد تھا۔ اسلیئے ودر جی کو برا بھلا تک کہا۔ بلکہ بے عزتی سے باہر نکل جانے کو کہا۔

غرضیکہ اسوقت جوا کھیلا گیا اور یدھشٹر اپنا سب کچھ ہار گئے۔ حتیٰ کہ وہ دروپدی کو بھی داؤں پر لگا بیٹھے۔ دریودھن نے بھری سبھا میں دروپدی کو بلوا بھیجا۔ اور کہا کہ اب تم ہماری رانی ہو۔

دروپدی کڑک کر بولی "کیا اس سبھا میں کوئی بھی ایسا عاقل نہیں جو کوروں کو اس نالائق حرکت سے باز رکھے۔

سب چپ رہے۔ بھیشم، درون اچاریہ اور کرپاچاریہ بھی وہاں بیٹھے تھے۔ لیکن سب خاموش رہے۔

اتنے میں مہاتما ودر آنکلے اور گرج کر کہا کہ "استری اپنی عصمت کو بچانے میں خود مختار ہے۔ اسکے متعلق کسی کو کوئی حق حاصل نہیں"

لیکن دریودھن کب ماننے والا تھا۔ دروپدی کو ننگا کرنے کا حکم دیا۔ لیکن بھگوان کرشن نے اسکی حفاظت کی اور وہ ننگی نہ کی جاسکی۔

تب مہاتما ودر پھر شیر کی طرح گرج کر بولے کہ "او دریودھن! تو نے اپنی قبر آپ کھودلی ہے۔ دروپدی کا کچھ نہ بگڑا۔ لیکن دریودھن ہی کے عینی سامان بن گئے ہیں"

ان سب باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ باقی سب لوگ خاموش رہے کسی کو زبان ہلانے کی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن مہاتما ودر ایسے نڈر اور شیر دل تھے کہ وہ باوجود دریودھن کی دھمکیوں کے ظلم و تشدد کے خلاف آواز اٹھائے بغیر نہ رہ سکے۔

چنانچہ پانڈو اپنی ماتا کنتی کو ہمراہ لے کر شہر کو چھوڑ کر بن کو چلے گئے۔

ایک دن دھرتراشٹر نے مہاتما ودر سے کہا کہ اپنے بھتیجے پانڈوں کے بن جانے کا

مجھے بڑا ہی افسوس ہے۔ کوئی ایسی تجویز کرو جس سے یہ معاملہ اور نہ بڑھے بلکہ نپٹ جائے۔

مہاتما ودر نے کہا کہ میں آپ کو کئی مرتبہ عرض کر چکا ہوں کہ آپ کے بیٹے بھلے آدمی نہیں بلکہ یہ تو نکال دینے کے لائق ہیں۔ لیکن آپ میری ایک بھی نہیں مانتے۔ اب یہی مناسب ہے کہ پانڈوؤں کو بلا کر ان کا راج انھیں واپس کر دیا جائے۔

یہ سنکر دھرتراشٹر غصہ میں آگیا۔ اور کہنے لگا "ودر! تم ہمیشہ پانڈوؤں کی خیر خواہی کی بات کرتے ہو۔ تم انکے جاسوس معلوم ہوتے ہو۔ جاؤ چلے جاؤ۔ اور پھر کبھی اپنا منھ نہ دکھانا۔"

ودر بھی ایسی پاپ بھومی میں نہ رہنا چاہتے تھے۔ وہ پانڈوں کے پاس چلے گئے۔ یدھشٹر نے انکی بڑی تعظیم کی۔ تب ودر جی نے کہا "دیکھو بیٹا یدھشٹر! مجھے یہاں نکالا گیا ہے۔ لیکن تم اسکا افسوس نہ کرنا۔ میں تمھیں تکلیف دینے نہیں آیا۔ بلکہ کچھ باتیں کرنے آیا ہوں۔ وہ دھیان سے سنو۔

جو انسان اپنے دشمنوں سے ستایا جا کر شانت رہتا ہے اور اچھے دنوں کا انتظار کرتا ہے وہ انجام کار ہر طرح کامیاب ہوتا ہے۔"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سنجے آگیا اور کہنے لگا کہ مہاتما جی آپ کے بھائی دھرتراشٹر آپ کو سخت سست تو کہہ بیٹھے ہیں لیکن وہ بہت پچھتا رہے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وہ ایک گھڑی بھی آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ مجھے انھوں نے بھیجا ہے کہ میں آپ کو واپس لے چلوں۔

مہاتما ودر بڑے گمبھیر اور عاقل انسان تھے۔ یدھشٹر سے مشورہ کرکے واپس ہستناپور چلے گئے۔

دھرتراشٹر نے معافی مانگی۔ مہاتما ودر نے جن موزوں الفاظ میں جواب دیا اس سے مہاتما ودر کے کیرکٹر کی بڑی عظمت ظاہر ہوتی ہے۔ وہ نہ خود کوئی قابل اعتراض بات کرتے تھے نہ کسی کو ایسا کرنے کا مشورہ دیتے تھے۔ اگرچہ دھرتراشٹر نے انھیں بے عزتی کے ساتھ نکال دیا تھا تاہم اسکے خلاف ایک لفظ بھی برائی کا نہ کہا۔

مہاتما ودر ایک دنیادار انسان ہوتے ہوئے بھی یوگی تھے۔ سادھو تھے۔ جھوٹی عزت یا بے عزتی انکی عالی طبعی پر کوئی اثر نہ رکھتی تھی۔ انھوں نے یہ بھی دیکھا کہ دھرتراشٹر کو ان سے حقیقی محبت نہیں۔ محض بناوٹی اور نمودی ہے۔ تاہم انھوں نے اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہیں کی۔ لیکن ادھر دریودھن وغیرہ کو فکر دامنگیر ہوئی کہ

کہیں وِدُرجی راجہ دھرتراشٹر کو پھر باتوں میں لاکر پانڈووں کو واپس نہ بلالیں۔ اور بنا بنایا کھیل نہ بگڑ جائے۔ اسلئے راجہ کو اِدھر اُدھر کی باتیں کہکر وِدُرجی سے زیادہ بات چیت کرنے یا ملنے جُلنے کا موقعہ نہ دیا۔

جب پانڈوؤں کی جلاوطنی کا زمانہ پورا ہوگیا تو اُنکی جانب سے شری کرشن جی کوروں کو سمجھانے اور فساد کو نہ بڑھانے کا مشورہ دینے لگے۔ لیکن دریودھن نے ایک نہ سُنی۔ بلکہ پانڈوؤں کے متعلق کئی بُرے الفاظ کہے۔

یہ حالت دیکھکر دھرتراشٹر کو آئندہ آنے والی مصیبتوں کا خیال پیدا ہوا۔ اور اس نے پھر مہاتما وِدُرجی سے مشورہ کیا۔ مہاتما وِدُر نے انھیں حسب معمول بے انصافی سے باز رہنے کا مشورہ دیا۔ اور کہا کہ فراخدل آدمی عفو اور خوش اخلاقی سے کام لے تو اُسے کبھی گزند نہیں پہنچ سکتا۔ کیونکہ عفو یا کھشما ہی حقیقی راحت ہے۔ اور عفو ہی سچی مسرّت ہے۔ غرض سے انسان کی طبیعت میں فراخدلی ہونی چاہئے اور عدم ایذا رسانی کے عہد سے انسان کو سب قسم کا سُکھ ملتا ہے۔ کام، کرودھ اور لوبھ یعنی نفس کا تابع، غصہ اور لالچ یہ تینوں باتیں دوزخ کا دروازہ ہیں۔ جو دوسروں کے مال پر ناجائز چھاپہ مارتے ہیں اور اپنے خیرخواہوں کو چھوڑ دیتے ہیں وہ انسان کبھی چین نہیں پاسکتے۔ اسلئے انسان کو ان تمام بد عادات سے باز رہنا چاہئے۔

بھگوان کرشن نے ایکدفعہ پھر دربار لگواکر انہیں دریودھن کو سمجھایا کہ کم ازکم پانچ گاؤں پانڈوؤں کو دیدو۔ لیکن دریودھن نے کہا کہ میں تو ایک سوئی کے ناکے کے برابر بھی زمین دینے کو تیار نہیں ہوں۔

اسپر دھرتراشٹر سے کرشن بھگوان نے کہا کہ بُرا وقت آنیوالا ہے گھمسان کا جنگ ہوگا۔ جسمیں بڑا کشت وخون ہوگا۔ اور پانڈووں کے ہاتھوں کورو مارے جائینگے۔ ایسا کہکر وہ چلے گئے۔

دریودھن اب کہنے لگا کہ وِدُر جاسوس ہے۔ میرے سارے راز دشمنوں پر ظاہر کرتا ہے۔ یہ بات وِدُرجی کے کانوں میں بھی پہونچی۔ تو وہ اس علاقہ کو چھوڑکر تیرتھ یاترا کو چلے گئے۔ ایک جگہ اُن کو بھگت اودھو ملے۔ ان سے آپ کی بڑی لمبی چوڑی بات چیت پانڈو اور کورو کے ہونے والے جنگ کے متعلق ہوئی۔ وِدُرجی نے کہا کہ: اودھو! میں جانتا ہوں کہ محض دھرم ہی سماج کی بنیاد ہے۔ وہ سماج کبھی نہیں سدھر سکتی جو دھرم اور انصاف کو چھوڑ دیتی ہے۔ اور غیرت، نفرت، تکبّر

اور خودی کو اختیار کرتی ہے۔ جو لوگ ظالم ہیں۔ اور جن لوگوں کا ظاہر و باطن ایک نہیں اور جو لڑائی جھگڑوں میں لگے رہتے ہیں وہ سماج کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ تفرقہ داری ہی سماج کی جڑوں کو کھوکھلا کرتی ہے۔ ایسے لوگوں کا قلع قمع کئے بغیر دیش میں شانتی نہیں ہو سکتی۔ بے چینی اور بدامنی پڑی رہتی ہے۔ وہی قوم ترقی کر سکتی ہے جسمیں زیادہ تر افراد ایسے ہوں جو ہمدرد، نیک چلن، منکسر المزاج سب سے محبت کرنیوالے۔ کسی کو غیریت کی نگاہ سے نہ دیکھنے والے اور پاکیزہ زندگی بسر کرنیوالے ہوں، ورنہ جس جاتی یا قوم کے اندر اسکے برعکس عادات والے لوگ ہوں وہ اس قوم کی کشتی کو دیر یا سویرے ڈبوتے ہیں۔ اسے کبھی پار نہیں لگنے دیتے۔

بھگوان کرشن جب ہستناپور آئے تو کوروں کی درخواست کرنے کے باوجود اُنکے ہاں نہیں ٹھہرے۔ اور اُنھوں نے صاف کہدیا کہ میں تو ودُرجی کے یہاں ٹھیروں گا۔ کیونکہ اُنکی کمائی نیک اور حلال کی ہے۔ ایسا کہکر وہ ودُرجی کے یہاں ٹھہرے۔ اور وہاں پر معمولی ساگ پات کھا کر خوش ہوئے۔

ودُرجی نے کچھ شرمندہ ہو کر کہا کہ افسوس! میرے گھر میں سامان خورد و نوش ناکافی ہے۔ اور میں آپ کے شایان شان خدمت نہ کر سکا۔

اسپر شری کرشن نے فرمایا کہ "ودُر! جو لطف مجھے تیرے گھر کے اس کھانے میں آیا ہے وہ اپنے گھر کے چھپّن پدارتھوں میں بھی نہیں آتا۔ تیرے جیسے پاپ ہمدرد۔ ایماندار۔ منصف مزاج۔ راست گو۔ اور سب سے محبت رکھنے والے انسان کے گھر کا تیار کیا ہوا کھانا امرت کے برابر ہے۔ اسلئے جو خوشی مجھے اس کھانے سے ہوئی ہے وہ کہنے سے باہر ہے۔

جب مہاراجہ یدھشٹر اچھی طرح سے بادشاہت کرنے لگے تو ودُرجی جنگلوں میں چلے گئے۔ اور وہاں سخت ریاضت کرنے کے بعد یوگ بل کے ذریعہ اپنے پران چھوڑ دیئے۔ آپ وقتاً فوقتاً پانڈوؤں کو اور دوسرے لوگوں کو اپدیش دیتے رہے ہیں، وہ تعلیم نہایت اونچ پایہ کی ہے جسمیں سے چند باتیں یہاں درج کی جاتی ہیں:-

(۱) عفو کے متعلق وہ لکھتے ہیں کہ "عفو کے ذریعہ ساری دنیا کو اپنے بس میں کیا جا سکتا ہے۔ ایسا کوئی بھی کام نہیں جو عفو کے ذریعہ نہ ہو سکے جس کے پاس عفو اور شانتی کا ہتھیار ہے اُسکو کوئی دشمن نقصان نہیں پہونچا سکتا۔

(۲) دھرم ہی بہبودی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ عفو سے ہی شانتی مل سکتی ہے۔ اور سچا سکھ کسی کو دکھ نہ دینے سے ہی مل سکتا ہے۔

(۳) جسکو عزت کی خواہش ہے وہ دو باتیں کرے۔ اوّل شیریں کلامی اختیار کرے دوسرے سب سے پریم کرنا اپنا شیوہ بنائے۔

(۴) جو انسان طاقت رکھنے کے باوجود اپنے دشمن کو معاف کر دیتا ہے اور جو غریب ہوتے ہوئے بھی خیرات دیتا ہے ان دونوں شخصوں کو سرگ سے بھی اونچا مقام ملے گا۔

(۵) دوسرے کا مال چھیننا۔ غیر عورت کی عصمت دری کرنا اور دوستوں سے دھوکہ کرنا انسان کی تباہی کا موجب بنتے ہیں۔

(۶) دانا آدمی ذیل کی باتیں چھوڑ دیتے ہیں:-
تکبر۔ شبہ۔ غیبت۔ بداعمالی۔ غیریت۔ عناد اور فضول بحث تکرار۔

(۷) وہ انسان ضرور بہبودی حاصل کرتا ہے جو دوسروں کو کھلانے کے بعد خود کھاتا ہے۔ دن بھر محنت کرنے پر بھی تھوڑا سوتا ہے اور درخواست کرنے پر دشمنوں کی بھی مدد کرتا ہے۔

(۸) جو انسان ہر ایک کا سدا بھلا چاہتا ہے، صداقت سے پیار اور سب سے نیک سلوک کرتا ہے۔ ساتھ ہی جسکے خیالات نیک ہیں وہ دوسرے انسانوں میں سطرح عزت پاتا ہے جیسے کانچ کے منکوں میں اصلی موتی۔

(۹) جو انسان اپنے نفس اور حواس پر قابو رکھتا ہے بداعمالی سے پرہیز کرتا ہے اور ہر ایک کام کو سوچ سمجھکر ہاتھ ڈالتا ہے اُسے دولت کبھی نہیں چھوڑتی۔

(۱۰) جو انسان اپنے نفس و حواس پر قابو پائے بغیر صاحب دولت بن جاتا ہے۔ اُسکی دولت کے جانے میں دیر نہیں لگتی۔

(۱۱) یاد رکھو شیریں کلامی اور راست گوئی خوشی کا باعث ہوتی ہے اور دروغ گوئی اور ترش کلامی تباہی کا موجب بنتی ہے۔

(۱۲) کلہاڑی کا کاٹا ہوا درخت پھر بڑھ جاتا ہے۔ تیر کا گھاؤ بھی مل جاتا ہے۔ لیکن کڑوے بول کا زخم کبھی بھی درست نہیں ہوتا۔

(۱۳) جو لوگ ہر انسان کو پیار کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ وہ اس دنیا میں عزت پاتے ہیں اور عاقبت میں فلاح اور دیر تک اُنکی ناموری دنیا میں موجود رہتی ہے۔

(۱۴) دکھی کڑوی اور سخت بات کہنے سے سُننے والے کے دل۔ ہڈّی اور جان تک کو تکلیف دیتی ہے۔ اور کڑوی بات کہنے والا خود بھی چین نہیں پاتا۔ اور اسکا سارا دھرم نشٹ ہو جاتا ہے۔

(۱۵) جو انسان کسی سے بحث و تکرار نہیں کرتا۔ اور نہ ہی دوسروں کو بحث کرنے کا موقع دیتا ہے اور دُکھ دیئے جانے پر بھی شانت رہتا ہے اور معاف کر دیتا ہے اُسکی عزت دیوتا تک کرتے ہیں۔

(۱۶) جو سُکھ سے رہنا چاہیں وہ نہ تو کسی کو دکھ دیں اور نہ کسی سے دشمنی کریں انکو تعریف یا ہجو کی پرواہ نہیں ہوتی۔ سب کا بھلا چاہتے ہیں اور کسی کا نقصان تو خواب میں بھی نہیں کرتے

(۱۷) بدسرشت اور بد طینت وہ انسان ہے جو سدا جھگڑے کرے۔ کڑوے بچن بولے مغلوب الغضب ہو اور برائی کرنے پر سدا مائل رہے۔

(۱۸) ہمیں سدا یہ کوشش کرنی چاہئیے کہ ہمارے درمیان کوئی بھی لوگوں سے نفرت کرنے والا نہ ہو۔ نہ غریبوں کو تکلیف دینے والا اور نہ اپنے فرض سے گریز کرنے والا ہو۔

(۱۹) جس جنگل میں درخت ایکدوسرے کے ساتھ کھڑے ہوں وہ بہت تیز ہوا کے چلنے پر بھی نہیں گرتے۔ کیونکہ انھیں ایکدوسرے کا سہارا ہوتا ہے۔ اسطرح اگر انسان مل جُل کر اتفاق سے رہیں تو انھیں کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔

یہ ہے وِدُر جی کی تعلیم۔ وہ اس تعلیم پر خود عامل تھے۔ اور اسلئے ان کا صحیح حقیقی معنوں میں گیان ہے۔

آج کہا جاتا ہے کہ یہ تعلیم انسان کو کمزور بناتی ہے لیکن اگر اسکی گہرائی کا مطالعہ کیا جائے تو انسان نڈر دل اور باحوصلہ بنتا ہے۔ اسکی آتما بل پکڑتی ہے۔ کسی کو چھپ کر چھرا گھونپ دینا کسی کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈا کر کے چند روزہ ترقی کرنا۔ انجام کار منہ کے بل گراتا ہے۔ حقیقی طاقت، سچا حوصلہ اور دیرپا عزت اسی طرح حاصل ہو سکتی ہے جس طرح مہاتما وِدُر جی نے فرمایا ہے۔

آج سنگھٹن کی رٹ لگائی جاتی ہے۔ لیکن لالچی اور خودغرض لوگ کبھی سنگھٹن پیدا نہیں کر سکتے۔ وہ کبھی مل کر کوئی بات نہیں کر سکتے۔ پہلے انھیں اپنے سوارتھ اور لالچ کو چھوڑنا ہوگا۔ تبھی حقیقی سنگھٹن قائم ہو سکتا ہے۔ جو لوگ اپنی جاتی کا ادھار چاہتے ہیں انھیں مہابھارت کا شری گیتا جی کا، وِدُر نیتی کا بڑے دھیان سے مطالعہ کرنا چاہئیے۔

گوپیوں کا پریم

اور ان کا اودھو جی کو جواب

آ گئے اودھو یہاں اُپدیش کرنے کیلیے
دھن الفت فقط باتوں سے بھرنے کیلیے

جب نہیں سمجھا ہے مجھ کو تھیں اودھو ستا
یہ نہیں ہے گوپیکاؤں کی اپیلوں کا جواب

وہ نہیں کب تھے ہرا تھا وعدہ آنے کے سندیش کا
شوق ہمکو کب ہوا تھا گیان کے اپدیش کا

شمع الفت کبھی پانی سے یوں جلتی نہیں
دال اس جا گیان کی اودھو کبھی گلتی نہیں

کوئی بھوکا سیر باتوں سے بھی ہوتا ہے کہیں
چاہیئے ماکھن ، پانی بلوتا ہے کہیں

شیام سندر ہی ہماری جان ہی محبوب ہے
خود نہ آئے گھر ہیں پیغام کب مطلوب ہے

آتش ہجراں سے ہم تو رات دن ہیں جل رہی
کھینچتی آہیں ہیں ہر دم ڈھونڈھ رہی ، بیکلی

سنتی ہیں کیسا ہی اب تو ہو رہا ہے التفات
کس لیئے پوچھیں یہاں گوپیوں کی اب وہ بات

ابکی ہیں متھرا میں اب تو بھی ہوئی مشہوریاں
ہم غریبوں کی تو ہیں قسمت میں بس مہجوریاں

یہو نچکر متھرا انھیں ہیں سوجھتی باتیں عجیب
ہم بتائیں انکو درشن ہو اگر ہمکو نصیب

لے لیا دل کو چرا کر ، ہمکو بیدل کر دیا
جسم بیجان کر گئے کیوں ہمارے وہ مر دیا

ہاتھ میں اُسکے فسوں ہے وہ ہے جادو گر عجیب
تھا تو وہ صیاد ، سمجھے ہم اُسے اپنا حبیب

سمرتھ سوامی رامداس جی

بھارت ورش آدی کال سے ہندوؤں کی ماتری، پتری تتھا پنیہ بھومی ہے یہی ہندو سبھیتا اور سنسکرتی کا جنم تتھا وکاس ستھل رہا ہے۔ اسی ماتا کی گود میں بڑے ہو کر ہمارے پورجوں نے سنسار کو سنمارگ کا دگ درشن کرایا۔ لاکھوں ہی نہیں کروڑوں رشیوں مہرشیوں تتھا شور ویروں نے اپنے تن من دھن سے اس ماتا کی سیوا کی اور سنسار بھر میں اسے پوجنیہ استھان کی پراپتی کرائی۔

تیرہویں صدی سے پہلے اگرچہ سمپورن بھارت ورش میں ایک چھتر راجیہ نہ تھا تاہم یہاں کے سب راجے مہاراجے ایک ہی راشٹر کے انگ تھے۔ اس سمے سندر ور شہر میں آپس کی پھوٹ جیسی بھیانک کمزوریاں پیدا ہو چکی تھیں۔ اس پھوٹ ہی کا نتیجہ تھا کہ یونانی، پارتھین، سیتھین، ہون تتھا شک جاتیوں دوارا پددلت ہونے کے پشچات ایک بار پھر اس دیش کو دشٹ اور اتیاچاری یونوں کے ظلم و ستم کا شکار ہونا پڑا۔ ان لوگوں نے کیول بھارتیہ ہندو سماج کو ہی نشٹ کرنے کی چیشٹا کی بلکہ سبھیتا، سنسکرتی تتھا دھرم کو سمول نشٹ کرنے کا بھرپور پریتن کیا۔ مندروں کو توڑ پھوڑ کر ان کے استھانوں پر مسجدوں کو کھڑا کیا گیا۔ لوگوں کو زبردستی مجبور کیا جانے لگا کہ وہ اپنے پراچین دھرم مریادا کو چھوڑ دیں۔ ورنہ انھیں یا تو ان کا غلام رہ کر جیون بسر کرنا ہوگا اور کئی پرکار کے ناجائز ٹیکس ادا کرنے ہونگے۔ یا انھیں پروار سہت اپنے جیون کی آہوتی دینی ہوگی۔ ایسی کٹھن پرستھتی میں بھی ہندو راشٹر نے بڑے بڑے بلیدان دیکر اپنے استتو کو بنائے رکھا۔

چودھویں صدی کے شروع میں علاء الدین خلجی نے دکھن پر چڑھائی کی۔ اور دیوگری کے راجہ رام دیو رائے کو پراجت کیا۔ یہ یونوں کا دکھن میں پہلا ہستکھیپ تھا۔ وہاں انھوں نے جو اتیاچار کئے ان سب کا بیان نہ کر کے صرف اتنا ہی کہنا کافی ہوگا کہ اگر کوئی کھنڈروں تتھا چٹانوں کی موک بھاشا سمجھ سکتا ہو تو وہ خود وہاں جا کر ان سے پوچھے کہ اس سمے وہاں کیا کیا اتیاچار کئے گئے تھے۔ اور کیسی کیسی مصیبتوں کا سامنا لوگوں کو کرنا پڑا تھا۔

یونوں کی اس بھاری چوٹ سے کچھ شتھل سا ہوا ہندو سماج مورچھت ہو گیا۔ وہ

اس دھکے کو سہہ نہ سکا۔ سماجی سامراجک ویوستھا نشٹ بھرشٹ ہونے لگی۔ جاتی کے ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ بھارت ورشیہ کے مختلف حصوں کے ساتھ ہی ساتھ دکھشن میں بھی ہندو سماج ادھوگتی کو پراپت ہوا۔ ایسی اوستھا میں ہماری گورو پورن پرتو دلی ہوئی سنسکرتی کے بیج پھوٹ نکلے۔ ماتا نے ہزاروں ہی سپوتوں کو جنم دیکر بڑھ رہے پاپوں کی روک تھام کروائی۔

بھگوان کرشن چندر جی مہاراج نے بھی تو گیتا میں کہا ہے۔

यदा यदा हि धर्मस्य ग्लानिर्भवति भारत ।

अभ्युत्थानम धर्मस्य तदात्मानम सृजाम्यहम ॥

ارتھات۔ جب جب دھرم کی گلانی ہوتی ہے تب تب اسکے ادھار کے لئے میں پرگٹ ہوتا ہوں۔" وہی بھگوان دکھشن میں سمرتھ سوامی رامداس جی کے روپ میں پرگٹ ہوئے۔ جنہوں نے سوئی ہوئی جاتی کو پھر سے جگا کر ہندو دھرم تتھا سنسکرتی کے پنر ادھار کے لئے کرم شیل بنایا۔

سوامی جی کا جنم گوداوری تٹ پر استھت بیڑ ضلع کے جانب ناک گرام میں ہوا۔ ان کے پتا پرم پوجیہ شری سوریا جی پنت بڑے سوشیل تتھا بھگوت بھگت پرش تھے۔ اور ماتا جی بھی بڑی دھرماتما اور پتی ورتا استری تھیں۔ دونوں پتی پتنی شری سوریہ بھگوان کے اپاسک تھے۔

کہتے ہیں کہ سوریہ دیو کے آشیرواد سے ہی ان کے یہاں دو پتر ہوئے۔ بڑے لڑکے کا نام گنگا دھر جی تھا۔ اور چھوٹے پتر بعد میں سمرتھ سوامی رامداس جی کے نام سے پرسدھ ہوئے۔ ماتا پتا کی طرف سے ان کا نام نارائن رکھا گیا کیونکہ وہ انھیں بھگوان سوریہ نارائن کا ہی روپ ماننے لگے تھے۔

نارائن بچپن میں ہی رونا نہ جانتے تھے۔ نہایت چنچل ہونے کے باوجود بھی بال اوستھا سے ہی بڑے ساہسی اور نڈر تھے۔ جب نارائن کی آیو پانچ برس کی ہوئی تو ان کا یگیوپویت سنسکار کر کے انھیں پاٹھ شالا میں داخل کرا دیا گیا۔ ان کی سمرن شکتی اتنی تیز اور اکھشروں کی لکھائی اتنی سندر تھی کہ گرو جی خود دنگ رہ جاتے تھے۔ وہ سوچتے تھے کہ یہ بڑا وچتر بالک ہے۔ اچارن اتنا سپشٹ اور آواز اتنی مدھر تھی کہ جب وہ منتر اچارن کرتے تو بڑے بڑے ودوان پنڈت آشچریہ سے انکے منہ کی طرف دیکھنے لگتے تھے۔ مانسک گنوں کے ساتھ ساتھ نارائن کا شریر بھی بڑا ہی سندر تتھا شکتی شالی تھا۔ اسلئے وہ

اپنے گرو کے بڑے پریہ تھے - اور گرو جی نے انھیں ودیائیں پروین کر دیا کھیل میں بہت پیار اتھا ۔ سارا دن ساتھیوں کے ہمراہ کھیل میں بتا دیا کرتے تھے ۔

ایک بار ماں نے کہا" بیٹا تو سارا دن ادھر اُدھر گھومتا رہتا ہے ۔ آخر تو پرش ہے کچھ گھر بار کی چنتا بھی تمھیں چاہیئے " اس دن سے نہ صرف گھر ہی کا بلکہ سارے ہند و سماج کا خیال ہر گھڑی رہنے لگا ۔ انھوں نے لڑکوں کے ساتھ کھیلنا چھوڑ دیا ۔ اور ایکانت میں رہنا پسند کرنے لگے ۔

ابھی نارائن جی دس ہی برس کے تھے کہ انکے وواہ کی چرچا کی جانے لگی لیکن ان کا من کسی دوسری طرف لگا تھا ۔ سمبندھیوں کے بہت زور دینے پر بھی جب انھوں نے کچھ پرواہ نہ کی تو ماتا جی کو بڑا دکھ ہوا ۔ آخر انھیں ماں کی خوشی کے لئے وواہ کیلئے تیار ہونا پڑا ۔ لیکن پرماتما کو کچھ اور ہی منظور تھا ۔

وواہ کی رسم ادا کی جا رہی تھی کہ اچانک نارائن جی اٹھ کھڑے ہوئے ۔ پنڈت کے ان شبدوں نے " ساودھان ہو جاؤ " نے انھیں سچ مچ ساودھان کر دیا وہ ماتا سے کہنے لگے کہ آپ کی خوشی کے لئے میں بیدی پر بیٹھا تھا ۔ میرا آپ کے پرتی اس بارے میں کرتویہ پورا ہو گیا ۔ اب میں بالکل ساودھان ہو چکا ہوں ۔ مجھے سنسار کے موہ میں اب کوئی نہیں پھنسا سکتا ۔ یہ کہکر جنگل کی طرف چل دیئے کئی برس جنگلوں میں ہوتے ہوئے وہ پنچوٹی پہنچے اور وہیں تپسیا شروع کر دی تب سے آپ کا نام رامداس مشہور ہوا ۔

پنچوٹی وہ استھان جس نے ماترِ بھومی کو سورگ سے بھی اونچا استھان دینے والے مریادا پرشوتم بھگوان رام کا سواگت بڑے پریم سے کیا تھا ۔ جہاں پر شری رامچندر جی نے سیتا اور لکشمن جی کو دھرم اُپدیش دیکر کرتارتھ کیا تھا ۔

وہ پنچوٹی کئی برسوں سے کسی مہاپرش کے انتظار میں تھی جسے وہ بھگوان کے وہ سب اُپدیش سنا کر دیش دھرم کے پنر اتھان کے لئے کٹی بدھ کر سکتی ۔ سو بھاگیہ سے نارائن کے روپ میں اسے ایسا ویکتی مل گیا ۔

رامداس جی نے ندی اور گوداوری کے سنگم پر اپنی تپسیا شروع کر دی ۔ وہیں انھیں تیاگ کے مہتو کا اصلی گیان ہوا ۔ ہندو سماج میں آئی ہوئی کمزوری اب انھیں صاف نظر آنے لگی ۔ آتما شکتی شالی راشٹر کہ جس نے سنسار بھر کو گیان دیا ۔ اسکی گراوٹ کی وجہ انکی سمجھ میں جلدی ہی آگئی ۔ سوارتھ نے لوگوں کو اندھا کر رکھا ہے یہ انھیں

بھلی پرکار سے پتہ لگ گیا۔ اسلئے تیاگ کی بھاونا سماج کے لوگوں میں آنی چاہیئے تب ہی دیش کا کلیان ہو سکتا ہے۔ وہ سب جانتے تھے کہ بنا سوارتھ کا تیاگ کئے کوئی اس پتت راشٹر کو اٹھا سکے گا، ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ سب سے پہلے انھوں نے اپنے نجی سوارتھ کو نشٹ کیا۔ ایشور کی کرپا پراپت کرنے کے لئے من بکھت منتر

"شری رام جے رام جے جے رام"

کا تیرہ کوٹی جپ کرنے کا پرن کیا۔ پوجا پاٹھ سے فارغ ہو کر جب وہ سامنے بہتے ہوئے گوداوری کا پوتر جل دیکھتے تو انکے ہردے سرور میں انیک وچار ترنگیں اٹھنے لگتیں۔ وہ سوچتے کہ اتنی مہان ہونے پر بھی آج یہ ہماری ماترِی بھومی پرتنترتا کی بیڑیوں میں جکڑی ہوئی ہے۔ ہمارا سماج اتنا شکتی ہین کیوں ہے؟ ہماری سنسکرتی کی لہلہاتی ہوئی کھیتی اُجڑ کیوں گئی ہے۔ ہمارے دھرم پر اتنی پابندیاں کیوں لگ گئی ہیں؟ کیا ہم کسی سے کم شور ویر ہیں؟ کئی برسوں تک ایسے ہی وچاروں کی گنگا میں غوطے لگانے کے بعد شری رامداس جی کنارے آ لگے۔ بارہ برس کی کٹھن تپسیا کے بعد ان کا جپ سماپت ہو گیا۔ اب انھیں اس بات کا گیان ہو گیا کہ کس پرکار ہندو سماج اپنا مستک پھر اونچا اُٹھا سکتا ہے۔ اسی سمے شک سمت ۱۵۵۵ میں انکی تپسیا سے پرسن ہو کر بھگوان رام نے انھیں درشن دیئے۔ اور ایسے دھیون دوارا کرتارتھ کیا۔

"اب پرمارتھ سادھنا بند کر کے سماج کلیان کی طرف دھیان دو۔ سماج کی آنکھیں تمہاری طرف لگی ہوئی ہیں"

سمرتھ رامداس جی نے گدگد کنٹھ سے جواب دیا۔

"بھگوان! آپ کی آگیا سر دھاریہ ہے۔ جس بھومی پر میں نے جنم لیا ہے ایک بار میں اچھی پرکار سے درشن کر آؤں۔ اُسکے پوتر تیرتھوں میں اشنان کر آؤں پھر میں آپ کے کتھن انوسار کاریہ کرتے ہوئے جیون بتاؤں گا"

اسکے بعد وہ دیش کا بھرمن کرنے نکل پڑے اور اپنی اس ہندو بھومی کے چاروں طرف جتنے بھی تیرتھ ستھان تھے۔ ان سب کا درشن کر کے شری سمرتھ واپس آ گئے۔ اس یاترا میں انھیں ان گنت مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کیونکہ ان دنوں یاترا کے لئے کوئی اچھے سادھن نہ تھے۔ راستہ میں کئی جنگلوں، ندیوں تتھا گھاٹیوں کو پار کرتے ہوئے آگے بڑھتے ہی گئے۔ کئی تیرتھ استھانوں پر انھیں ایسے درشیہ دیکھنے کو ملے جنہوں نے ہردے کو شانت کر دیا۔ جہاں کبھی بڑے بڑے مندر تھے وہاں انھیں اب مسجدیں

دیکھنے کو ملیں۔ گرو بدھ، اور استری دس جیسی نہ ہی جانیوالی گھٹنائیں بھی انھیں دیکھنی پڑیں۔ یاترا سے لوٹنے پر انھیں مہاراشٹر دیش میں جاگرتی کے چنہہ نظر آئے۔ یونوں نے اپنا پرچار دوارا سوئے ہوئے مورچھت سمان شہروں کو جگا دیا تھا۔ وہ یووک جن کے خاندان اتیاچاروں کے نذر ہو چکے تھے۔ مہاراج شیواجی کے ساتھ اپنی ماتری بھومی کے بندھن کھولنے میں دن رات پریتن شیل تھے۔ انھوں نے سنگٹھت ہو کر کئی استھانوں پر یون سینا کو توڑا اور سے آنے پر کئی قلعوں کو بھی ہستگت کر لیا۔ یہ جان کر سمرتھ رامداس جی کو کچھ سنتوش ہوا۔ انھیں شیواجی مہاراج ہی وہ مہان آتما نظر آئی جو کھشاتر تیج دوارا اپنے راشٹر کی رکھشا کرنے میں سمرتھ ہو سکتی تھی۔ بس انھوں نے یہ درڑھ نشچے کر لیا کہ برہم تیج دوارا کھشاتر تیج کی سہائتا کر کے وہ ادھرمی اتیاچاریوں کا دمن کرنے میں ایشور کی اچھا پوری کریں گے۔

مہاراشٹر میں پہنچتے ہی انھوں نے اپنے کتھا کیرتن دوارا لوگوں کو اپنی طرف آکرشت کرنا آرمبھ کر دیا۔ کئی استھانوں پر شری رامچندر جی تتھا ہنومان جی کے مندر بنوائے اور بھگوان تتھا اسکے پرم بھگت کے جنم اتسو منانے کے کاریہ کرم لوگوں میں پرچلت کئے۔ ان اتسووں پر ہزاروں کی سنکھیا میں لوگ اکٹھے ہوتے اور سوامی جی کے پروتساہت کرنے والے بھاشنوں تتھا کیرتن سے اُتساہ لیکر پریتن شیل ہوتے۔ ان کا پرچار کرنے کا ڈھنگ انوکھا ہی تھا۔ جس کسی بھی وشے کو سمجھانے لگتے درشٹانتوں دوارا بالکل سپشٹ کر کے لوگوں کے سامنے رکھ دیتے۔ دھیرے دھیرے انکی کتھاؤں کا پربھاؤ بڑھنے لگا اور اتسووں کی سنکھیا خوب زوروں سے بڑھنے لگی۔ جو لوگ ان سے ملنے کے لئے آتے تھے انمیں سے اچھے اچھے یووکوں کو چن کر انھیں دیش کاریہ میں لگانے کے لئے کاریہ کرتا بنانا ان کا ایسا سوبھاؤ بن چکا تھا کہ جس پر ایک بار انکی کرپا درشٹی ہو جاتی وہ سدا کیلئے دل و جان سے انہی کا ہو گیا اور سارے جیون میں اپنا سوبھاگیہ ماننے لگتا۔ ایسی گراوٹ کی پرستھتی میں ہر ایک راشٹر کو ایسے نوجوانوں کی ضرورت ہوتی ہے جو اپنے گھربار کا موہ چھوڑ کر نیتا کی آگیا پر پران نیوچھاور کر سکیں۔ جو لاکھوں ہی نہیں کروڑوں سنکٹ آنے پر بھی اس کاریہ کو نہ چھوڑیں جسے وہ جیون کاریہ بنا چکے ہوں۔ اس بات کا سمرتھ سوامی رامداس جی کو بھلی پرکار سے گیان تھا۔ اسی لئے کرم شیل، تپسوی تتھا ساہسی یووکوں کا سنگٹھن ہی انھیں راشٹر کلیان کا پرم سادھن نظر آیا اور اسی میں وہ تلین ہو گئے۔ ادھر شیواجی مہاراج بھی اسی کاریہ میں لگے ہوئے تھے۔ سوبھاگیہ وش برہم تیج اور کھشاتر تیج کا ملاپ

ہو گیا۔ ایسے ہی وید کی اچھا پورتی کرنیوالے دو مہاپرش مل گئے۔ چھترپتی کئی دنوں سے شری سمرتھ جی کی کیرتی سُن رہے تھے۔ اور من ہی من انھیں اپنا گرو مان کر درشنوں کیلئے بڑے اُتسک تھے۔

ایک دن سوپن میں شواجی کو اُنکے درشن ہوئے۔ دوسرے دن سچ مچ ہی رامداس جی کا دوت انھیں بلانے کیلئے آ گیا۔

جسطرح شواجی اپنے گرو جی کو پرم پریہ تھے ویسے ہی وہ سوئم بھی اُنکے پرتی پورن نشٹھا رکھنے والے تھے۔ کیول ایک ہی بار کی بھینٹ نے شواجی کو اتنا پربھاوت کیا کہ انھوں نے من ہی من اپنا سب کچھ شردھا سے سوامی جی کی سیوا میں ارپت کر دیا۔ وہ جانتے تھے کہ شری سمرتھ جی جو بھی آگیا انھیں دیں گے وہ ادشیہ ہی سماج ہت تھا راشٹر کلیان کی ہی ہوگی۔ اسلئے ان کی گرو جی کے پرتی بے حد شردھا تھی۔

ایک بار سمرتھ سوامی رامداس جی بھرمن کرتے ہوئے ستارہ آ پہونچے۔ اور نیم انوسار بھکشا مانگتے ہوئے مہاراج شواجی کے محل کے پاس پہونچے اور الکھ جگائی۔ "جے جے شری رگھبیر سمرتھ" آواز سنتے ہی مہاراج جھٹ نیچے آئے اور سوامی کو ساشٹانگ پرنام کیا۔ پھر ایک پتر پر کچھ لکھکر اُنکی جھولی میں ڈالدیا۔ اسمیں لکھا تھا کہ میرا تن من دھن راجیہ سب کچھ آپ کا ہے۔

پتر پڑھکر سمرتھ بولے۔ "پھر راجیہ لیکر کیا کروں گا۔"

شواجی مہاراج نے وِنے پوروک جواب دیا۔ "مہاراج آپ کی چیز ہے جو اچھا ہو کریں۔"

تب وہ پرسن ہوکر بولے۔ "اچھا تو یہ راجیہ میں تمھیں واپس کرتا ہوں۔ راجیہ کرنا کھشتریوں کا دھرم ہے تم اسے واپس لے لو۔"

شواجی مہاراج نے یہ کہکر سویکار کر لیا۔ "جیسی آپ کی مرضی۔" پرنتو اب میں آپ کی طرف سے ایک ادھیکاری کے ناطے کام کروں گا۔ آپ مجھے کوئی نشانی پردان کیجئے۔"

تب انھوں نے پرم پوتر بھگوا دھوج اُنکے ہاتھ میں دیتے ہوئے کہا کہ "وتس میں تم پر بہت پرسن ہوں۔ نشانی کی کیا ادشیکتا ہے۔ اپنے راشٹر کا گرو دسو جک دھوج میں تمھیں دیتا ہوں۔ اسکا مان سارے راشٹر کا مان ہے یہی ہمارا نیتا ہے۔ اسی کی ادھیکشتا میں تم راجیہ کرتے ہوئے سنسار کا کلیان کرو۔ یہی میری

اچھا ہے۔

شواجی نے پرنام کرکے اُنکی آگیا کو شرودھاریہ کرنے کا سنکلپ کیا۔ بدمیں اُن گرو کے پرینتوں کے پرنیام سوروپ سارے مہاراشٹر میں ہندو راج استھاپت ہوگیا۔ وہی راشٹر دھوج جو کبھی بھارت کے کونے کونے میں لہراتا تھا پر تو کچھ سمے سے ودیشی آکرمن کاریوں دوارا اپنے استھان کو کھو بیٹھا تھا پھر سے اونچا مستک کئے مہاراشٹر کے گگن چمبی درگوں پر لہرانے لگا۔ شری سمرتھ جس کاریہ کے لئے کٹی بدّھ ہوئے تھے وہ پورن ہوگیا۔ برہم تیج اور کھشاتر تیج نے مل کر پاپوں کا ناش کر دیا۔ اور مہاراشٹر میں سُکھ کا آگمن ہوا۔

کال کا چکر بڑا بھیانک ہے کوئی نہیں جانتا کہ کب آپہونچے۔ اس نے بڑے بڑے راجا مہاراجوں، رشیوں مہرشیوں تک کو نہ چھوڑا۔ انت میں وہی کال کرال مہاراشٹر پھلواڑی میں سے چھتری پشپ کو چن کر لے گیا۔ اگرچہ سمرتھ بڑے ویراگی پرش تھے پھر بھی انھیں اپنے پریہ شِشیہ کی مرتیو کا سماچار سُنکر اپار دُکھ ہوا۔ اس گھٹنا کا اُنکے ہردے پر اتنا گہرا اثر پڑا کہ اسی دن سے اُن کا سواستھ بگڑنا شروع ہوا اور آخر شاکا سمت ۱۶۰۳ میں شری سمرتھ اس ناشوان شریر کو تیاگ کر چل دیئے۔

کہتے ہیں کہ جب اُنکے دیہہ تیاگ کا سمے نزدیک آیا تو وہ سویم ہی اُٹھکر شری رام کی مورتیوں کے پاس جا بیٹھے۔ کچھ درشن ابھلاشی دیوک باہر کھڑے تھے۔ اُنکی بنتی پر انھیں اندر آنے کی اجازت مل گئی۔ اندر آکر انھوں نے کہا مہاراج! آپ نے نو دن سے انجل گرہن نہیں کیا۔ کرپا کرکے آج تو کچھ کھا لیجئے۔

سمرتھ جی نے بات مان لی۔ اور ایک کٹوری میٹھا پانی پی لیا۔ اور لوگوں کو باہر چلے جانے کا آدیش دیا۔ سویم انھوں نے ایکبار مورتیوں کی طرف دیکھا۔ اور ۲۱ بار زور سے ہر ہر کہا۔ بس پران جیوتی اننت میں ولین ہوگئی۔

شری سمرتھ سوامی رامداس جی نے جس کاریہ کو بھی کرنے کا بیڑا اُٹھایا اُسے پورن کر کے ہی چھوڑا۔ بارہ برس کی آیو میں ہی گھر بار کی چنتا چھوڑ کر کیول ایک ہی چنتا کو سامنے رکھا انھیں ایک ہی دھن تھی کہ میرے رام مجھے کب ملیں گے۔ بڑی کٹھن تپسیا کرنے والے مہایوگیوں کو بھی جس ایشور کا انوبھو نہیں ہوتا اُسے انھوں نے اپنے رام کے روپ میں پرتیکش پا لیا۔ انھیں پرم آنند کی پراپتی ہوئی۔ اُن کا جیون سپھل ہوا۔ اب اگر وہ چاہتے تو کسی مندر میں بیٹھکر آرام سے دن کاٹتے۔ چپ چاپ سے پربت کی کسی کندرا میں

میں بیٹھنے پرنتو مریادا پرشوتم بھگوان رام کے بھگت کو تو اپنے بھگوان کے سوروپ میں ہی ملتا تھا۔ وہ کیونکر چین سے بیٹھ سکتے تھے۔ جب اُس بھگوان کے اننیہ کئی بھگت مصیبت میں پھنسے پکار پکار کر اُسکو مدد کیلئے بلا رہے تھے ایشور کی اِچھا کو اپنی اِچھا سمجھ مانو وہ سوئم ایشور ہو گئے۔ اُنھوں نے سارے راشٹر کے دُکھ کو اپنا دُکھ مان کر دن و رات ایک کر کے وہ کاریہ کر دکھایا جو آج بھی پرتیکش میں ہمارے لئے شکشا گرہن کرنے یوگیہ ہے جس پرکار سے اُنھوں نے رام جی کا بھگت ہونے کے کارن کرم کو چھوڑنا اُچت نہ سمجھا کیونکہ اُنھیں اس بات کا وشواس تھا کہ رامچندر جی جیسے آدرش پرش شیل دیکھی کا بھگت اکرمنیہ نہیں ہو سکتا ٹھیک اُسی پرکار ہمیں بھی اُن کے جیون سے یہ سیکھ لینا چاہیے کہ مہاپرشوں کے جیون چرتر مانسک سنتوش پراپت کر لینے کے لئے ہی نہیں ہوتے بلکہ اپنے جیون کو اُن مہاپرشوں کے آدرش انوسار ڈھال لینے میں مدد حاصل کرنے کے لئے ہوتے ہیں۔

بھگوان کرشن جو کہ سولہ کلا سمپورن تھے۔ اُنھوں نے سوئم اپنے مکھاربند سے کہا ہے "کوئی وستو ایسی نہیں جو مجھے نہ ملی ہو۔ اتھوا ملنی باقی ہو پھر بھی میں کرموں کو نہیں چھوڑتا کیونکہ اگر میں ہی اکرمنیہ بن کر بیٹھ جاؤں تو سنساری لوگ جو کہ میرے بتائے ہوئے مارگ پر چلتے ہیں کیسے کرم شیل ہونگے۔

سریشٹھ پرش جیسا برتاؤ کرتا ہے سادھارن جن اسی کا انوکرن کرتے ہیں شری سمرتھ اسی کرم پردھان بھارتیہ سنسکرتی کے سپتر تھے جس پتھ پر اپنے پوروجوں نے جانا اُچت مانا تھا۔ ٹھیک اُسی راستہ کو اُنھوں نے اختیار کیا۔ اُنھوں نے انوبھو کیا کہ جس ماترِ بھومی پر جنم لیکر ہم اتنے سُکھ سے جیون بسر کرنے میں اُس کے پرتی بھی ہمارا کچھ کرتویہ ہے۔ اسی کرتویہ کی پورتی کے لئے اُنھوں نے سارے دیش کا بھرمن کیا۔ اور اُنھیں یہ وشواس ہو گیا کہ ہندو سماج مرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ لیکن واستو میں ایسا نہیں ہے۔ نہ وہ مرا ہے اور نہ مر سکتا ہے۔ صرف سویا ہوا ہے۔ ہزاروں برس کے سنگھرش کے کارن اسکی شکتی نشٹ ہو چکی ہے۔ اور بل ہین ہو جانے کے کارن آرام پسند ہو گیا ہے تھوڑے سے پریتن کی ضرورت ہے۔ وہ پھر اُٹھ کھڑا ہوگا۔ اس بھاونا نے اُنھیں کاریہ کشیتر میں لا کھڑا کیا۔ اُنھوں نے سادھن جٹانے آرمبھ کیے۔ نہ اُنھیں دھن کی ضرورت تھی نہ استروں شستروں کی۔ اُنھیں اگر ضرورت تھی تو صرف پریتن شیل لوگوں کی۔ ایسے یودھک اُنھیں تھوڑی محنت کرنے پر پراپت ہو گئے جو نہ سنکٹوں سے ڈرتے تھے اور نہ

دیپتیوں سے گھبرانے لگے۔ جن کیلئے کوئی بھی کاریہ اسمبھو نہ تھا۔ مہاراج شیوا جی کے نیتروں میں ایسے من چلوں کا سنگٹھن ہوا اور سوامی جی کے آشیرواد سے ان کا ریہ سمپورن ہوا۔ جسے پچاس برس پہلے لوگ سوپن میں بھی ہونا سویکار نہ کرتے تھے۔ ہندو راشٹر کا امر چنھ پرم پونیت بھگوا دھوج دیش کے کونے کونے میں لہراتا دیکھکر شری سمرتھ جی سدا کیلئے چلے گئے۔

یہ دنیا ایک بہت بڑی رنگ شالا ہے جس میں بڑے اور چھوٹے سب پاتر ہو کر اپنا نشچت کام کرنے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ اسلئے یہاں پر کچھ نہ کچھ بننا بھی ہے۔ اور کچھ نہ کچھ کرنا بھی۔ مگر اصلی لکش ہے پربھو کی پرسنتا کی پراپتی۔ راجہ ہو چاہے رنک ہو۔ داس ہو چاہے سکھا ہو۔ بھگت ہو چاہے پاپی۔ جو بھی ہو، ہو پورے۔ ادھورا پارٹ نہ ہی ناٹک کو پسند کرتا ہے نہ ہی دیکھنے والوں کو۔

کسب کمال کن کہ عزیز جہاں شوی

اگر دھرو، پرہلاد، امبریکش آدی آدرش بھگتوں نے بھگتی میں کمال کر کے اس اچت دھام کو پراپت کیا ہے تو کیا ہرناکس، ہرنکشیپ، راون، کنسا، اجامل پاپیوں نے آدرش پاپی بن کر اس پرم دھام کو پراپت نہیں کیا؟ نشچے ہی کیا ہے بلکہ بھگتوں سے بھی شیگھر۔

چاہے بنے سزا کے جزا اس سے کیا بحث
مطلب تو ہے رسائی ہو اسکی جناب میں

اے غافل ذرا اٹھ ہوش میں آ ۔۔۔ کچھ بن کے دکھا کچھ کر کے دکھا
تو پاتر ہے جگ ناٹک کا ۔۔۔ کچھ بن کے دکھا کچھ کر کے دکھا
کر تو یہ جو ہے نشچت تیرا ۔۔۔ نربھیتا سے تو کرتا جا
بن کرم بیر نشکام سدا ۔۔۔ کچھ بن کے دکھا کچھ کر کے دکھا

مہرشی بھگوان ویدویاس جی

فقیروں کی دنیا بہت ہی حسین ہے — حسین اسقدر رنج اس میں نہیں ہے
اگر کوئی مسکن خوشی کا کہیں ہے — یہیں ہے یہیں ہے یہیں ہے یہیں ہے
نہ کہنا چناں ہے نہ کہنا چنیں ہے
یہی انکی دنیا یہی ان کا دین ہے

حقیقت میں شری مد بھگوت گیتا سے گہرا سمبندھ رکھنے والے جن کا احسان ہم دنیا والے اسوقت تک نہیں بھول سکتے جبتک کہ زمین و آسمان قائم ہیں اور جبتک کہ آسمان میں سورج اور چاند چکر لگاتے ہیں دو ہی مہاپرش ہیں یعنی بھگوان کرشن اور دوسرے بھگوان ویاس۔ بھگوان کرشن نے تو گیتا کا گیان ہم دنیا والوں کو عطا فرمایا ہے اور مہرشی وید ویاس نے اسکو موجودہ شکل میں ہمکو پردان کرکے ہمیں سرفراز کیا۔

بھگوان کرشن کی جیونی پر تو سینکڑوں رشیوں کا قلم چلتا ہی رہتا ہے لیکن بھگوان وید ویاس کے اپکاروں کے متعلق بہت کم لکھنے میں آتا ہے۔

کسی مہاپرش کے متعلق کم از کم میں یہ باتیں معلوم کرنا یا لکھنا ایسا ضروری نہیں سمجھتا کہ وہ کہاں اور کب پیدا ہوئے؟ ان کے ماتا پتا کا کیا نام تھا۔ وہ کس خاندان سے تعلق رکھنے والے تھے؟ وہ کب مرے؟ وغیرہ۔ بلکہ دھیان رکھنے والی جو باتیں ہوتی ہیں وہ یہ ہیں کہ انھوں نے سماج کے لئے کیا کام کیا۔ اور کون سالا فانی ورثہ دنیا والوں کے لئے چھوڑا۔ بھگوان وید ویاس کے متعلق بھی یہی ضروری امور پیش کرنے ہیں۔

یہ عام قاعدہ ہے کہ انسان جس مضمون پر بھی لکھنے لگتا ہے اسکو بڑی اہمیت دیتا ہے۔ اور جس مہاپرش کے متعلق اپنے وچار پیش کرتا ہے اُسکو افضل ترین بنا کر دکھانے کا جتن کرتا ہے۔ میں اس عام قاعدہ کی رو سے نہیں بلکہ حقیقتاً اس بات کا قائل ہوں کہ جتنا احسان بھگوان وید ویاس کا ساری دنیا پر عام طور پر اور بھارت بھومی پر خاص طور پر ہے اتنا شاید ہی کسی اور مہاپرش کا ہو۔

اول ہم یہ دیکھیں گے کہ مہاپرش کون ہو سکتا ہے۔ کسی ہستی کے لئے مہاپرش یا برگزیدہ ہستی کا لفظ استعمال ہو سکتا ہے۔ اسکی مختصر سی مختصر تعریف یہ ہے کہ مہاپرش وہ انسان ہو سکتا ہے ”جو دنیا والوں کے لئے کلیان مارگ کی زیادہ سے زیادہ

سڑکیں بنائے! یہی وہ سڑکیں ہوتی ہیں جن پر چلکر دنیا والے اپنی اپنی منزل مقصود پر پہونچ سکتے ہیں۔ جن پر چلنے سے وہ گمراہی سے بچتے ہیں۔ ٹھوکریں نہیں کھاتے دُکھ نہیں اُٹھاتے۔ انھیں کانٹے نہیں چبھتے۔ جن پر گامزن ہوکر سکھ اور شانتی کی دیوی کے مندر تک انکی رسائی ہوتی ہے۔

جو مہاپرش اس قسم کی سڑکیں تیار کرتے ہیں انکو اپنے ذاتی سُکھ اور آرام کی مطلق پرواہ نہیں ہوتی۔ وہ اپنا تن من دھن، اپنا وقت اور اپنا جیون ہی جن سماج کے لئے ارپن کر دیتے ہیں۔ ایسے مہاپرشوں کے متعلق کہا ہے ؎

نہ راحت طلب ہیں نہ مہلت طلب وہ لگے رہتے ہیں کام میں روز و شب وہ
نہیں لیتے دم ایک دم بے سبب وہ جو آجائے منزل ٹھہرتے ہیں تب وہ
وہ تھکتے ہیں اور چین پاتی ہے دنیا
کماتے ہیں وہ اور کھاتی ہے دنیا

ایسے لوگ ہی مہاپرش کہلاتے ہیں وہ اپنی ساری طاقت ان سڑکوں کے بنانے میں خرچ کر دیتے ہیں۔ وہ پوری محنت اور کاوش سے اِن سڑکوں کو تیار کرتے ہیں۔ انھیں اس بات کی پرواہ نہیں ہوتی کہ وہ خود زندہ رہیں یا نہ رہیں۔ ہاں اُن کے سامنے ایک ہی مقصد و مدعا ہوتا ہے کہ وہ مطلوبہ شاہراہیں بنا کر جائیں۔ تاکہ دنیا والے گڑھوں اور غاروں میں گر کر تباہ نہ ہوں بلکہ زندہ رہ سکیں۔ وہ خود کھپتے اور مرتے ہیں۔ اسلئے کہ دنیا والے نہ مریں۔ اسی لئے کہا ہے ؎

کھپاتے ہیں کوشش میں تاب و تواں کو گھُلاتے ہیں محنت میں جسم و رواں کو
سمجھتے نہیں اپنی جان اپنی جاں کو وہ مر کر کے رکھتے ہیں زندہ جہاں کو
بس ایسا ہی جینا عبادت ہے اُنکی
اور اس دُھن میں مرنا شہادت ہے اُنکی

ایسے لوگ اگر جیتے ہیں تو کام کے لئے نام کے لئے نہیں۔ مرتے ہیں تو کام کرتے ہوئے، آرام کرتے ہوئے نہیں۔ رکاوٹیں اور خطرات اُنکی رفتار کو اُنکے عزم کو۔ ان کے عزم کو۔ اُنکے ارادوں کو۔ اُنکے قدم کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ ارضی وسماوی آفات بھی اُنکی راہ میں حائل نہیں ہو سکتیں اور ہوں بھی کیوں۔ جبکہ وہ اپنا جسم و جان اپنا سمجھتے ہی نہیں تو پھر خوف کس بات کا اور رُکاوٹ کس چیز کی جب وہ اپنا جسم و جان سماج سیوا کے ارپن کرکے ہی کمر کستے ہیں تو کوئی بھی مشکلات اُن کے حوصلہ کو پست کیسے کر سکتی ہے۔

مشقت میں عمر اُنکی کٹتی ہے ساری نہیں آتی آرام کی اُن کی باری
سدا بھاگ دوڑ اُن کی رہتی ہے جاری نہ آندھی میں عاجز نہ مینہ میں ہیں عاری
نہیں پھیرتی اُن کا مُنہ کوئی زحمت نہیں کرتی زیر اُن کو کوئی صعوبت
نہ لُو جیٹھ کی دم تُوڑاتی ہے اُن کا
نہ ٹھر ماگھ کی جی چھڑاتی ہے اُن کا

وہ اتنی صعوبتیں اور اتنے کشٹ کس لیئے سہتے ہیں۔ کیا اُنھیں نام کی خواہش ہوتی ہے؟ کیا وہ اپنی شہرت کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ کیا اُنھیں واہ واہ کرانا درکار ہوتا ہے؟ کیا اُنھیں کسی معاوضہ کی طلب ہوتی ہے؟ کیا وہ کسی انعام و اکرام کے خواہاں ہوتے ہیں؟ نہیں بلکہ ع

نہ شہرت کے خواہاں نہ طالب ثنا کے نمائش سے بیزار و دشمن ریا کے
کسی پر ہو سختی صعوبت ہو اُن پر کسی کو ہو غم رنج کلفت ہے اُن پر
بہت مخلص اور پاک بندے خدا کے
نشاں جن سے قائم ہیں صدق و صفا کے

میں اس نکتہ کو ذرا لمبا لے گیا ہوں اس وجہ سے کہ فی زمانہ بہت سے سجّن مہاپرش بننے کا دعویٰ کرتے ہیں۔ یا کم از کم مہاپُرش کہلانے کی گدگدی اُن کے دل میں ضرور اُٹھتی رہتی ہے۔ ایسے پرشوں کو ہمیشہ اپنے اقوال و اعمال کو اس کسوٹی پر کس لینا چاہیئے۔ تاکہ اُنھیں غلط فہمی نہ بنی رہے۔ اور حق تو یہ ہے کہ جو کوئی سچّا مہاپرش ہوتا ہے۔ اُسے مہاپرش کہلانے کا خیال ہی نہیں آتا۔ مہاتما گاندھی اپنے ساتھ مہاتما تک کا لفظ کہا یا لکھا جانا پسند نہیں کرتے۔ اسلیئے جس کے دل میں مہاپُرش کہلانے کا اشتیاق ہو۔ اُسے یقیناً سمجھ لینا چاہیئے کہ وہ مہاپرشوں کی قطار سے بہت پیچھے ہے۔ اور اُسے محض خبط یا ہزیان ہے۔

بہرحال وید ویاس بھگوان ایسے مہاپرشوں میں سے تھے جنکا آدرش اوپر عرض ہوا ہے۔ اور اُن میں بھی اُنکا درجہ بلند از بلند مقام پر تھا۔ ایک مہاپرش کی مختصر سے مختصر تعریف پہلے عرض ہو چکی ہے۔ آؤ اب ہم دیکھیں کہ بھگوان وید ویاس نے دنیا والوں کے لیئے کتنی سڑکیں بنائی ہیں۔

جب ہم اس مہاپرش کے رچے ہوئے گرنتھوں کو دیکھتے ہیں یعنی مہابھارت، ویدانت سوتر اور پُران، تو ہم حیرت میں آتے ہیں۔ اُن کے اندر اسقدر سڑکیں بنی ہوئی دکھائی دیتی

ہیں کہ انکی گنتی کرنا ہی محال ہے۔ پرانوں کے نفس مضمون کے کچھ حصص کے متعلق بیشک کسی کو اعتراض ہو لیکن آج جبکہ ہمارا اتہاس حماموں کو گرم کرنے کے لئے جلایا جا چکا ہے۔ اگر ہمارے پرانے اتہاس اور بھارت کی پرانی عظمت کو دکھانے والی کوئی چیز ہے تو وہ پران ہیں۔ سمجھ بڈھی والوں کو گناہ وثواب یا پنیہ پاپ کا خاکہ جس رنگ میں پرانوں میں کھینچ کر دکھایا گیا ہے وہ شاید ہی اور کہیں ملے

ویدانت سوتروں کے متعلق مغربی فلاسفروں اور دیگر ممالک کے علماء نے یہ فتویٰ دیا ہے کہ جب انسان کی دلیل، بدھی اور روحانیت کا اڑان اوج پر پہنچتا ہے اور پھر آگے اسے اڑنے کی کوئی جگہ نہیں ملتی۔ وہ مقام جہاں پر جانے سے کہا جاتا ہے کہ فرشتوں کے بھی پر جلتے ہیں۔ وہاں ویدانت آگر ہاتھ پکڑتا ہے اور سہارا دیتا ہے۔ جب انسان روحانی تحقیقوں میں بری طرح الجھ جاتا ہے تو ویدانت سوتر اُن سلجھاتے ہیں۔ جب انسان ادھیاتمک میدان میں بڑھتا بڑھتا ایسی جگہ پر جا پہونچتا ہے کہ اسے آگے چلنے کو راہ نہیں ملتی۔ تو اسوقت ویدانت کی شمع اسکی مدد کرتی ہے۔ اسکو حقیقی منزل مقصود کی راہ دکھاتی ہے۔ یہ ایک مسلمہ بات ہے کہ ویدانت فلاسفی ساری فلاسفی کے پہاڑ کی بلند ترین چوٹی ہے۔ کسی پہاڑ کی نچلی چوٹیوں پر کھڑا ہونے سے اردگرد کی کئی چیزیں تو دکھائی دیتی ہیں۔ لیکن کئی نظر سے اوجھل بھی رہتی ہے۔ مگر جب انسان بلند ترین چوٹی پر جا کھڑا ہو تو پھر کوئی مقام یا کوئی شے اسکی نظر سے باہر نہیں ایسے ہی ویدانت وہ چوٹی ہے کہ جسپر ہو کر انسانی جیون کے سب معمے حل ہو جاتے ہیں۔ سب عقدے کھل جاتے ہیں۔ سب سربستہ رازعیاں ہو جاتے ہیں۔ اس بلند ترین چوٹی کے رہنے والے بھگوان ویدویاس ہی ہیں۔ اسی فلاسفی کو دیکھکر غیر ممالک کے لوگ بھارت بھومی کے آگے سر جھکاتے ہیں۔ بھارت رشیوں کے گن گاتے ہیں۔ اور بھارت واسیوں کے بھاگیہ کو سراہتے ہیں۔ اسی بلند فلاسفی کو دیکھکر وہ کہتے ہیں کہ باوجودیکہ مغرب کے سائینسدانوں نے حیرت انگیز ایجادات کی ہیں۔ وہ ہوائی جہاز بنا چکے ہیں۔ چاند کی سرزمین پر پہنچنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ چاند کے نواسیوں تک ریڈیو کی پہونچانے کے نتیجے رکھتے ہیں۔ انسانی جسم میں غدود اور پھیپھڑے تک بدل دیتے ہیں۔ لیکن یہ سائینس کی ترقی انسان کو انسانیت نہیں سکھاتی۔ انسان کو سکون قلب نہیں بخشتی۔ انسان کی خواہشات کو سیر نہیں کرتی۔ وہ چیز جو ان مقاصد کو حل کرتی ہے وہ ویدانت فلاسفی ہے۔ وہ چیز جو دنیا سے جنگ وجدال غیریت نفرت۔ بغض وکینہ، نزاع تکرار، ہلاکت وخلاکت دور کر سکتی ہے وہ ویدانت فلاسفی

ہی ہے۔ یہی وہ فلاسفی ہے جو ایک لنگوٹ بند فقیر کو شہنشاہ کا لقب دلواتی ہے۔ دنیاوی شہنشاہوں سے ایسے فقیر کے پیر پجواتی ہے۔ اس فلاسفی کے دینے والے بھگوان وید ویاس ہی ہیں۔ پھر ہم کس طرح سے اُن کے اپکاروں کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اب لیجیئے مہابھارت کو۔ واہ! واہ! کتنا عجیب گرنتھ ہے۔ انسان کے مذہبی، علمی، مالی کاروباری، اخلاقی، روحانی، سیاسی جیون کا کوئی بھی پہلو نہیں جس پر اس عجوبہ روزگار گرنتھ میں روشنی نہ ڈالی گئی ہو۔ موٹی سے موٹی باتیں اور دقیق سے دقیق مسائل پر اس میں ناطق فیصلے دیئے گئے ہیں۔ مہابھارت کو پانچواں وید کہا جاتا ہے۔ بلکہ کئی سجن تو اسکو اور بھی اونچا درجہ دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ویدوں کی بھاشا کٹھن ہے اُسکے ارتھ گوڑھ ہیں۔ اکثر علماء کے نکتہ نگاہ سے ہر ایک وید منتر کے ارتھ ایک نہیں ہزاروں ہو سکتے ہیں۔ کم از کم تین ارتھ تو ضرور ہو سکتے ہیں۔ یعنی ایک وہ جو انسان کے دنیاوی کاروبار اور بیوہار پر روشنی ڈالے۔ دوسرا وہ جو قدرت کی کسی طاقت کا ذکر کر کے سائنس کا کوئی مسئلہ بتائے اور تیسرا وہ جو ادھیاتمک یا روحانی عالم کے کسی نکتہ کو واضح کرے۔ لیکن مہابھارت کی جہاں بھاشا سرل ہے اس کے شلوکوں کے معانی بھی واضح اور صاف ہیں۔

جیسے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ ہمکو اس کائنات میں دکھائی دیتا ہے چھوٹے پیمانہ پر وہ سب کچھ انسانی جسم کے اندر موجود ہے۔ پہاڑ، جنگل، سمندر، دریا، سورج چاند، زمین، آگ، پانی، ہوا۔ غرضیکہ سب کچھ انسانی جسم میں ہے۔ یعنی پہاڑ ہماری ہڈیاں ہیں۔ جنگل ہمارے بال ہیں۔ دریا خون کی رگیں۔ سمندر دل ہیں۔ سورج چاند آنکھیں ہیں۔

آگ پانی ہوا سے تو انسان زندہ ہی رہتا ہے یا جیسے کہا جاتا ہے کہ جو کچھ تمام دنیا کے طبقہ پر کہیں بھی ملتی ہے۔ وہ بھارت بھومی کے کسی نہ کسی حصہ میں ضرور ملتی ہے ایسے ہی ہم کہہ سکتے ہیں کہ جو بات کسی بھی اور گرنتھ میں ملتی ہے وہ مہابھارت کے عجیب غریب گرنتھ میں دیکھی جا سکتی ہے۔ مہابھارت کی ایک اور خوبی یا فوقیت ہے۔ ویدوں کی نسبت تو بعض فرقوں کا عقیدہ ہے کہ اُنکو استری اور شودر نہیں پڑھ سکتے۔ لیکن مہابھارت وہ پانچواں وید ہے جسکو پڑھنے کا سب کو ادھیکار ہے۔ بلکہ اسکے مضامین زیادہ عام فہم اور زیادہ نصیحت آموز ہیں۔ کلام وہی اعلیٰ ہوتا ہے جسکو سنتے والا اُسکا ٹھیک ٹھیک مطلب

فوراً سمجھ جاتے۔ مہابھارت کا کلام ایسا ہی فصیح اور صریح ہے۔

جن لوگوں نے مہابھارت کا مطالعہ نہیں کیا وہ صرف یہ سمجھتے ہیں کہ اسمیں اس لڑائی کا ذکر ہے جو دو چچازاد بھائیوں کورو اور پانڈوؤں کے درمیان ہوئی۔ اگر اتنا ہی مان لیا جائے تب بھی ایک دو باتیں سمجھنے کے قابل ہیں۔ منشیہ جیون بھی ایک یدھ یا سنگرام ہے۔ اس سنگرام میں ہر شخص فتحیاب ہونا چاہتا ہے۔ اس فتح کو پانے کے لئے مہابھارت کا یدھ ہمیں بے شمار سبق دیتا ہے۔ یہاں پر اتنی گنجائش نہیں کہ ان تمام اسباق کی تفصیل بیان کی جائے۔ پھر دوسری بات اور دیکھئے، مہابھارت کا یدھ دھرم یدھ تھا جسکے نیم بنائے گئے تھے۔ اصول رکھے گئے تھے۔

مثلاً کسی استری، بالک، مریض، بوڑھے، سوئے ہوئے نہتے اور لڑنے کی خواہش نہ رکھنے والے پر کبھی وار نہ کیا جاتا تھا۔ آجکل کی جنگ میں جو بے اصولے پن سے کام لیا جاتا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ہزاروں میل کا رقبہ اُڑا دیا جاتا ہے۔ لیکن علاوہ اسکے آج کا انسان اپنے جیون سنگرام میں بھی نہ صرف ان اصولوں کی پرواہ نہیں کرتا بلکہ ہر ایک بات میں اصول شکنی کرنا اپنا ایمان سمجھتا ہے۔ کلکتہ، بمبئی، احمدآباد، ڈھاکہ، نواکھلی، لکھنؤ، دہلی اور دیگر مقامات کے ہتیا کانڈوں کو ذرا اپنے سامنے لائیے۔ عورتوں، بچوں اور سوئے ہوئے نہتے انسانوں کو تہ تیغ کرنا کار ثواب اور پنیہ خیال کیا جاتا ہے۔ یہ کتنی بے حیائی اور شرم کی بات ہے۔

مہابھارت وہ شاستر ہے جسمیں انسان کے وہ تمام فرائض بتائے گئے ہیں جو اسکے اپنی ذات کے متعلق ہیں، اپنے خاندان کے لئے ہیں، اپنی جاتی کے لئے ہیں۔ اپنی سماج کے لئے ہیں۔ اپنی کل کے لئے ہیں۔ اپنے دیش کے لئے ہیں۔ اور سارے سنسار کے لئے ہیں۔ اور بھگوان کے لئے ہیں۔ مہابھارت میں جہاں روزانہ کاروبار کے متعلق اُپدیش دیا گیا ہے، دھرم کے متعلق ہدایات کیگئی ہیں۔ وہاں نیتی کو بھی اس خوبی سے بیان کیا گیا ہے کہ انسان پڑھ کر عش عش کر اٹھتا ہے۔

کاش! مغربی لیکھکوں کی زباندانی پر فدا ہونے والے لوگ، ناولوں اور سینما کے گیتوں کے عاشق اس مہاگرنتھ کو پڑھتے تو انکی عقل پر آج جو پردے پڑ گئے ہیں وہ ایک ایک کر کے سب ہٹ جاتے۔

مہابھارت کا ہی وہ مہان گرنتھ ہے جس کے بھیشم پرب کا شریمد بھگوت گیتا ایک حصہ ہے۔ شریمد بھگوت گیتا کیا ہے یہ وہ پارس دتی ہے، یہ وہ چنتامنی ہے جو انسان کو ہر قسم

کے خزائن سے مالا مال کر دیتی ہے۔ بھگوت گیتا کی تعریف کہنے یا سُننے میں نہیں آ سکتی۔ اسکی عظمت کو، اسکی شان کو، اسکی قدر و منزلت کو کچھ وہی لوگ جان سکتے ہیں جو اسکا سمجھ کر مطالعہ کریں۔ اسکے دقیق مسائل پر ایکانت میں بیٹھکر غور و خوض کریں۔ اسکی تعلیمات کو اپنا جزو زندگی بنائیں اور اس امرت کنڈ میں سے امرت کے گھونٹ نوش کر کے لافانی ہو کر ابدی راحت کو حاصل کریں۔

ہمارا اس شریمد بھگوت گیتا کو نمسکار ہے۔ اس بھیشم پرب کو نمسکار ہے جسکا کہ یہ گیتا ایک جزو ہے۔ اس مہابھارت کے پوتر گرنتھ کو نمسکار ہے جسمیں بھیشم پرب شامل ہے۔ اس بھگوان وید ویاس کو نمسکار ہے جنہوں نے اس پاک کتاب کو لکھا۔ اس بھگوان کرشن کو نمسکار ہے جسکی کرپا درشٹی سے یہ سب کچھ ظہور میں آیا۔

مہابھارت کا گرنتھ بھارتی سبھیتا کا درپن ہے۔ ویدک سنسکرتی کا چشمہ ہے۔ انسانی دھرم کا منبع ہے۔ نیتی کا بھنڈار ہے۔ گیان کا سمندر ہے۔

مہابھارت کے انتر گت شریمد بھگوت گیتا کی تعلیمات ایسی روح افزا، جاذب اور راحت آمیز ہیں کہ دنیا کی کوئی زبان نہیں جسمیں اُسکا ترجمہ نہ ہوا ہو۔ دنیا کے بڑے سے بڑے عالموں اور فلاسفروں نے اسکی تعلیمات کی تعریف کے پل باندھے ہیں۔

بھگت کو یہ بھگتی کا گرنتھ دکھائی دیتا ہے۔ کرم یوگی کو کرم شاستر نظر آتا ہے۔ گیانی کو گیان کی پوتھی معلوم ہوتی ہے۔ اکیلی گیتا نے بھارت کے نام کو روشن کیا ہے۔ مہاتما گاندھی بھگوت گیتا کو ماں کے نام سے پکارتے تھے۔ اور آپ نے لکھا ہے کہ "جیسے چھوٹی عمر میں جبکہ میری بُدّھی کام نہ کرتی تھی میری ماں مجھے ٹھیک راہ بتایا کرتی، بڑا ہونے پر جبکہ وہ جنم دینے والی ماں اس دنیا سے چل بسی تو اُسوقت سے یہ گیتا روپی ماں مجھے ہر کام میں راہ دکھاتی ہے۔ جب کبھی کسی مسئلہ کے متعلق میری بُدّھی کام نہیں دیتی تب گیتا ماں سے سوال کرتا ہوں، وہ مجھے ہدایت کرتی ہے۔ اور ہر اس مسئلہ یا سوال کا حل بتاتی ہے جو مجھے گھبراہٹ میں ڈالتا ہے۔

مہابھارت میں شامل شدہ شریمد بھگوت گیتا انیک روپوں میں ایک روپ دکھاتی ہے۔ انیک آتماؤں میں ایک آتما درشاتی ہے۔ یہی وہ پریم بانی ہے جو گائے۔ کتے چنڈال اور براہمن کے انتر گت ایک ہی آتما کا درشن کراتی ہے۔ جو صاحب عقل اُسی آدمی کو بتاتی ہے۔ جو سب سے پریم رکھے۔ کسی سے نفرت نہ کرے۔ اپنے فرض کا خیال رکھے سیوا کو سب سے اونچا دھرم مانے۔ ایسی شریمد بھگوت گیتا اور ایسی مہابھارت کے کرتا

شری دیاس جی مہاراج کو بار بار پرنام۔

بھگوان وید ویاس کے متعلق جو کچھ اوپر عرض ہوا ہے وہ اپورن یا نامکمل رہیگا اگر انکی تعلیم کی چند باتیں پاٹھکوں کے سامنے نہ رکھی جائیں۔

مہابھارت گرنتھ کے متعلق جو کچھ انھوں نے خود فرمایا ہے وہ پہلے ملاحظہ ہو۔

"میں نے اس مہابھارت میں وید کی تعلیم، اُپنشدوں کا خلاصہ، ویدوں کی تشریح تواریخ، پرانوں کا مقصد و مطالب، چاروں ورنوں کا دھرم۔ گرہ۔ نکشتر۔ ستاروں وغیرہ کا بیان۔ نیائے۔ شکشا، چکتسا دان، متبرکہ، متبرک مقامات، ندیوں، پربتوں، جنگلوں اور سمندروں وغیرہ کا بیان کیا ہے (آدی پرب۔ ادھیائے پہلا۔ شلوک ۸۶، ۸۷، ۹۱، ۹۳)

اب گرہست کے متعلق جو تعلیم ہے اسکے ایک دو شلوک سُنئے۔

"وہ استری استری ہی نہیں جسکا پتی اس سے خوش نہیں۔ جس استری کا پتی اس سے خوش ہے اس سے سارے دیوتا خوش ہو جاتے ہیں (شانتی پرب ۱۴۵/۲)

"استری انسان کا آدھا انگ ہے، وہ اسکا بہترین متر ہے۔ وہ اسکے دھرم ارتھ اور کام کی جڑ ہے۔ وہ اُسکی مکتی کا سادھن ہے۔ وہ اسکی پرسنتا کا موجب ہے اسکی موجودگی اُسے دنخوش پاتر بناتی ہے۔ اسلئے پرش کو کسی وقت بھی کوئی کام اپنی استری کو ناراض کرنے والا نہیں کرنا چاہیئے۔ (آدی پرب ادھیائے ۷۴)

اب صحت اور تندرستی کے متعلق مہابھارت کا فرمان دیکھئے۔

"جو آدمی وچار پورک مفید صحت غذا کھاتا ہے وہ لمبی عمر پاتا ہے۔ لیکن جو نتائج پر نگاہ کئے بغیر ہر رساں بھوجن کرتا ہے وہ جلدی موت کے منہ میں چلا جاتا ہے (شانتی پرب ۱۳۹، ۷۹/۸۰)

"جو انسان باقاعدہ غسل کرتا ہے اسے دس چیزیں حاصل ہوتی ہیں۔ طاقت حُسن خوش رنگ، تیز حواس خمسہ، پاکیزگی، دولت، صحت، اور نیک جیون ساتھی وغیرہ۔ (ادیوگ پرب)

"جو آدمی پاؤں دھو کر کھانا کھاتا ہے، اور سونے سے پہلے بھی ہاتھ منہ دھو کر انھیں خشک کرکے سوتا ہے وہ لمبی عمر پاتا ہے۔ (انوشاسن پرب ۱۰۴/۶۲)

انسان کے کرتویہ پالن یا دھرم کے متعلق مہابھارت کی آگیا دیکھئے:۔

"وہ لوگ جو اپنے کرتویہ کا خیال رکھتے ہیں: نیک باتوں کا پالن کرتے ہیں۔ اپنے کلام

میں صداقت اختیار کرتے ہیں۔ وہی دنیا میں عظمت پاتے ہیں۔ (شانتی پرب ۱۱-۳۵)

"کاہلی مصیبت ہے، پرشارتھ مسرت کا ذریعہ ہے۔ خوشحالی اور خورسندگی پرشارتھی آدمی کے حصہ میں آتی ہیں، کاہل یا نکمے کے نہیں (شانتی پرب ۱۷-۴۰)

انسان کا انسان کے ساتھ سلوک کرنے کے متعلق مہابھارت یوں رقمطراز ہے
"تمام ذی روح جن کا ظاہر اور باطن اپنا ہی روپ سمجھو، جو جانداروں کو اپنا ہی روپ سمجھتے ہیں وہ نربھتیا پراپت کرتے ہیں۔ (شانتی پرب ۱۳-۱۱)

"ابتدا میں کوئی تقسیم انسان کی نہیں تھی۔ سب مخلوق برہم کا روپ تھی۔ بعد میں انسان اپنے اعمال و افعال کے لحاظ سے مختلف فرقوں میں منقسم ہو گئے (شانتی پرب ۸۸-۱۰۰)

اتنے بڑے شاستر کا گیان اس چھوٹے صفحات میں کیسے دیا جا سکتا ہے۔ ایسی اعلیٰ اور زندگی بخش تعلیمات کے دینے والے بھگوان وید ویاس کو لاکھ لاکھ نمسکار۔

کرشن جی کی آمد

ہند میں آفات کی تھی جب گھٹا چھائی ہوئی
سختیوں سے کنس کے دنیا تھی گھبرائی ہوئی
دیوکی وسدیو تھے جکڑے ہوئے زنجیر میں
لیک قسمت پر تھے شاکر گردش تقدیر میں
اُس سمے بھگوان کے دل میں خیال آنے لگا
اپنے بھگتوں کی مصیبت پر ملال آنے لگا
یاد آتی ہے ہمیں وہ کالی کالی رات بھی
جب گھٹا چھائی ہوئی اور تھی برسات بھی
کرشن جی کے آتے ہی مدہوش سارے ہو گئے
جتنے چوکیدار تھے بیہوش سارے ہو گئے
قیدیوں کے ہاتھ کی تھی ہتھکڑی چھوٹی ہوئی
بیکسوں پاؤں کی زنجیریں بھی ٹوٹی ہوئی
بیکسوں اور بے بسوں کا لو سہارا آ گیا، بھگت کی امداد کو بھگتوں کا پیارا آ گیا

روحانیت

روحانیت کیا چیز ہے ؟ اور اس کے حاصل کرنے کا کیا مقصد ہے دنیا کا ہر ذی فہم انسان اس کا شیدا اور دلدادہ نظر آتا ہے اور اس کو حاصل کرنے میں انتہائی شوق کا مظاہرہ کرتا ہے۔ مجھے ایسے مقامات پر جانے کا اتفاق ہوا ہے جو موجودہ زمانہ کے بہترین روحانی مرکز تسلیم کیے گئے ہیں۔ وہاں بھٹکی ہوئی آتماؤں کو جس بیچارگی اور بے بسی کا اظہار کرتے دیکھا ہے وہ احاطہ تحریر سے باہر ہے۔

بہرکیف ان ہی آتماؤں کو جو تسکین قلب کے لیے ایک ہی مرکز پر نگا ہیں جماکر گڑگڑا تو رہی ہیں لیکن انجام کار مایوس ہوکر اسی مرکز سے نفرت اور اس کی مذمت میں مصروف پایا۔ میرے ان ہی کانوں نے ان مراکز تعریف بھی سنی اور ہجوم بھی لیکن اس ہجوم سے ان مرکزوں کی رونق میں کوئی کمی نہ آئی۔۔ اور نہ جنتا کی عقیدت میں کوئی کمی آئی بالآخر ہجوم کرنیوالوں لب خود ہی بند ہوگئے۔

اس کا مطلب کیا نکلا؟

مرشد کامل کے پاس پہونچکر انسان یہ توقع رکھتا ہے کہ بس میں انتہائے مقصود پر پہونچ گیا ہوں۔ اور متعدد ایام کے اندر ہی مجھے یقیناً معراج حاصل ہو جائے گی۔ ہماری ابتدائی غلطی یہی ہے۔ کہ ہماری نئی زندگی کا آغاز جس جگہ سے شروع ہوتا ہے ہم اپنی غلطی یا کوتاہ فہمی سے اسی کو منزل مقصود سمجھ لیتے ہیں۔ ہماری کوئی تیاری نہیں ہوتی اور نہ ہم کوئی ریاضت شاقہ ہی کئے ہیں۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ بس گوہر مقصود ہاتھ آگیا۔ آخرش نتیجہ ناکامی اور مایوسی کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے۔

سوامی رام ترتھ جی نے فرمایا ہے کہ ہر انسان میں روحانیت کی قبولیت کی استعداد نہیں ہوتی۔ مثلاً ایک ہی جماعت میں کچھ طلبا زیر تعلیم ہوتے ہیں ان میں بعض حساب میں لائق ہیں تو کچھ جنرل نالج میں اور کچھ دیگر مضامین میں۔ ایسا کیوں ہے سبب یہ ہے کہ جن کے ذہن میں حساب کے نقوش موجود ہیں وہ فوراً ریاضی کو قبول کر لیں گے۔ اور جس کے ذہن میں وہ

موجود نہیں اسے ہزار سمجھانے کی کوشش کریں وہ بات ہی پیدا نہ ہوگی۔ بعینہٖ یہی حالت روحانیت کی ہے۔ اس کو اس لئے محسوس نہیں کیا جا سکتا کہ ہم مادیت پرستی کے بدترین دور میں اس طرح الجھ گئے ہیں کہ ہمارے ذہنوں سے روحانیت کے نقوش بیخ و بنیاد سے مٹ چکے ہیں۔

روحانیت کا مطلب ہے "علم روح" یعنی Science of the Soul بہ الفاظ دیگر اس کی تشریح ہم یوں بھی کر سکتے ہیں کہ اپنے آپ کو پہچاننا اور تمام علموں سے مشکل ترین اور ساتھ ہی ساتھ بزرگ ترین فقط ایک یہی علم ہے ہم ہر سال دیکھتے ہیں کہ ہزاروں طالب علم مختلف یونیورسٹیوں سے آخری سندات لیکر فخریہ طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم نے تعلیم کے درجات کو ختم کر لیا ہے۔ لیکن علم روحانی کا طالب علم کبھی یہ نہیں کہیگا کہ میں نے روحانیت پر عبور حاصل کر لیا ہے

ہر انسان اپنے آپ کو بھگوان کے مارگ پر چلانا چاہتا ہے اور اپنے لئے کوئی نہ کوئی راستہ چن لیتا ہے تاکہ وہ بھگوان تک پہونچ سکے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ اصل روحانیت ہے کیا چیز؟ اس کا جواب ہے۔ ساکشاتکار کرنا" اس سے آگے اور کچھ نہیں۔ اگر کوئی یوگی یا مہاتما اس کے علاوہ کچھ اور مطلب تصور کرتا ہے تو وہ غلط ہے۔ یہ ضرور ہے کہ مہا انوبھوی پرشن نے "ساکشاتکار کر لیا ہے تو دنیا کی تمام شکتیاں آتم بودھ کرانے والے کی چاکر بن کر رہیں گی۔ جب نور حق کا ظہور کسی کعبۂ دل میں جلوہ گر ہوتا ہے تو پھر دیکھتی کو یہ کہنے کی ضرورت نہیں پیش آتی کہ جسقدر روحانیت میں نے حاصل کی ہے کسی اور ویکتی کو حاصل ہونی ناممکن ہے۔ بلکہ نورانی شکتیاں خود بخود پورآب و تاب سے اس کی پیشانی سے پھوٹ پھوٹ کر عالم کو مسحور کر دیتی ہیں اور یہ ایک حقیقت ہے۔

اگر ہم بھگتی کے پیش نظر بھگوان کے درشن کی ابھلاشا کے علاوہ اور کوئی بھی خواہش رکھتے ہیں مثلاً کسی سدھی کی پراپتی یا اپنے آپ کو پرسدھ بنانا وغیرہ یہ تمام امورات پھل مانگنے کے مترادف ہیں۔ اسی لئے بھگوان کرشن نے تمام گیتا میں اسی بات پر زور دیا ہے کہ "کرم کر اور پھل کی اچھا نہ کر"

ایسا کرنے سے خاص حالات کے زیر اثر انسان میں خاص خاص امتیازی اوصاف خود بخود پیدا ہو جائینگے۔ اور پھر ہم ان اوصاف شکتیوں اور طاقتوں کو ایسے انداز

پرورے کار لائیں کہ سود و زیاں کی دنیا سے بالاتر ہو جائیں۔ اور یہ ہے کرم یوگ اور اس کے لئے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ ہم نتائج سے بے نیاز ہو کر اپنے کام پر اپنی (۲) طاقتیں مرکوز کر دیں۔ کیونکہ نفع نقصان کا خیال سب سے زبردست زنجیریں ہیں جو انسان کو غلام بنائے رکھنے میں پیش پیش ہیں۔

جب انسان اپنے حواس کے ذریعہ خارجی دنیا کو محسوس کرتا ہے تو ان چیزوں اور اسکے درمیان ایک اُنس پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر اس لگاؤ سے خواہش اور خواہش سے غصہ، غصہ سے دھوکا، دھوکا سے حافظہ میں انتشار پیدا ہو جاتا ہے۔ اور جب حافظہ ضایع ہو جاتا ہے تو بدھی جواب دے جاتی ہے۔ اور جب عقل کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو اُس کے ساتھ انسان کی ہستی بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اسی لئے گیتا کا مرکزی اصول یہ ہے کہ کام اور اس کے نتیجہ کا جو آپس میں تعلق ہے اُس کا رشتہ کاٹ دو دوسرے الفاظ میں "کبھی بھی روحانیت کی تلاش اس نکتہ' نگاہ سے نہ کرو جس میں سوداگری کی جھلک پائی جائے۔ بلکہ ہماری بھگتی اور روحانیت کی جستجو کا صرف ایک ہی مدعا ہونا چاہیئے۔ اور وہ فقط "ساکشاتکار" ہو۔ اور ایسا کون کر سکتا ہے۔ جو اپنے جسم کی کھیتی میں ہری نام کی کاشت کرتا ہے اور چوبیس گھنٹے اسی لگن میں رہتا ہے اور پربھو پر اتنی اٹل پریم رکھتا ہے کہ اپنی ساری پونجی اور زندگی نیوچھاور کرنے کو تیار ہے اور ہر خطرہ مول لیکر اپنے آپ کو کامیاب دیکھنے کی خواہش رکھتا ہے اور یہ خواہش کیا ہے۔ (ساکشاتکار)

ترانۂ وحدت

الزام ہم پہ کس لئے عشق بتاں کے ہیں
اس گھر کے ہم نہیں ہیں تو کہئے کہاں کے ہیں

کافر ہیں ہم ضرور اگر عشق کفر ہے
عاشق ہم ایک سانورے بانکے جواں کے ہیں

اللہ، کرشن، رام، خدا، ایزد و واحد
یہ اور لاکھوں نام اُسی جانِ جاں کے ہیں

ساکار بھی وہی ہے نراکار بھی وہی
باہم فضول جھگڑے یہ اہل زباں کے ہیں

واحد ہے ذات پاک نہیں اس میں اختلاف
ہیں جتنے اختلاف وہ طرز بیاں کے ہیں

با ایں ہمہ نہ ٹوٹے اگر کفر شیخ کا
شیدا وہ جانے، ہم حکم ایسے کہاں کے ہیں

دھرم کا مارگ ہی ہمارے کلیان کا ہیتو ہے

مہاتما وِدرجی فرماتے ہیں۔ کہ جو انسان اپنے دشمنوں سے ستایا جا کر بھی شانت رہتا ہے اور اچھے دنوں کا انتظار کرتا ہے وہ انجام کار ہر طرح سے کامیاب ہوتا ہے، پانڈوں نے کافی عرصہ کوروں کے ظلم وستم برداشت کئے اور جب کوروؤں کی کشتی پاپ سے بھر گئی تو وہ نیست و نابود ہو گئے اور آخر پانڈوں ہی کی وجے ہوئی۔ کیونکہ وہ اپنے دھرم مارگ پر قائم رہے اور انہوں نے انوچیت کرم نہیں کیا۔

محض دھرم ہی سماج کی بنیاد ہے۔ کوئی سماج نہیں سدھر سکتی جو دھرم انصاف کو چھوڑ دیتی ہے اور عیرت، نفرت، تکبر، اور خودی کو اختیار کرتی ہے جو لوگ ظالم ہیں اور لڑائی جھگڑوں میں لگے رہتے ہیں وہ سماج کے سب سے بڑے دشمن ہیں۔ ایسے لوگوں کے رہنے سے ملک میں اشانتی رہیگی، وہی قوم اور ملک ترقی کر سکتا ہے جس میں زیادہ افراد ہمدرد نیک چلن اور پاکیزہ زندگی بسر کرتے ہیں اگر اخلاق نہیں تو کچھ بھی نہیں۔ بداخلاق لوگ کبھی کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے جس قوم میں بداخلاق اور دھرم ہین لوگ ہوں گے وہ اس قوم کی کشتی کو جلد ڈبو دیں گے۔

اس لئے ہمیشہ دھرم مارگ ہی پر چلنا چاہیئے۔ اگر ہم دھرم ساستر کی رکھشا کریں گے تو دھرم ہماری رکھشا کرے گا۔ ہمیں پاپی اور دشٹ لوگوں کی طرح ادھرم کو اپنانا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ ہم اسُر نہیں دیوتاؤں کی نسل سے ہیں اور بھگوان رام اور سری کرشن کے نام لیوا ہیں۔ جو کہ مریادا پرشوتم تھے۔ اور جنہوں نے سنکٹ کے سمے میں بھی دھرم کا النگھن نہیں کیا۔

بھگوان رام نے راون کے اتیاچار کا ناش کرنے کے لئے اور دھرم استھاپنا کے لئے یدھ کیا۔ پرنتو سنکٹ کے سمے بھی دھرم ہی کا آسرا لیا۔

ستی سلوچنا جو کہ اُن کے شترو میگھناد کی استری تھی۔ وہ اپنے پتی کا کٹا ہوا سر یدھ بھومی سے لینے کے لئے بے دھڑک رام کے پاس پہونچی۔ کئی آدمیوں نے اس کو روکا کہ دشمن کی سینا میں چلے جانا درست نہیں۔ لیکن ستی سلوچنا کو درڑھ

دشواش تھا کہ بھگوان رام مریادا پرسوتم ہیں۔ اُن کی درشٹی میں نہ ہی کوئی شترو ہے نہ ہی کوئی متر ان کا یہ یدھ دھرم یدھ ہے۔ جب وہ بھگوان رام کے دربار میں اپنی التجا لیکر حاضر ہوئی تو بھگوان نے اس کا ستکار کیا اور اسکے پتی کا سر اُس کے حوالے کیا۔

شیواجی مہاراج کے دربار میں ان کے سپاہیوں نے ایک خوبصورت مسلمان عورت جوکہ افضل خاں کی لڑکی بیان کی جاتی تھی، بطور تحفہ پیش کیا۔ شواجی مہاراج نے اسے دیکھا اور سپاہیوں پر سخت ناراض ہوئے۔ اور اسے نہایت احترام کے ساتھ اپنے معتبر اشخاص کے ہمراہ بحفاظت اس کے گھر پہونچا دیا۔

شیواجی نے کبھی بھی کسی مسجد کو مسمار نہیں کیا۔ اور نہ کبھی قرآن شریف کی بے حرمتی کی

یہ تھا ہندو کیریکٹر جسپر کہ ہمیں ناز ہے۔ ہندوؤں نے کبھی کسی پر اتیاچار نہیں کئے۔ ہیون وغیرہ جو قومیں باہر سے آکر اور پرائستھ ہوکر بھارت ورش میں ہی بسنے لگیں انہوں نے ہندو دھرم کو ہی سریشٹ سمجھا اور اس کو اپنا کر ہندو جاتی سے ایک میک ہوگئیں۔ ہمیشہ اخلاق ہی ہر ایک مہذب جاتی کی ترقی کا زینہ ہے۔

ہندو دھرم اور ہندو سبھیتا سب سے سریشٹ مانی گئی ہے۔ اس لئے ہمیں اپنے دھرم مارگ پر ہی چلنا واجب ہے۔

شری مکھ سے بھگوان نے دیا گیتا اپدیش
ارجن دوارا کہدیا سب کو جگت سندیش

مرتی نہیں یہ آتما، اس کو کشٹ نہ ہووے
گلے، جلے اور نہ کٹے، ورلا سمجھے کووے

سب میں مجھکو دیکھ تو مجھ میں سب کو جان
چیونٹی سے ہاتھی تلک روپ میرا پہچان

انت سمے وہ لے سکے گوبند ہر کا نام

گیتا تتو کو جاننے والے

پورن برہم گیانی بھائی منی سنگھ جی کی شہادت

گوربانی میں آیا ہے۔

جے توہ پریم کھیلن کا چاؤ ٭ سر دھر تلی گلی موری آؤ
ات مارگ پیر دھریجے ٭ سر دیجے کانڑ نہ کیجے

شبد ہزاروں پریمی پڑھتے ہیں۔ مگر اس کا اصلی بھاؤ بھائی منی جی نے جانا۔ کیونکہ پتنگ (پروانہ) سے کسی نے پوچھا تھا "کیا تو نے شمع دیکھی ہے۔؟ اس نے جواب دیا "میں ابھی دیکھ آیا ہوں"۔

سائل نے دوبارہ کہا "بیشک تو نے شمع نہیں دیکھی۔ کیونکہ اگر تو برحق شمع کو دیکھتا تو واپس آ کر یہ نہ کہتا کہ میں شمع دیکھ آیا ہوں۔ اگر تو حقیقی پتنگ ہوتا تو اسپر فدا ہو کر جل مرتا۔ ع

ہر آں کہ خبرش باز نیامد

میں نے جان لیا کہ تو نقلی پتنگ ہے۔ ناظرین ہم آپ کو ایک اصلی پتنگ کی کتھا سناتے ہیں۔ بھگوان نے گیتا میں (ادھیائے ۱۸ اشلوک ۵۶-۵۷) میں کہا ہے "ہے ارجن! نشکام کرم یوگی۔ سب کرموں کو کرتا ہوا میری کرپا سے سناتن، ابناشی پرم پد کو پراپت ہوتا ہے۔ اس لئے تو سرب کرموں کو من سے میرے ارپن کر کے میرے پرائن ہوا۔ نشکام کرم یوگ کا آسرا لے کر نرنتر چت کو میرے میں لگا۔ بھگت منی سنگھ جی بھی ان کرم یوگیوں میں سے تھے جنہوں نے اس گیتا تتو کو سمجھا۔

بھائی منی سنگھ جی سمت ۱۷۲۹ بکرمی ماگھ کی ۱۸ تاریخ بدھوار کو بھائی کالا اور ماتا دیا کور کے گھر الوہ دیش ریاست پٹیالہ کے علاقہ میں موضع کونگوال میں پیدا ہوئے۔ دس سال کی عمر میں وہ اپنے پتا کے سنگ ایک دفعہ دسم گرو جی کے درشن کو آئے۔ گورو گوبند سنگھ جی کے درشن کرتے ہی ان کے من میں اسقدر پریم بھر آیا کہ انہوں نے پتا جی کے گھر جانے سے انکار کر دیا۔ اسی وقت سے گرو جی کے حضور رہ کر بتوئے زندگی بسر کرنی شروع کر دی۔ گورمکھی۔ اکھشر سیکھ کر گوربانی کا ابھیاس کرتے اور لنگر کا کام کیا کرتے۔ جب جوان ہوئے تو ۱۷۵۶ بکرمی میں امرت چھک لیا اور

سنگھ سج گئے۔ اسی سمے کے اندر پہاڑی راجاؤں نے قوم کے ساتھ غداری کی اور پٹھانوں کی مدد حاصل کر کے قلعہ انند پور کو خالی کرایا۔ اس مصیبت کے سمے بھائی منی سنگھ جی نے گورو صاحب کے پریوار کو صحیح سلامت پہلے دہلی میں پہونچایا پھر جب گورو صاحب دمدمہ (تلونڈی سابو) آئے تو ان کے پریوار کو ساتھ لے کر گورو جی کی خدمت میں حاضر ہوئے

(۳) ایک نہایت حیرت انگیز واقعہ اسی وقت ظہور میں آیا۔ وہ بھی سنئے گورو گوبند سنگھ جی پورن یوگیشور (جنہوں نے اپنی بابتہ خود ہی دسم شری گورو گرنتھ صاحب نے لکھا ہے کہ

یا بدھ کرت تپسیا بھیو ۔ دوئی تے ایک روپ ہوئے گیو

یعنی میں تپ کے بل سے پرماتم دیو سے ایکی بھاؤ سے مل گیا۔ اپنی مہتتا کا ثبوت دینے کے لئے ایک لیلا کو رچتے بھئے، انہوں نے جب دھیر مل جی سے درخواست کی کہ "آدی گورو گرنتھ صاحب جی کی پہلی بیڑ (جو گورو پنجم پاتشاہ گورو ارجن دیو جی نے رچی تھی) درشن کی خاطر دیجئے" تو انہوں نے جواب میں کہہ بھیجا کہ تو اگر سچا گورو ہے تو شری گورو گرنتھ صاحب کو دوبارہ کیوں نہیں رچ لیتا!

اس طعنہ کو سن کر سکھوں کی شردھا قائم رکھنے کی خاطر خود ایک خیمہ میں آسن لگا کر باہر بھائی منی سنگھ جی کو بٹھایا۔ اور سمپورن بانی آد سے لیکر انت تک اچارن کر کے دوبارہ شری گورو گرنتھ صاحب کو لکھوایا۔ یہ بیڑ دمدمہ والی کے نام سکھوں کے گوردوارہ میں مشہور ہے۔ جس کا درشن شردھا سے کرتے ہیں۔

(۴) جب شری گورو جی دکن کی طرف جا رہے تھے تو انہوں نے بھائی منی سنگھ کو اپنے پریوار کو دلی پہونچانے کے لئے حکم دیا۔ اور یہ کام انہوں نے بہت صدق دل سے سر انجام دیا۔ پھر جب گورو جی نندیڑ کے مقام پر جوتی جوت سما گئے تو تمام خالصہ جی نے اکٹھے ہو کر یہ گورمتا پاس کیا کہ شری ہری مندر صاحب (امرتسر) میں گرنتھی کی جگہ پر بھائی منی سنگھ جی کو مقرر کیا جائے۔ اس سے شری ہری مندر صاحب کی سیوا سرب ادتم سکھ کو دی جاتی تھی۔ اس مہان اونچے پد کی کو سنبھال کر بھائی صاحب تمام چڑھاوا دیگر و سیوا میں خرچ کرتے رہے۔ گوردوارہ کی تمام آمدن گورو ارپن ہی کرتے تھے، صرف خوراک کے زرہ ماتر اسکا ایک نہایت قلیل حصہ اپنے لئے گرہن کرتے تھے نشکام کرم یوگی بھگوت کی بخشی ہوئی مایا کو اسی کے نمت خرچ کر دیتا ہے۔ اس طرح مایا دھرم

سے سہایک ہوتی ہے۔

(۵) شری گروجی کے سما جانے کے بعد بابا بندہ پنجاب میں لشکر لے کر آ گئے۔ اور سرہند کے نواب معہ دیوان سوچا نند کے (جنھوں نے گرو کے صاحبزادوں کو نہایت بے رحمی سے دیواروں میں چنوا دیا تھا) ٹکڑوں سے باندھ کر بیلوں سے کھچوایا ڈنڈ دیا۔ اور موت کے گھاٹ اتارا۔ رفتہ رفتہ جب ان کا بیج بڑھا تو سکھوں میں ایک نیا دھرم اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کا نام بندئی خالصہ مشہور ہو گیا۔ یہ وقت نہایت تشویشناک تھا کیونکہ خالصہ جی فیصلہ نہیں کر سکتے تھے کہ وہ "تت خالصہ" (دسم گروجی کا چلایا ہوا پنتھ) کی پیروی کریں تاکہ بندی فرقہ میں شامل ہو جائیں۔ اس وقت بابا بندہ کا ستارہ چمک رہا تھا۔ ساری سنگت نے بھائی منی سنگھ جی سے پرارتھنا کی کہ وہ اس نازک معاملہ پر اپنا فیصلہ دیویں۔ انہوں نے دیرگھ وچار کے بعد اعلان کیا کہ گرو کی سنگیت کے سکھ اوصشٹا تا ہرمندر صاحب سری امرتسر پر اکٹھے ہوویں وہاں فیصلہ دیا جاوے گا۔ مقررہ دن کو جب بھاری سماگم ہو رہا تھا بھائی صاحب نے ہر کی پوڑی پر کھڑے ہو کر دو پرچیاں ایک پر "تت خالصہ" اور دوسرے پر "بندئی خالصہ" لکھ کر ہاتھ میں لے لیں اور اکال پرکھ انتریامی گھٹ گھٹ میں براجمان دیا پک سوامی سے ارداس کی: "ہے واہگورو۔ دین بندھو۔ دین دیال۔ دینا ناتھ بھگت وتسل۔ تپت پاؤں ہم سب آپ کی شرن ہیں۔ جس طرح گنج ہستی کے سنکٹ آپ نے اپنی کرپا سے دور کئے تھے۔ اسی طرح ہم سرناگت آئے سیوکوں کے سنکٹ بھی دور کیجئے۔ خالصہ تت خالصہ پنتھ کی راہ پر چلے۔ یا بندئی سکھوں میں شامل ہو" ایسا کہہ کر انہوں نے دونو پرچیوں کو امرتسر دور کے جل میں ڈال دیا۔ سنگت کو فرمایا کہ دیکھو دونوں میں سے جو پرچی ڈوب جائے اس کو چھوڑ کر تیرنے والی پرچی پر نام پڑھ کر اسی پنتھ کی پیروی کرو" دشواش میں بڑی شکتی ہے۔ سب کے دیکھتے دیکھتے "بندئی خالصہ" والی پرچی پانی میں ڈوب گئی اور "تت خالصہ" والی پرچی تیرتی رہی۔ بھائی صاحب نے اس پرچی کو اٹھا کر اس پر لکھا ہوا نام "تت خالصہ" پڑھ کر باآواز بلند سنایا۔ پھر تو "تت خالصہ کی جے" "ست سری اکال" "گوربراکال" کے نعرے گونج اٹھے۔ یہ فیصلہ ایشور کی طرف سے کیا ہوا سمجھ کر سب لوگ بھائی صاحب کی بڑائی کرنے لگے۔

سمت ۱۷۷۸ بکرمی میں بھائی صاحب نے آدسری گرو گرنتھ صاحب کی بیڑ کو دوبارہ سلسلہ وار لکھا۔ آد بیڑ میں پہلے گوروؤں کی بانی رپہلے دوسرے اور تیسرے گوروؤں کی) آتی ہے۔ اور پیچھے بھگتوں کی بانی انوسار لکھ کر انہوں نے راگوں کے انوسار لکھائی

کی پہلے شری راگ کو لیا بعد میں سلسلہ وار گوروؤں کی بانی اسکے بعد بھگتوں کی بانی اور پھر واریں۔ شلوک اور پوڑیاں سلسلہ وار لکھیں۔ اس نئی بیڑ کی تیاری پر بھائی صاحب نے از حد محنت خرچ کی مگر خالصہ جی کو ان کا طریق پسند نہ آیا۔ انھوں نے گورمتا پاس کیا کہ گورو ارجن دیو جی نے بیڑ میں تبدیل کرنے والے پرش کے انگ کاٹے جانے کا داگ دیا ہوا ہے۔ سری رام رائے جی کو دلی کے بادشاہ اورنگ زیب کو خوش کرنے کے لئے "مٹی مسلمان کی" جگہ "مٹی بے ایمان کی" کہنے پر سری گورو ہر رائے صاحب جی نے ان کو گورو آئی سے بیدخل کر دیا تھا۔ اور دربار میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ اس لئے بھائی صاحب کو حکم دیا کہ تمہارے انگ کاٹے جائیں گے۔ اسپر بھائی صاحب نے ڈنڈ سنگت کا دیا ہوا پروان کیا اور سنگت کا دھنباد کیا۔

یہ واقعہ گزر گیا۔ اور بھائی صاحب بہت سال تک سری ہر مندر کی سیوا میں تن من دھن سے اپنی زندگی گزارتے رہے۔ آپ صبح و شام دیوان لگاتے تھے۔ سری گورو گرنتھ صاحب کی کتھا، ہری کیرتن، دھرم چرچا کا پرواہ جاری تھا۔ لنگر چلتا تھا دھرم ارتھ کام موکش چاروں پدارتھ بھائی صاحب کے پاس رہتے تھے۔ سکھ اتہاس میں بھائی منی سنگھ جی سب سے پہلے سکھ ہیں جنھوں نے آد شری گورو گرنتھ صاحب ارتھوں سمیت سری کلگی دھر کے اپنے سکھار بند سے پڑھا تھا۔ انہوں نے سب سے پہلا شری گورو گرنتھ کوش (ڈکشنری) لکھا۔ اس کی نقل میں نے خود خالصہ کالج میں طالب علمی کے زمانہ میں اپنے سنسکرت کے استاد پنڈت نرنجن سنگھ جی پروفیسر کے پاس دیکھی تھی جس پر "کوش بھائی منی سنگھ جی کا لکھا ہوا تھا۔

(۷) شری گورو گوبند سنگھ جی کے بعد خالصہ فوج کی کمان بابا بندہ کے سپرد ہوئی بابا بندہ نے مسلمان بادشاہوں کے مظالم کا انتقام لینے کی غرض سے مغلیہ علاقوں کو تہ تیغ کر دیا۔ خصوصاً سرہند کو تباہ کر ڈالا اور پنجاب کا بہت سا علاقہ فتح کر کے دہلی کے گرد و نواح میں حملے شروع کر دیئے۔ بہادر شاہ نے ۱۷۰۸ء میں سکھوں کو سرہند کی پہاڑیوں پر پناہ لینے کے لئے مجبور کر دیا۔ لیکن اسی اثنا میں بہادر شاہ مر گیا اسکے بعد فرخ سیر کے زمانہ میں مغلوں نے خالصہ جی کی بیخ کنی کا پختہ ارادہ کر کے کیش دھاری سنگھوں کے قتل کا حکم جاری کیا۔ اور بندہ بہادر اپنے ایک ہزار ساتھیوں سمیت بڑی بے رحمی سے قتل کر دیئے گئے۔

(۸) یہ دیکھکر سری امرتسر میں سکھوں کے میلہ بساکھی اور دیوالی کو لگا کرتے

ہیں - شاہی افسروں نے شہر کے راستے روک لیئے اور پہرے لگا دیئے تاکہ کوئی سکھ وہاں پر باہر سے نہ آوے اور نہ کوئی نیا ادھکاری امرت چھک کو سنگھ بن سکے اسی طرح دو سال گزر گئے حتیٰ کہ سنگھ "گوردوارہ شرومنی" کی یاترا کی روکاوٹ سے تنگ آگئے جس پر بھائی منی سنگھ جی نے حاکم اعلیٰ کے پاس سنگت کی طرف سے ایک درخواست کی کہ اس سال دیپ مالا (دیوالی) کے اتسو کی اجازت دی جاوے - اس کے جواب میں یہ حکم آیا کہ "اگر میلہ کیا جائے تو پانچ ہزار روپیہ بطور ڈنڈ ادا کرنا ہوگا - بھائی صاحب نے ڈنڈ منظور کر لیا - اور خالصہ جی کی دیرینہ خواہش کو پورا کرنے کی خاطر میلہ کا آرمبھ کیا - کچھ تھوڑے سے یاتری جمع ہوئے تو حاکموں نے اپنی چال سے کام لیا - اور یہ بندھ کے بہانے لاہور سے فوج روانہ کر دی - اور امرتسر کا محاصرہ کر لیا - فوج کی آمد کی خبر پا کر تمام ملک میں پنتھ کے دردمندوں نے خفیہ قاصد روانہ کر دیئے اور میلہ بند کر دیا گیا -

کچھ عرصہ ٹھہر کر فوج کو ناکام واپس جانا پڑا - صوبہ دار لاہور اس وار کو خالی دیکھکر بہت طیش میں آیا اور امرتسر کے حاکم کے نام فرمان جاری کیا کہ سکھوں کے لیڈر بھائی منی سنگھ سے پانچ ہزار روپیہ لیکر خزانہ میں داخل کرے - بھائی صاحب نے عذر پیش کیا کہ "جب سرکار نے خود فوج بھیج کر میلہ بند کرو دیا تھا تو میں روپیہ کس طرح ادا کر سکتا ہوں - کیونکہ آمدنی کا واحد ذریعہ میلہ ہی تھا میلہ بند ہو جانے کی وجہ سے روپیہ باہر سے جمع نہیں ہو سکا اس لیئے یہ رقم جمع کرنے کے قابل نہیں ہوں اس پر بھائی صاحب کو گرفتار کر کے صوبہ دار لاہور کے سامنے پیش کیا گیا -

کچہری میں داخل ہوتے ہی بھائی نے باآواز بلند جیکارہ بلایا - واہگورو جی کا خالصہ واہگورو جی کی فتح - ست سری اکال -

قاضی نے فتویٰ دیا کہ ایسے کافر کو جو (۱) حاکم شاہی کو سلام نہ کرے (۲) ٹھیکہ کا روپیہ نہ ادا کرے (۳) اس قوم کا جو حاکم وقت سے باغیانہ برتاؤ رکھے - لیڈر ہو، بند بند جدا کر کے قتل کرنا واجب ہے - حکم سنتے ہی بھائی صاحب کو جلاد پکڑ کر باہر لائے - لاہور میں یہ خبر آناً فاناً پھیل گئی - اسی وقت سکھوں نے پانچہزار روپیہ جمع کر لیا - اور لوگ انھیں آزاد کرانے کے درپے ہو گئے - بھائی صاحب نے اس وقت بہت کچھ سمجھایا اور روپیہ ادا کرنے سے منع فرمایا اور جو الفاظ انہوں نے اس وقت کہے تھے ان کا خلاصہ چند الفاظ میں یہ ہے -

خالصہ جیو! روپیہ ادا کرنے سے آپ میرا چھٹکارا نہیں کر سکو گے - ان لوگوں کی نیت

میں فرق آگیا ہے۔ یہ لوگ عام طور پر تمام سکھوں اور خصوصاً سری ہر مندر صاحب کے پریمی سکھوں کے قتل کے درپے ہو رہے ہیں۔ اگر آج آپ مجھے چھڑا بھی لوگے تو پھر کوئی نہ کوئی پاپی مجھے ضرور قتل کر دیا جائے گا۔ ان کے پاپوں کی نیّا اب غرق ہونے کو ہے۔ پرماتم دیو واہگورو کی اچھا ایسے ہی ہے۔ اس کا حکم اٹل ہے جس میری دیہہ کو کاٹنا چاہتے ہیں میں نے آگے ہی اسے وویک کے شستر سے کاٹ رکھا ہے۔ میرے پیارے بیر خالصہ جی! یقین جانو جسم کے ناش ہونے سے آتما کا ناش نہیں ہوتا۔ آتما ابناشی ہے۔ اگر جلاد میرے جسم کے ٹکڑے کر دیں گے تو میری آتما جیوں کی تیوں رہے گی۔ اسے شستر کاٹ نہیں سکتے۔ آگ جلا نہیں سکتی۔ جل غرق نہیں کر سکتا کیونکہ گوربانی پکار کر سناتی ہے۔ "گھاوئی" جل نہیں ڈوبے، تسکر نہیں لیوے بھاہ نہ ساکے جالنے، آتما امر ہے۔ لافانی ہے قائم دائم ہے۔

جو چیز ناش ہونے والی ہے اسے کوئی بچا نہیں سکتا۔ اور جو ناش ہونے سے رہت ہے اسے کوئی ناش نہیں کر سکتا۔ ظالم لوگوں کو اپنا کام کرنے دو۔ میرا دیہہ سے مطلق سمبندھ نہیں۔ میں ست چت آنند آتما ہوں۔ دیہہ سے پرے ہوں۔ جب جلاد میری دیہہ کو کاٹیں گے میں ساکھی ہو کر دیکھوں گا۔ ستگورو نے یہ بچن جو لکھے ہیں۔

سکھ دکھ دونوں سم کر جانے اور مان اپمانا ۔ ہرکھ سوگ تے رہے اتیتا تن جگ تت پچھانا
استت نندا دو وتیاگے کھوجے پد نربانا ۔ جن نانک ایہہ کھیل کٹھن ہے کنہوں گورمکھ جانا

اگرچہ اس بانی پر عمل کرنا نہایت مشکل ہے تاہم ہمیں اس پر عمل کرنا چاہیے تاکہ عمل کرتے ہوئے پاپی جیو اپنا تن من دھرم سب کچھ قربان کریں۔ بھائی صاحب نے لوگوں کو فرمایا

جو اپجیو سو بنس ہے، پرو آج کے کال ۔ نانک ہر گن گائے کے چھاڈو سگل جنجال

چولا یہ جو لا سدا رہنے والی شے نہیں ہے۔ آج یا کل ضرور ہی ختم ہو جائے گا۔ یاد کرو کہ گورو تیغ بہادر جی دھرم کی خاطر شہید کیے گئے۔ گورو کلغی دھر پتا نے اپنا سربنس دھرم کی خاطر قربان کر دیا۔ میں کس گنتی میں ہوں۔ جس کو بچانے کا یتن آپ لوگ کر رہے ہیں۔ آپ دیہہ ادھیاس سے نگاہ کو اوپر اٹھا کر دیکھو۔ کیونکہ یہ دیہہ ادھیاس سب دکھوں کا کارن ہے یہ ہی جیون کو پست کر کے دھرم سے گرانے والا ہے۔ اور انیک جونیوں میں لے جا کر خوار کرنیوالا ہے۔ آپ سچے سکھوں کی طرح مجھے شہید ہونے کا بر دان دیجیے اور روپیہ ادا کرنے کا خیال ترک کیجیے۔ بلکہ ہمال پرتھا ہے سکھی صدق بھروسہ دان کے لیے پرارتھنا کیجیے

(۶) ایک اور شرط بھائی صاحب کے آگے پیش کی گئی کہ۔ اگر وہ روپیہ ادا کرنا

نہیں چاہتے تو دین محمدی قبول کرکے اپنی جان بخشی کرا سکتے ہیں۔

تبدیل مذہب کے بارے میں بھائی صاحب نے نہایت متانت سے اور مدلل جواب دیا۔ جو ہم مختصراً لکھتے ہیں۔

مسلمانو! تم لوگ کہتے ہو کہ اسلام کی بنیاد توحید پر ہے۔ لیکن جس مذہب کا میں پیروکار ہوں اس کی توحید اور تمہاری توحید میں فرق ہے۔ تم کہتے ہو کہ خدائے مالک ایک ہے میرا دین کہتا ہے کہ خدا کو نہ ایک کہتے بنتا ہے نہ دو۔ کیونکہ سوائے اسکے دوسرا نہ ہے نہ تھا اور نہ ہوگا۔

تم کہتے ہو کہ سب انسان مرنے کے بعد قیامت تک قبروں میں امانت رکھے جائینگے اس روز اسرائیل کی کرنا سنکر اٹھیں گے۔ میرے دین میں انسان مرنے کے بعد اپنے کرموں کے مطابق جنم لیتا ہے اور جبتک اسے ایشور کا پورا گیان نہ ہو جائے آواگون کے چکر میں لگا رہتا ہے۔ تم سنّت کے ذریعہ انسان کو مسلمان بناتے ہو اور کہتے ہو کہ یہ خدا کا حکم ہے۔ مگر میرا گرو کہتا ہے کہ سنّت انسان کی ایجاد ہے۔ بھلا اگر خالق کو یہ منظور ہوتا کہ پاک ہونے کے لئے سنت ضروری ہے۔ تو وہ بغیر سنّت کے انسان کو پیدا ہی نہ کرتا تمہارا دین نامکمل ہے کہ صرف مردوں کی سنت ہوتی ہے عورتیں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ میرے دین کی شرع مرد و زن کے لئے یکساں ہے۔ میں نے اپنے ہادی برحق گرو گوبند سنگھ جی سے امرت پان کرتے وقت حلف لیا تھا کہ سوائے اکال پرکھ کے دوسرے کا سمرن نہ کروں گا۔ مگر تم لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ملا کر پڑھتے ہو۔ تم کہتے ہو کہ محمد خاتم المرسلین ہیں۔ میرا عقیدہ ہے کہ ان کے بعد رسالت کا دروازہ بند نہیں ہوا۔ میں نے پاہل لیکر عہد کیا ہے کہ کیسوں کی بے ادبی نہ کرونگا۔ خواہ میری جان بھی چلی جائے۔ تم لوگ مجھے مسلمان .... بنا کر میرے کیسوں کو کاٹ دینے کی دھن میں ہو۔ تمہارے خیال میں حضرت محمد کا ثانی پیدا نہیں ہوا۔ مگر میرے عقیدہ گورواک کا واک صحیح ہے۔ کہ

دوجہ دا لکھ محمداں۔ لکھ برہمے بشن مہیش۔ تم لوگ کافروں کو زبردستی دین میں لانا ثواب سمجھتے ہو مگر میرے گورو کا کلام ہے "زوری کئے ظلم ہے بے جواب خدائے۔ تم لوگ مغرب کی طرف منھ کرکے دعا کرتے ہو مگر میرے گورو کا فرمان ہے کہ وے دیشا چاروں اطراف میں) ردیا پر کھو ایک (ایک ہی خدا محیط ہو رہا ہے تمہارے دین میں جو شخص مسلمان نہیں وہ دوزخ کی آگ میں جلتا ہے۔ مگر میرے دھرم میں جو انسان نیکی سے محروم ہے وہی دوزخ میں داخل کیا جاتا ہے۔ تم لوگ گائے کا گوشت کھانا حلال سمجھتے ہو مگر میرے دین میں گائے

کا گوشت حرام ہے۔ تمہارے خیال میں قرآن ہی صرف ایک مستند اور مذہبی کتاب ہے۔ مگر میرے عقیدہ میں ہر قوم کے اندر بنی آئے ہیں۔ اور ان کے کلام میں سچائی موجود ہے۔ اپنے اپنے مذہب پر قائم رہنے سے انسان کو نجات ہے۔

(۱۰) جب حاکم بھائی منی سنگھ جی کو مسلمان بنانے میں ناکامیاب رہے تو آخری حکم جلادوں کو پہونچا کہ کافر کو فوراً قتل کیا جائے۔ سب لوگ کیا ہندو کیا دوسرے مذہب والے بھائی جی کے حوصلے اور برہم گیان کے نشچے پر واہ واہ کر رہے تھے پھر منی سنگھ جی سب لوگوں کو آخری فتح بلوا کر خود ہی جلادوں کے اڈے پر جا بیٹھے۔ جب جلادوں نے چار ٹکڑے جسم کے کرنے چاہے تو بھائی بولے جلادو! تمہیں میرے بند بند کاٹنے کا حکم ہے۔ سو پہلے میری انگلیوں کے جوڑ کاٹو پھر پہونچا پھر کہنی۔ اور مونڈھا۔ اسی طرح دوسرے بازو کو جدا کر واسی طرح دونوں ٹانگوں کے ٹکڑے کرو۔

بھائی صاحب بڑے دھیرج سے اپنے انگ کٹاتے رہے۔ اپنی دیہہ کو بیگانہ جان کر بے دھڑک بیٹھے ساکھشی ہو کر دیکھتے رہے۔ سری سکھ منی کا پاٹھ کرتے وقت آٹھویں اشٹ پدی سے یہ واک "برہم گیانی سرب سرشٹ کا کرتا۔ برہم گیانی سد جیوے نہیں مرتا" کا سپشٹ اچارن کرتے رہے جلادوں نے بھائی صاحب کا جسم پرزے پرزے کرنا شروع کر دیا۔ لیکن وہ ان کے صدق اور دھیرج کو دیکھ کر حیران رہ گئے۔ ان کے ہاتھوں سے بے شمار آدمی موت کے منہ میں ڈھکیلے گئے۔ لیکن ایسی دھیرج وان صدقی انھوں نے آجتک نہیں دیکھی تھی۔

جلادوں نے بیحد بے رحمی سے کام لیا تاہم بھائی جی کا صدق قائم رہا۔ ماتھے پر تیوری تک نہ آئی نہ منہ سے "سی" اچارن کی۔ چہرے کی لالی میں ذرا فرق نہ آیا خوشی اور آنند کے نعرے بدستور گاتے رہے۔ آخر جب جلاد نے سر کو جھٹکا دیا تو آواز نکلی واہ گرو جی کا خالصہ۔ واہ گرو جی کی فتح۔ گرو گوبند سنگھ کا یہ واک انہوں نے عملی طور پر سپھل کر کے دکھایا۔

دھرم ہیت ساکا جن کیا۔
سیس دیا پر دھرم نہ دیا۔ سادھن ہیت راتی
جن کری سیس دیا پر "سی" نہ کری

(۱۱) سورا سو پہچانیے جو لڑے دین کے ہیت
پرجا پرجا کٹ مرے کبہوں نہ چھانڈے کھیت

ہم یہ شبد گوربانی میں پڑھتے ہیں۔ اس کی عملی مثال آپ نے بھائی منی سنگھ جی کے جیون میں پڑھ لی ہے۔ بھائی منی سنگھ جی جیسے ہزاروں سنگھ شہید کئے گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ چند سالوں کے اندر مغلیہ خاندان کی سلطنت غرق ہوگئی۔

بھائی صاحب نے سمت ۱۷۹۵ بکرمی میں جام شہادت نوش کیا۔ آپ کی یادگار شہید گنج آجتک لاہور میں قائم ہے۔

بھائی صاحب کی تین پستکیں جنم ساکھی سری گورونانک دیو۔ گورسکھ بھگت مال اور شری گورگرنتھ کوش مشہور ہیں۔ یہ سکھوں میں بڑے شوق سے پڑھی جاتی ہیں۔ انکی "پرمانک" سمجھی جاتی ہے۔ گیتا اور گوربانی میں یوں تو بے شمار قسم کے شلوک آتے ہیں۔ مگر سدھانت سب کا نشکام کرم یوگ ہے۔ دنیا کے اندر رہ کر پرانی ماتر کو پرماتما کا روپ جان کر سیوا کرتے ہوئے تمام کرموں کو بھگوت ارپن کرنا نشکام کرم یوگ ہے۔

بھائی امر سنگھ جی نے اوائل عمر سے ہی گور چرنوں میں رہ کر نشکام سیوا کی پھر بہت عرصہ گوربانی کی کھوج اور شاستر کے سوادھیائے میں لگے رہے۔ یوں اس کے سری ہرمندر صاحب میں رہ کر بطور پرچارک کے کام کیا۔ اور تن من دھن سب کچھ اکال پرکھ کے ارپن کر دیا۔ اخیر میں اپنا جسم بھی پرزے پرزے کرکے دھرم کنڈ میں آہوتی کے طور ڈالدیا۔ بولو ست نام سری واہگورو۔ ست سری اکال۔

اب گور گشور گورنگ کہاوے وہ شیام سلونا سانوریا
مردنگ اتے کرتال بجاوے کردھنش نہ بان سدرشن ہی
وہ پریم کا میٹھا راگ سناوے اب بدھ کا بھیشن ناو کھان
دشٹن کے من کی میل مٹاوے ہری ہرے نمہ کی اوشد سے

سچا سنیاس

شری مد بھگوت گیتا میں کرم یوگ اور سنیاس یوگ دونوں کا ذکر آیا ہے۔ عموماً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا یہ دونوں چیزیں متضاد ہیں۔ یا ان دونوں میں کہیں نہ کہیں سمجھوتہ ہو سکتا ہے۔ بھگوان کرشن نے بہت وستار سے ان دُبدا کا حل بتایا ہے ارجن کے سوال کرنے پر بھگوان بولے۔

سنیاس یوگ اور کرم یوگ دونوں ہی لابھ دایک ہیں۔ مگر کرم کے سنیاس یعنی کرم کے چھوڑنے سے (کرم یوگ بہتر ہے۔ ناکارہ رہنے سے کرم کرنا اچھا ہے۔ کیونکہ بلا کرم کے صحت جسمانی بھی قائم نہیں رہتی۔

تیسرے ادھیائے میں بھگوان فرماتے ہیں۔

کئی لوگ سوچتے ہیں کہ جب کرم کرنا ہی ضروری ہے تو تیاگ یا سنیاس کہاں رہا! کیونکہ کرم کے ساتھ کرم کا بندھن ضروری ہے۔ اس لئے کرم کریں گے نہ بندھن میں پھنسیں گے ایسی وچار دھارا میں بہنے والے بالکل مورکھ ہیں۔ کیونکہ اصلی تیاگ یا سنیاس کرم نہیں ہے بلکہ "کرم پھل" کو چھوڑنے سے پیدا ہوتا ہے۔

اٹھارہویں ادھیائے میں بھگوان نے کتنے سندر شبدوں میں یہی راز ہمارے سامنے افشا کیا ہے:۔

"جس نے کرم کے پھل کا تیاگ کر دیا وہی تیاگی ہے۔ شری کرشن فرماتے ہیں کہ کرم پھل تیاگ من سے ہونا چاہیئے۔ باہری ٹیپ اور دکھاوے سے کام نہیں چلتا

اسی اپدیش کو بھگوان نے گیتا میں بار بار دہرایا ہے۔ اگر ایک طرف وہ ہمیں بھرم جال میں پھنسنے سے روکتے ہیں تو دوسری طرف ناکام بیٹھے رہنے سے بھی منع کرتے ہیں۔

گیتا کے شروع میں دوسرے ادھیائے شلوک ۴۷ میں بھگوان فرماتے ہیں:۔ کہ اے نشپہ تیرا فرض کرم کرنا ہے۔ نہ کہ پھل کی خواہش رکھنا کرم کے پھل کی اچھا کا خواہاں مت بن اور نہ ہی تو کبھی نکما بن۔

کرم کے پھل کی اچھا نہ رکھنا کرم نہ کرنے کی دلیل نہیں ہے۔ کرم ہی تو ہے جو انسان کو اصلی معنوں میں انسان بناتا ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

اصلی کرم یوگی اور سنیاسی وہی ہے جو کرم کرتا ہوا بھی کرم کے موہ میں نہیں پھنستا بھگوان فرماتے ہیں کہ " یہ بات منشیہ میں تبھی پیدا ہو سکتی ہے جبکہ وہ اٹھتا بیٹھتا چلتا پھرتا سنتا سوچتا سب کام نشکام بھاؤ سے Detached spirit سے کرے گیتا کے پانچویں ادھیائے میں بھگوان فرماتے ہیں:-

" تتو گیانی کے من میں ہمیشہ دیکھتے ہوئے، سنتے ہوئے، چھوتے ہوئے، سونگھتے ہوئے، کھاتے ہوئے، چلتے ہوئے، سانس لیتے ہوئے، سوتے ہوئے (یعنی تمام قوتوں حواس خمسہ کا استعمال کرتے ہوئے) بھی یہی وچار ہونا چاہیے " میں کچھ نہیں کر رہا۔ اتھات دنیا کے سب کام ایشور سمرپن کر کے زندگی بسر کرے

یہی وہ اُپدیش ہے جو کہ ایشا اپنشد کے پہلے دو منتروں میں دیا تھا کیونکہ ایسا کرنے سے انسان کرم بندھن میں نہیں پھنستا "

بھگوان کرشن نے ہندوستان کے پراچین اتہاس میں مثال دیکر واضح فرمایا ہے کہ کس طرح جنک سریکھے مہاراجوں نے دنیا میں رہ کر راج پاٹ کے فرائض کو سرانجام دیتے ہوئے سیدھی کو پراپت کیا اور مہرشی اور راج رشی کی پدوی پائی۔

اسطرح انسان کرم کرتا ہوا بھی موہ جال سے دور رہ سکتا ہے - بقول فیضی (مترجم گیتا) ؎

بُود بُود و باشدش چو نیلوفراں
کہ باشد در آب و وانہ باشد فراں

اسلئے بھگوت گیتا کا اُپدیش ہے کہ منشیہ کرم تو ضرور کرے لیکن نشکام بھاؤ سے یعنی بے غرض ہو کر۔ یہی سچا سنیاس ہے۔ جنگلوں میں جا کر کام سے جی چرا کر بیٹھے رہنا دربدر روزی مانگ کر جیون بسر کرنا۔ کان میں مندرا اور جسم پہ بھگوے بستر دھارن کرکے سنسار کی اسارتا پر آنسو بہاتے رہنا ہرگز ہرگز سنیاس نہیں۔ سچا سنیاس ہمیں دنیا سے الگ نہیں لے جاتا۔ بلکہ دنیا میں رہ کر دنیا کی بھلائی سکھاتا ہے ؎

نمی گویم کہ از دنیا جدا باش
بہر کارے کہ باشی با خدا باش

مایا

مایا پر مت بھول رے پرانی — مایا تو ہے آنی جانی
جیون تو ہے وایو کا جھونکا — یا ندیا کا بہتا پانی
جوبن روپ جوانی کیا ہیں — کیا ہیں جوبن، روپ، جوانی
پریم سے سب کی سیوا کر تو — سیوا میں ہے کس کی ہانی
تیاگ بُرے پرشوں کی سنگت — سُن ہر دم سنتوں کی بانی
گیان کی خالی باتیں کیا ہیں — کر لے کچھ جگ میں رے گیانی
یہ جگ تو ہے رین بسیرا — کیں بہتے پر نِت پانی

قیس پربھو سے پریم لگالے
دنیا تو ہے آنی جانی

اُٹھ نِدرا سے جاگ رے پیارے
تیرے جاگے جاگ اُٹھے گا
آشا ترشنا جال سُنہری
مایا ایک منوہر کھیل ہے
دُھن سے تو کیوں کھیل رہا ہے
من چنچل ہے، کٹھا مے رکھنا
یہ جگ تو سُپنا ہے سُپنا
کام کپٹ اور کرودھ سے بچنا
جھوٹا ہے سنسار کا ناطہ
قیس پربھو کے گُن گائے جا

اُٹھ آلس کو تیاگ رے پیارے
تیرا سویا بھاگ رے پیارے
اِن دونوں سے بھاگ رے پیارے
اس مایا کو تیاگ رے پیارے
یہ دُھن تو ہے ناگ رے پیارے
چنچل من کی باگ رے پیارے
اس سپنے سے جاگ رے پیارے
یہ تو آگ ہیں آگ رے پیارے
چھوڑ بھی یہ کھٹ راگ رے پیارے
یہ ہے سچا راگ رے پیارے

بھارت کی پراچین ناریاں

بھگوتی گارگی اور مہرشی یاگیہ ولکیہ کا سمواد

برہدآرنیاک اُپنشد کے تیسرے ادھیائے میں ایک کتھا آتی ہے کہ راج رشی مہاراجہ جنک نے ایک سب سے بڑا بھاری یگیہ کیا جسمیں بھارت کے تمام بڑے بڑے پرسدھ برہم دتیا براہمن، رشی مُنی۔ سنت، مہاتما پدھارے۔ برہم گیانی مہاتماؤں نے اس اکٹھ کو دیکھکر مہاراجہ جنک کے چت میں یہ جاننے کی اچھیا ہوئی کہ ان میں کون مہاپُرش برہم ودیا کا گیاتا ہے۔ اس بات کو جاننے کے لئے اُس نے ایکہزار گئوویں اور اُنکی سینگوں پر دس دس تولے سونا باندھ دیا۔ اور براہمن منڈل کے سامنے ہاتھ جوڑکر بنتی کی:-

"براہمن مہاتماؤ! جو آپ میں سب سے بڑھ چڑھ کر برہم ودیا کا انوبھوی مہاپرش ہو وہ ان گئووں کو ہانک لے جائے؟"

یہ بات سن کر سب براہمن منڈل پر خاموشی کا عالم طاری ہوگیا۔ اور سبھا میں چند منٹ سناٹا چھاگیا۔ کسی کا یہ حوصلہ نہ تھا کہ ان گئووں کو ہانک سکے۔ کیونکہ جو ہانکے اُسکو اپنی بزرگی کا ثبوت دینا پڑتا تھا۔

آخر کچھ وقت انتظار کے بعد مہرشی یاگیہ ولکیہ نے اپنے شش سام شردا کو کہا "عزیز! آخر تم ہی ان گئووں کو ہانک کر لے جاؤ؟"

اُن کا یہ بچن سُنتے ہی تمام براہمن کہنے لگے کہ ہماری موجودگی میں یاگیہ ولکیہ اپنے آپ کو کس طرح برہم دتیا ثابت کر سکتا ہے۔ اس سبھا میں اشتول رشی۔ آرت بھاگ وشسٹ۔ چاکراین۔ اوالک آرٹنی۔ ودگدھ شاکلیہ۔ جیسے پرسدھ ودوان براجمان تھے۔ اور ان ہی میں بھگوتی گارگی بھی موجود تھی۔ اس یگیہ کا ہوتا اشتول مہا منی تھا۔ اس نے یاگیہ ولکیہ سے سوال کیا:-

اشتول:- یاگیہ ولکیہ! کیا تم ہمارے درمیان اپنے آپ کو سب سے بڑا برہم دتیا مانتے ہو؟

یاگیہ ولکیہ:- ہم تو سب سے بڑے برہم دتیا کو خود نمسکار کرتے ہیں۔ ہمیں تو صرف گئوویں لے جانے کی خواہش ہے (جسکو دوسرے لفظوں میں یوں کہنا چاہیے

کہ یاگیہ ولکیہ نے سبھوں کو چیلنج دیدیا) اور برہم دتیا سمبندھی باہمی مقابلہ چل پڑا۔

چنانچہ تمام برہم گیانی مہاتماؤں اور مہارشیوں نے باری باری مہرشی یاگیہ ولکیہ سے بڑے بڑے سوال کئے اور وہ اُن سب کا اُتر دیتے چلے گئے۔ اسی پرا ستھتی میں بھگوتی گارگی نے بھی اپنے چند پرشن مہرشی کے سامنے رکھے اور پوچھا کہ یہ تمام جگت سوکھشم پانیوں کے ذریعہ ٹھہرا ہوا ہے۔ یہ سوکھشم جل کس میں اوت پروت ہے؟

یاگیہ ولکیہ:- تمام جگت برہم لوک کے سہارے قائم ہے۔ استھول اور سوکھشم سرشٹی کا آدھار برہم لوک ہے۔

گارگی دیوی:- برہم لوک کس کے آدھار پر استھت ہے؟ برہم لوک کس میں اوت پروت ہو رہا ہے؟

یاگیہ ولکیہ:- گارگی دیوی! ایسا پرشن مت کرو۔ شاستر کی مریادا مت توڑو۔ محض انومان۔ ترک وترک اور عقلی دلائل کے ذریعے اُس نرمل چیتن شدھ برہم کو سمجھنے کی بیکار کوشش مت کرو۔ کیونکہ ترگناتیت شدھ برہم محض پرتیکش اور انومان کے ذریعہ جانا نہیں جا سکتا۔ اگر تم شاستر کی مریادا توڑوگی تو تمہارا سر دھڑ سے گر جائیگا۔ ———— یہ جواب سنکر گارگی خاموش ہوگئی۔

(۲۳) گارگی نے سبھا کو مخاطب کرکے کہا:-

" براہمن مہاپرشو! مجھے اجازت دو۔ میں یاگیہ ولکیہ سے دو پرشن پوچھتی ہوں۔ اگر اُس نے میرے دو پرشنوں کا تسلّی بخش جواب دیدیا تو آپ میں سے کوئی ہستی بھی اُس پر غالب نہ آسکے گی۔ اور ہمیں تسلیم کرنا پڑیگا کہ یہ مہرشی اپنی مثال آپ ہے"

تمام براہمن منڈل نے گارگی کو دوسری بار اجازت دیدی تب وہ کھڑی ہو کر مہرشی یاگیہ ولکیہ کو مخاطب کرتی ہوئی فرمانے لگی:-

گارگی:- جس طرح کاشی یا متھلا دیش کا شور بیر راجکمار یدھ بھومی میں دھنش پر چلّا چڑھا کر دو بھیانک بانوں سے شترو کا مقابلہ کرتا ہے۔ اسی طرح دو تیکھن پرشنوں کو لیکر میں تمہارے سامنے آئی ہوں۔ میرے پرشنوں کا اُتر دینے کے لئے ساودھان ہو جائیے۔"

مہرشی یاگیہ ولکیہ :- جو چاہے پرشن کیجئے، میں اُتّر دوں گا۔
تب گارگی سوال کرتی ہے :-

" یہ سنسار جو پرتھوی پر ہے، جو پرتھوی منڈل کے نیچے ہے، جو پرتھوی منڈل کے اوپر ہے، جو انترلوک اور دیو لوک کہلاتا ہے۔ نیز جو کال ہے جسکو بھوت بھوشت اور ورتمان کہتے ہیں۔ یہ پرتھوی اور آکاش۔ دیش اور کال۔ استھول اور سوکھشم جگت کس مول تتو کے سہارے ٹھہرے ہوئے ہیں۔ کس میں یہ سب برہمانڈ اوت پروت ہو رہا ہے۔؟

مہرشی یاگیہ ولکیہ :- گارگی جو تم نے پرشن کیا ہے اسکا صحیح اور معقول جواب یہ ہے کہ یہ تمام استھول اور سوکھشم جگت۔ دیش اور کال تمام پدارتھ اویاکرت پرکرتی کے سہارے ٹھہرے ہوئے ہیں۔

تب گارگی فرماتی ہیں :- " یاگیہ ولکیہ! بھری سبھا میں تجھے نمسکار کرتی ہوں جس نے میرے پرشن کا یتھارتھ جواب دیا ہے اب دوسرے پرشن کو بھی سُنئے۔
گارگی نے دوسرا پرشن کرتے ہوئے کہا

گارگی :- " وہ اویاکرت پرکرتی جس میں کُل جگت ٹھہرا ہوا ہے، ماضی حال اور مستقبل روپی کال بھی جسکے سہارے قائم ہے وہ پرکرتی کس میں اوت پروت ہو رہی ہے وہ سوتنتر پدارتھ ہے یا پرتنتر پدارتھ ہے۔ اگر سوتنتر پدارتھ ہے تو پاربرہم کی ضرورت رہگئی اور اگر پرتنتر ہے تو اُس اُتم تتو کے سروپ کا ورنن کیجئے۔

یاگیہ ولکیہ :- گارگی دیوی! ترگناتمک مایا سوتنتر پدارتھ نہیں ہے۔ بلکہ اسکا آدھار وہ نرمل شدھ چیتن پاربرہم ہے جسکو انوبھوی مہرشی لوگ اسطرح بکھان کرتے ہیں کہ وہ چیتن سوئم پرکاش استھول نہیں۔ سوکھشم نہیں۔ چھوٹا نہیں، لال نہیں۔ رس سے رہت، چھایا سے رہت۔ اندھیرے سے رہت، پرماتم تو ہے، وہ وایو نہیں۔ اُسکو ہم آکاش نہیں کہہ سکتے وہ سنگ سے مبرا ہے۔ گندھ سے رہت۔ من، بدھی اور پران سے رہت۔ بھوک پیاس سے رہت، نرگناتیت، الکھ۔ اگم۔ انامی، اکال پرم پرش ہے۔

اُسی مالک کل کی آگیا میں سورج اور چاند۔ منظم صورت میں گتی کرتے ہوئے جگت کو پرکاش عطا کر رہے ہیں۔ اسی اناشی ستیہ پرش کی آگیا کے مطابق پرتھوی اور دیو لوک

اپنی مریادا میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ اُسی اکھلیش پرشوتم کی آگیا میں سکنڈ۔منٹ۔گھنٹہ۔ دن۔رات۔مہینے۔سال۔صدیاں اور یگ مریادا پوروک چل رہے ہیں۔ اسی اکھشر پاربرہم کی آگیا میں ندیاں برفانی پربتوں سے جاری ہوکر پرتھوی کو سیراب کر رہی ہیں۔ دیوتا اپنے اُپاسکوں کا کلیان کرتے ہیں۔ اور پترا اپنے بھگتوں کے منورتھ سپھل کرتے ہیں۔ اے گارگی دیوی! اس ترگناتیت کل مالک پاربرہم کا نیتھارتھ گیان اور انوبھو پراپت کئے بغیر جو منشیہ یگیہ کرتا ہے، ہَوَن کرتا ہے۔ سیکڑوں اور ہزار دن برس تپ کرتا ہے۔ وہ کرم اننت سُکھ کا باعث نہیں بن سکتا۔ اُسکا پھل میعاد کے بعد ختم ہوجاتا ہے۔ جو اُس اکھشر پاربرہم کا نیتھارتھ گیان اور انوبھو پراپت کئے بغیر اس دنیا سے روانہ ہوجاتا ہے۔ وہ کرپن ہے، وہ دین ہے۔ وہ بندھن میں گرفتار ہے پرنتو جو اُسکا انوبھو پراپت کرکے یہاں سے روانہ ہوتا ہے وہ سچا براہمن ہے۔

وہ پرم پرش پاربرہم پرشوتم مالک کل تینوں کالوں میں ایک رس رہتا ہے۔ اُس تک آنکھ کی رسائی نہیں ہوسکتی۔ بلکہ آنکھ کو اپنی جیوتی سے وہ پرکاشمان کر رہا ہے۔ کان کے ذریعہ وہ سنا نہیں جاسکتا۔ کنتو وہ کان کا انتر آتما ہوکر سب کچھ سُنتا ہے۔ من اُسکا پورن روپ میں منن نہیں کرسکتا۔ پرنتو وہ من کا بھی انتر آتما ہوکر سب کچھ منن کرتا ہے بُدھی اُسکے پار کو نہیں پاسکتی۔ اور وہ اکھشر پاربرہم بدھی کا بھی انتر آتما ہوکر تمام پدارتھوں کا ساکھشات گیاتا ہے۔ اُسکے بغیر اُس وستو کو نیتھارتھ روپ میں دیکھنے۔ سُننے۔ منن کرنے اور سمجھنے کی سامرتھیہ کسی میں نہیں۔ اے گارگی! اُس سرو گیہ۔ ترگناتیت وشو آتما پاربرہم پرشوتم اکھشر پرش میں پرکرتی اوت پروت ہورہی ہے۔

یہ تسلی بخش جواب سُنکر ماتا گارگی فرمانے لگی۔

گارگی:۔ (مجمع سے مخاطب ہوکر) براہمن مہاپرشو! میں سچ کہتی ہوں کہ اس مہرشی کو نمسکار کرکے اپنا پیچھا چھڑا لو اور اسکو غنیمت سمجھو۔ ورنہ آپ میں سے کوئی ہستی بھی اس پورن برہم دیتا مہرشی کو جیت نہ سکے گی۔ اُس نے میرے سوالات کا جواب دیکر اپنے آپ کو سرو شریشٹھ برہم گیانی ثابت کردیا ہے۔

ودوان لوگ جانتے ہیں کہ ماتا گارگی کی بات حرف بحرف صحیح ثابت ہوئی اور کسی بھی رشی یا ودوان نے مہرشی یاگیہ ولکیہ پر وجے حاصل نہیں کی۔ اس کتھا کا تاتپریہ یہ ہے کہ اُس رشی منڈل میں بھگوتی گارگی اسقدر تت پرگیہ۔ نرمل اور سرل آتما تھی، جس نے مہرشی

یا گیہ ولکیہ کو صحیح طور پہ پرکھ دیا - اور دنیا کو جتلا دیا کہ یہ مہرشی اپنے ہر سمے میں عدیم المثال برہم وِدّیا کا مالک ہے - تبھی راج رشی جنک نے اپنا سنگورو تسلیم کیا -

بھارت کی پراچین دیویاں برہم گیان اور یوگ وِدّیا میں خوب ماہر تھیں اور اسی وِدیا کا یہ پربھاؤ تھا کہ ہماری استری جاتی میں ستیہ دھرم اور بھگوان پریورن شردھا ہوتی تھی - ایسی استریاں ہی اپنے بچوں کا سدھار کر سکتی ہیں - اپنے کل کو سنوار سکتی ہیں - اپنے دھرم اور دیش کی اوستھا کو اونچا کر سکتی ہیں - بھگوان کرے کہ ہماری استری جاتی میں پھر سے گارگی جیسی دیویاں پیدا ہوں - تا کہ ہم نشکش سماج کی سیوا کرتے ہوئے لوک پرلوک میں بھگوان کے سامنے سرخرو ہوں -

---

اے گوپال منائی! اُپکار کئے جانا
برہا میں جل رہے ہیں آ پیار کئے جانا
شردھا رہی نہ بھگتی جَن ہو گئے ہیں کپٹی
آ پریم رس پلا کر اُدّھار کئے جانا
اُدّھار کئے جانا

منجدھار میں ہے نیّا تجھ بن نہیں کھویّا
نینتوں کے اے تریّا! اب پار کئے جانا
اب پار کئے جانا

من جو ہے تیرا مندر آ بھر تو اس کے اندر
اُجڑے چمن کو ناصر گلزار کئے جانا
آ پیار کئے جانا

شری کرشن اور گیتا

اے ہندوستان! کیا میں پوچھ سکتا ہوں۔ کرشن مکھن چور نہ سہی۔ کرشن اوتار نہ سہی۔ کرشن گوالا نہ سہی۔ کرشن رچیتا نہ سہی۔ کیا آج تک کرشن جیسا نیتی وان کرشن جیسا ماہر سیاسیات تو نے پیدا کیا ہے؟ اے ہندوستان کے نواسیو! کیا میں ایک سوال کر سکتا ہوں؟ کرشن بھگت وتسل نہ سہی۔ کرشن معبود نہ سہی۔ کرشن جادوگر نہ سہی کیا آج آپ کسی ایسے شخص کی مثال پیش کر سکتے ہیں جو کسی پہلو سے کرشن کی ذات پر فوقیت رکھتا ہو۔ نہیں، مستقلاً نہیں اور قطعاً نہیں۔

یوگراج کرشن بیک وقت فلاسفر۔ یودھا۔ سیاست دان۔ مفکر۔ نیتی وان۔ مریادا پرشوتم تھے۔ کیا کہوں۔ انسان اکمل۔ انسان میں کوئی نہ خامی ہوتی ہے مگر اُنکی ذات خامیوں سے مبرّا تھی۔

کرشن ایسے پختہ کار کھلاڑی تھے جن کی چال کو کوئی نہ سمجھ سکتا تھا۔ بھیشم جیسے بال برہمچاری اور درونا جیسے دھنردھاری بھی آڑے وقت میں کرشن کی امداد کے خواہاں ہوا کرتے تھے۔

بھگوان کرشن اپنے محل میں آرام فرما رہے ہیں۔ دریودھن امداد کے لئے جاتا ہے اور ارجن بھی سہایتا کی بھکشا مانگتا ہے۔ ایک طرف راج پاٹ۔ دھن دھانیہ۔ فوج اور ایک طرف اکیلا کرشن اور وہ بھی نہتّا۔ ارجن اکیلا کرشن کو لینا منظور کرتا ہے۔ کیوں؟ وہ کچھ نہ کچھ بھگوان کی نیتی سمجھتا تھا۔ بھگوان کا منظور نظر تھا۔ دریودھن دھن اور فوج کو کرشن پر ترجیح دیتا ہے۔ کرشن کو نہیں سمجھ سکتا، ہار جاتا ہے۔

ارجن نے ہتھیار رکھ دیئے۔ اب ارجن کو کون سمجھائے۔ بھگوان کرشن نے ارجن روپی بچھڑے کو گیتا روپی گائے سے امرت رس پلا کر کمزور ارجن کو بلوان بنایا۔ کہ گانڈیودھنش کی ٹنکار سے کورو سینا کی ہستی کو مٹا کر چھوڑا۔

وہ اُپدیش، وہ امرت رس کیا تھا۔ ۷۰۰ دھاروں بحر بیکراں۔ ۷۰۰ شلوکوں کا مختصر گرنتھ۔ ایک دریا ہے جسے کوزے میں بند کر دیا گیا ہے۔

ایک حلوائی نے حلوہ تیار کیا۔ گاہک آنے لگے۔ کسی نے کہا بھائی مجھے کھانڈ کا حلوہ چاہیئے۔ دوسرے نے کہا بھائی مجھے سوجی کا حلوہ چاہیئے۔ تیسرے نے کہا سنو لالہ مجھے گھی کا

حلوہ چاہئیے۔ حلوائی خاموشی سے ہر ایک کی آرزو پوری کر رہا ہے۔ چیز ایک ہے مگر نام الگ الگ لیکر ہر شخص ایک ہی مانگ رہا ہے۔ بعینہٖ براہمن کہتا ہے کہ گیتا میری ہے کھشتری کہتا ہے نہیں گیتا میرے لئے دنیا میں پیدا ہوئی۔ ویش کا دعویٰ ہے کہ گیتا کا اُپدیش صرف اُسکے لئے ہے۔ اُدھر شودر چلا اُٹھتا ہے کہ سب کچھ غلط، گیتا نے ہی مجھے ہی سیوا بھاؤ سکھایا ہے۔ ہر ایک پرانی اسے اپنانے کی کوشش کرتا ہے۔ در اصل گیتا ہی ہے کہ اسمیں ہر متلاشی کی چیز موجود ہے۔ کیا برہمچاری کیا گرہستی کیا سنیاسی۔ کیا بان پرستی ہر ایک کی دھارمک انسائیکلوپیڈیا ہے

یہ سب کچھ درست ہے، گیتا تو سب کی ہے۔ مگر گیتا کا کوئی نہیں۔ اگر گیتا کے ساتھ کوئی رشتہ جوڑنے کی کوشش کرتا تو سنسار اسقدر دُکھی نہ ہوتا سنسار میں اسقدر ہاہاکار نہ ہوتی

بھلا آپ بتلائیے کہ دن میں کتنے آدمی ایسے مرجاتے ہیں جنکو پیٹ بھر کھانا نہیں ملتا۔ کتنے آدمی ایسے ہیں جو شرم کے مارے باہر نہیں نکل سکتے۔ کیونکہ اُن کے پاس تن ڈھانکنے کو کپڑا نہیں

انسان، انسان کے خون کا پیاسا ہے۔ سارے واقعات سامنے ہیں۔ پنجاب بنگال۔ دہلی۔ لاہور، نواکھالی کے خون آشام واقعات کسقدر اندوہناک ہیں۔ کتنی عصمت مآب دیویاں اپنی جان پر کھیل گئیں۔ کتنی عورتوں کی عصمت لوٹی گئی کتنے معصوم بچوں کو اُنکی ماتاؤں کے سامنے ذبح کیا گیا۔ کتنے گھر جلا کر راکھ کر دیئے گئے کتنے ہندو اپنے دھرم سے پتت کر دیئے گئے۔ اُنکو زبردستی گئو مانس کھلایا گیا آج اگر ہندو "گیتا" کی تعلیم پر عمل پیرا ہوتے تو اسقدر اتیاچار سہن نہ کرتے۔ ظلم کرنا پاپ ہے یہ ٹھیک ہے۔ مگر ظلم سہنا مہا پاپ ہے۔

جس وقت رن میں ارجن نے ہتھیار ڈال دیئے اور کہنے لگے۔ مادھو۔ سامنے دادا بھیشم، گرو درونا چاریہ، چچیرے بھائی، ماموں اور کئی رشتہ دار کھڑے ہیں۔ چند روزہ راج کے لئے ان کا گھات کروں، یہ ناممکن ہے۔ کیشو میں مجبور ہوں۔ بھکشا مانگوں گا مگر مقابلہ نہ کروں گا۔

بھگوان کرشن نبض شناس تھے۔ بیماری کو اچھی طرح پہچانتے تھے۔ ہنس کر بولے آج بھگت بھول گیا ہے۔ گیان پر اگیان کا اندھیرا چھا رہا ہے۔ کڑوی دوائی سے کچھ نہ بنے گا (SUGAR COATED) تو بیاں کام کر جائینگی۔

مرلی منوہر بولے ۔ پارتھ ۔ میری آنکھوں سے دیکھ ۔ ظالم کا ناش کرنا دھرم ہے ۔ دُشٹ کو دنڈ دینا ٹھیک ہے ۔ اس سنسار میں تیرا کون ہے ۔ سب کچھ میں ہوں ۔ ساری سرشٹی میرا ادنیٰ کرشمہ ہے ۔ سارا داؤ منڈل میرا چمتکار ہے ۔ کتنی بار تو نے جنم لیا ہوگا ۔ تو نہیں جانتا میں جانتا ہوں ۔ اُٹھ اور یُدھ کر دشمن کے پنجے سے دھرم کی حفاظت کرنا تیرا کرم ہے ۔ بلکہ تیرا فرض ہے ۔"

(اہنسا کے پجاری مہاتما گاندھی نے بھی کہا ہے کہ " اگر تمہاری عصمت خطرے میں ہے تو اسکی حفاظت کرو ۔ چاہے اسمیں دشمن کو نیست و نابود کیوں نہ کرنا پڑے)

مگر اس نصیحت پر عمل کرے کون ۔ آج "گیتا" کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے ۔ اسکی تعلیم ہی ہمیں خواب غفلت سے جگا سکتی ہے ۔ ایک بار آریہ سماج کے پرسدھ نیتا سورگیہ سوامی سروانند جی مہاراج نے فرمایا بھگوان کرشن نے گیتا کو تو ہندوستان کے دھرم کے بستر میں لگایا مگر عمل کیا ودیشی لوگوں نے

جاپانی لوگوں کی مثال لیجئے ۔ جان ہتھیلی پر رکھکر لڑتے رہے ۔ لیکن ہار گئے ۔ اُنکی بنیاد بھوگ ولاس پر تھی ۔ تیاگ پر نہیں تھی ۔ اگر بہادری کے ساتھ تیاگ بھی ہوتا تو اُن کے کارنامے زریں حروف سے لکھے جاتے ۔ ہندوستان ہمیشہ آزاد رہا ۔ گو کچھ صدیوں تک اسیر غلامی کا دور رہا ۔ یہ کیوں ؟ ۔ اسلئے کہ جبتک اسکے باشندوں میں تیاگ رہا تب تک وہ سوتنترتا کے مزے لیتے رہے ۔ جونہی بھوگ ولاس نے جگہ لی وہ دوسروں کے آدھین ہو گئے ۔ اب بھی سوتنترتا کو بھوگ ولاس کیلئے نہیں بلکہ دھرم کی ستھاپنا کیلئے حاصل خیال کرو گے تبھی کامیابی ہوگی ۔

آج ہم آزادی حاصل کر چکے ہیں ۔ لیکن اپنی پرانی سنسکرتی کو بھول چکے ہیں ۔ ہمیں ویدوں اور اپنشدوں کے اپدیش یاد نہیں ۔ ہمارے رشیوں نے جنگل کے کندمول کھا کر ہماری رہنمائی کی تھی ۔ آج ہم سب کچھ بھول چکے ہیں ۔ نہ منزل کا پتہ ہے نہ راستہ کا ۔ اندھوں کی طرح چلے جا رہے ہیں ۔ کبھی اس طرف ہو جاتے کبھی اس طرف چل دیتے ہیں ۔

بھائیو ! یہ کب تک ۔ آخر کسی چیز کا اختتام بھی تو ہوتا ہے ۔ کتنی اشانتی کا سامراجیہ ہے ۔ ہر ایک پرانی دکھی ہے ۔ شانتی کی لہر تب چل سکتی ہے جب ہم پوروجوں کے بتائے ہوئے پنتھ پر چلیں ۔ صرف گیتا اپدیش انسان کی سچی رہنمائی کر سکتا ہے ۔ گیتا یہ نہیں کہ دنیا چھوڑ کر جنگلوں میں ڈیرا لگاؤ ۔ گیتا یہ نہیں کہتی کہ سنسار کی چیزوں سے ناطہ چھوڑ کر سنیاس دھارن کرو ۔ ہرگز نہیں ۔ گیتا کا اصلی اپدیش یہی ہے کہ دنیا کے طوفانی سمندر میں کود کر ساحل کی تلاش کرو ۔

پنجاب کے سیاسی نظر بند سکھوں کی نامدھاری جماعت کے نیتا اور شری گورو نانک دیو جی کے انشی اوتار

ستگورو بابا رام سنگھ جی مہاراج

وہ بھینی گاؤں کا رتبہ بڑھا دیا تم نے
کہ اس جہان میں تیرتھ بنا دیا تم نے

تمہارے ہردے میں وہ جوت جگمگاتی تھی
کہ جگمگا کے جہاں جگمگا دیا تم نے

تمہاری بانی میں ایسی مٹھاس کی تھی جھلک
سنا کے دلوں پہ اک ایک نگ جما دیا تم نے

لیا تھا ناد گورو بابا بالک سنگھ جی سے
اور آ کے سوئے ہوؤں کو جگا دیا تم نے

گورو گرنتھ کے شبد اک جو بھول بیٹھے تھے
اُدھار نام کا اُن کو سکھا دیا تم نے

بھٹک کے کھوئے گئے تھے بالنس راہیں
اُنھیں اہنسا کا مارگ بتا دیا تم نے

گنواتے سکھ تھے گرسکھی کو جا بجا ہیں
جہاں میں آتمک انکو بنا دیا تم نے

نکٹ تھا موت کے سکھوں کا دھارمک جیون
پر اُن کو نام کا امرت چکھا دیا تم نے

سکھوں کی ٹوٹ چکی تھی کمر جب ہمت بھی
فرنگی کے ہاتھ سے انکو اٹھا دیا تم نے

گھٹائیں چھائی تھیں سکھی دھرم پہ گھر گھر کر
مگر گھٹاؤں کا جگرا ہلا دیا تم نے

تمہارے واسطے در بند کئے گر انھوں نے
چڑھاوا شہر دھانے لگیں چڑھا دیا تم نے

قدم جما یا تھا ہی فرنگی حکومت نے
کہ ایک بار اسے ڈگمگا دیا تم نے

لگانے والوں نے پابندیاں لگائی تھیں
مگر جو کرنا تھا کر کے دکھا دیا تم نے

رہیگا نام تمہارا اے دل دھرو کی طرح
جہاں میں نام امر ہے بنا دیا تم نے

---

۱ - جب آپ دربار امرتسر میں گورو ہر پرشاد لیکر گئے تو وہاں کے کاریہ کرتاؤں نے آپ کی ہنسی اُڑائی اور در بند کر دیئے۔ مگر آپ سوا ارداس سودھ کر چلے گئے۔

۲ - ۱۸۵۷ء کی غدر کی آگ ابھی سرد نہیں ہوئی تھی۔ اسلئے آپکے پرچار سے گھبرا کر حکومت نے احتیاطاً آپ کو نظر بند کر دیا تھا۔ مگر آپ کا پرچار برابر جاری رہا۔

پیدائش موت اور آتما

ایک دلچسپ مکالمہ

کرن کمار:- پتاجی آپ گیتا کا پاٹھ سُنا چکے جنم مرن کے مسئلہ پر بہت کچھ کہہ چکے مگر پھر بھی ہماری تسلّی کے لئے اگر آپ اسکے متعلق کچھ اور روشنی ڈالیں تو بہتر ہو۔

پتاجی:- بڑی خوشی ہے۔ لو سنو۔

ہر روز باغ دنیا میں کھلتے ہیں گُل نئے   اس بحر بیکراں پہ بنیں روز پُل نئے
اس میکدہ میں دیکھ لو ہر روز غُل نئے   الغرض اس جہاں کے عجوبے ہیں کُل نئے
تولید کی خوشی ہے کہیں نکا نج رہا
جو ر اجل سے ہے کہیں ماتم رچا ہوا

کرن کمار:- یہی تو بات ہے پتاجی جو میری سمجھ میں نہیں آتی جمنا اور مرنا کیا ہے اسکو اچھی طرح واضح کریں۔

پتاجی:- نہ کوئی پیدا ہی ہوتا ہے اور نہ کوئی مرتا ہے آنکھ پر انسان کے پردہ پڑا ہوا ہے

کیلاش کمار:- پتاجی ہم یہ بات کیسے مانیں کہ انسان کی آنکھ پر پردہ پڑا ہوا ہے جبکہ ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ کہیں پیدائش پر خوشیاں منائی جاتی ہیں اور کہیں موت پر غم رچا جا رہا ہے اس بات کی تصدیق ابھی ابھی ایک تعزیتی شکل میں آپ خود دیکھ چکے ہیں۔ آپ کرپا کر کے بتائیں کہ مرنا اور پیدا ہونا کیا ہوتا ہے۔

پتاجی:- کیسے بیٹا تیری تسلی کرنے کے لئے ایک بڑے دماغ کی ضرورت ہے۔ خیر میں آج کوشش کرونگا کہ آپ کو سمجھا سکوں کہ مرنا اور پیدا ہونا دراصل کیا شئے ہوتی ہے۔

کیلاش اور کرن:- آپ کی اس مہربانی کے لئے ہم بہت مشکور ہونگے۔

پتاجی:- بیٹا سنو۔

جو پیدا ہوا اسکو مرنا ہے   اک روز سبھوں نے مرنا ہے
یہ جسم اک رنگیں چولا ہے   ہر روح بدلتی چولہ ہے
یہ جسم ہمارا فانی ہے   جو روح اسمیں لافانی ہے

کیلاش کمار:- آپ کا فرمانا بالکل بجا ہے مگر ہم تو یہ سمجھنا چاہتے ہیں کہ مرنا کیا ہوتا ہے اور جنما کیا ہے۔

پتا جی : ۔ جب روح یعنی آتما ایک جسم کو چھوڑتی ہے تو اس فعل کو موت یعنی مرنا کہتے ہیں ۔ آتما اس جسم سے نکل جاتی ہے ۔ وہ جسم بغیر روح کے مردہ کہلاتا ہے ۔ لوگ روتے پیٹتے اور ماتم رچاتے ہیں ۔ اور بے روح جسم یعنی لاش کو ٹھکانے لگاتے ہیں ۔ آتما صحیح سلامت اسمیں سے بھاگ جاتی ہے ۔ یعنی دراصل جسم کا خاتمہ ہی موت کہلاتا ہے ۔ اسی لئے تو کہتے ہیں کہ جسم فانی ہے ۔ موت جسم کی ہوتی ہے آتما کی نہیں ۔ اب آپ سمجھ گئے کہ مرنا کیا ہوتا ہے ؟ ۔ اسی طرح جب روح یعنی آتما ایک جسم کو چھوڑنے کے بعد یعنی اس جسم کی موت واقع ہونے کے بعد کسی دوسرے جسم میں داخل ہوتی ہے ۔ تو دوسرے جسم کی پیدائش یا جنم کہلاتی ہے یعنی پیدائش سے مراد آتما کا ایک نئے جسم میں پرویش کرنا ہوتا ہے ۔ آپ سمجھ گئے مرنا جینا صرف جسم کا کام ہے ۔ آتما امر اور غیر فانی ہے ۔ وہ ہمیشہ زندہ رہتی ہے ۔

کرن کمار : ۔ اب ہمیں بخوبی سمجھ میں آگیا کہ مرنا اور پیدا ہونا کیا ہوتا ہے ۔ مگر جب چیز جسکے ساتھ ہم موت کو منسوب کرتے ہیں غیر فانی ہے تو پھر لوگ موت سے کیوں ڈرتے ہیں

پتا جی : ۔ بیٹا یہی تو لوگوں کی بھول ہے ۔ موت تو چیز ہی کوئی نہیں جس سے ڈریں ۔ جسم ایک سرائے کی مانند ہے ۔ آتما اسمیں چند روز قیام کرتی ہے ۔ جب اس ڈیرہ کو چھوڑتی ہے تو معمولی بات ہے ۔ اس سرائے میں بسنے والی چیز یعنی آتما کا سرائے کو چھوڑ کر کسی اور سرائے میں ڈیرہ جا لگانا سرائے یعنی جسم کی موت کہلائے تو کہلائے مگر آتما کی نہیں کہلا سکتی تو وہ صحیح سلامت ہے پھر حیرانی ہے کہ لوگ روتے کس کو ہیں ، آتما تو زندہ ہے جسم پہلے بھی جسم مردہ تھا اور آتما نکل جانے پر بھی مردہ ہے ۔ پھر موت کس کی ہوئی .... دراصل سوچا جائے تو کسی کی بھی نہیں ۔ جب مرا ہی نہیں تو موت کس کی اور کیسی اور موت کا ڈر کیا ۔ جسم سے آتما کے پرواز کر جانے پر جسم ایک مٹی کے ڈھیر کی مثال ہو جاتا ہے ۔ اور ہمارا اس مٹی کے ڈھیر کو دیکھکر رونا احمق پن ہے ۔ مٹی مٹی میں مل جاتی ہے ۔ موت ایک بے حقیقت چیز ہے ۔

کرن کمار : ۔ بہت خوب سمجھے ، کچھ اور فرمایئے ۔

پتا جی : ۔ سنئے ؎

موت سمجھے ہیں جسے ہم انتہائی زندگی ہم اگر سوچیں تو ہے وہ ابتدائے زندگی

موت دراصل کوئی شئے نہیں صرف چولا بدلنا ہے ؎

موت کا مطلب ہمیشہ کیلئے سونا نہیں راکھ ہو جانا نہیں زیر زمیں ہونا نہیں

سمجھو پیدائش جسے وہ ابتدائے نیند ہے
موت کہتے ہیں جسے وہ انتہائے نیند ہے
موت ہی دیتی بشر کو ہے حیات جاوداں
نعمت عرفاں بشر کے واسطے ہے بیگماں

اسلئے ہمیں رونے دھونے کے بجائے موت کا خندہ پیشانی سے استقبال کرنا چاہیئے۔
لیکن افسوس ہے کہ ؎

روح شاد ہے تو لیکن ماتم رچا رہا ہے
اسکو ملے دوہائی تو جلا رہا ہے
جب آتما ہی نشٹ پائے کون نیری
نشٹ پائے جبر ممکن ستی کی تو ہے ڈھیری
یہ بوجھ ہے جسے تو رو رو دشنا رہا ہے
ہنی کا ڈھیر ہے یہ جسکو جگا رہا ہے

جب موت کوئی چیز ہی نہیں تو اس سے کیا ڈر۔ کسی نے خوب کہا ہے ؎

ہرگز بجز خدا نہ تو بندے خدا سے ڈر
ڈرنا اگر کسی سے ہے اپنے خدا سے ڈر
اعمال بد کو چھوڑ دے جیون سدھار تو
محشر کے دن کو یاد کر روز جزا سے ڈر

شری کرشن چالیسا

جسودھا نند کے لالہ کنہیا۔ کرشن۔ بنواری
شری رادھا من۔ شری رکمنی ور۔ گوپکا بلبھ
شری برج راج۔ من موہن پرمیہ جیت جونت ناگر
شری جدو نندن وبند یونند دوارکا باسی
جنارد ہن دیوکی نندن۔ گوردھن ناتھ مدھو سودن
بہاری بانسری والے مدن موہن کنٹھ دھاری
مراری۔ شیام سندر۔ سانورے گوپال گردھاری
جگت پتی دینو موہن۔ نر ہری سکھ دھام دکھ ہاری
شری پرشوتم ومرلی منوہر کنس اسراری
ہری گوبند کیشو واسدیوا نام گن کاری

(دیکھو استتی)

جگ پال ہو تم نندلال ہو تم اور تمھیں دیوکی کے نندن
گوبند تمھیں گوپال تمھیں رگھوناتھ تمھیں اور رگھونندن
ہو کرشن تمھیں اور وشن تمھیں اور تمھیں جسودا کے نندن
ہو رام تمھیں گھنشیام تمھیں بلرام تمھیں اور مدھوسودن

پرارتھنا

بنسی والے ہے

اندر اور باہر تیری بنسی بج رہی ہے۔ لیکن مایا میں پھنسے پرشوں کو سنائی نہیں دیتی۔ کیوں؟ اسلئے کہ اُنکے کانوں میں پردہ پڑا ہے۔ غنیمت، مایا وی چرچا کا رس اسقدر اثر کر چکا ہے کہ اب کان تیری بنسری کی آواز نہیں سُن سکتے۔ باہر سے جو بھی آواز ہمارے کان میں آتی ہے وہ مجھہ بنسی والے کی شکتی سے شکتی پاکر شریر روپی بنسری کے نکھرد روپی سوراخ سے پرگٹ ہوتی ہے۔ جو تیرے بھگت ہیں تیرے پریمی ہیں ہر رنگ اور ہر روپ میں تیرا درشن کرتے ہیں۔ وہ تو ہر آواز میں تیری بنسی کی تانیں سن کر وجد میں آکر جھومتے ہیں۔ ہر آواز میں خواہ وہ کومل ہو یا کٹھور، آنند ہی پراپت کرتے ہیں۔ لیکن جن کے من مایا وی چرچا سُن سُن کر ہو بہو مایا روپ ہو گئے ہیں۔ اُن کو ان پریم بھری آوازوں میں فرق نظر آتا ہے۔ وہ کسی بات کو میٹھا کسی کو کڑوا کسی کو شبھ کسی کو اشبھ، کسی کو پریہ کسی کو اپریہ مان کر سُکھی اور دُکھی ہوتا ہے۔ بنسی والے تو ہمکو ایسی بدھی پردان کر کہ ہم ہر آواز کو تیری بنسی کی تانیں جان کر آنند پراپت کریں۔ کسی بات کو بھلا بُرا نہ مان کر فقط تیری آنند مئی تانیں سنتے ہوئے ہرش شوک سے رہت ہو کر مگن رہیں۔ بیرونی بنسی کی طرح اندر بھی بنسی بج رہی ہے جو باہر کی بنسی سے ہزار ہا درجہ آنند دایک اور رسیلی سریلی ہے۔ یوگی مہاتما اس بنسی کو سمادھی میں آناہد شبد کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور عام لوگ جاگرت اوستھا میں آتما کی آواز کہتے ہیں۔ جو پرش اس آتما کی آواز کے پیچھے دوڑتا ہے یعنی عمل کرتا ہے تو وہ ان سکھیوں کی طرح بھگوان کرشن کے چرن کمل میں پہنچ جاتا ہے جو گھر کے کام کاج کو بھی چھوڑ کر بھگوان کی بنسی کی آواز سنتے ہی بھاگ جاتی تھیں۔ لیکن جو پرش اس بنسی کی آواز پر عمل نہیں کرتا اور اپنے من مانے کام کرتا ہے وہ ان راکھشوں اور اسُروں کی طرح مارا جاتا ہے۔ جو بھگوان کی مایا کو بھگوان کی مہما نہ جان اُن کو محض ایک گوال سمجھ کر اُن کا پرادر کرتے تھے۔ بس اے بنسی دھر بھگوان۔ ہم کو ایسی سمجھ دے کہ ہم باہر کی بنسری کی آواز میں بھی مست رہیں۔ اور اندر کی بنسی کی آواز پر بھی عمل کر کے تیرے چرن کملوں میں پہنچ جاویں۔

میرے گوپال۔ تجھے تیرے بھگت گوپال کہتے ہیں۔ اے گوپال تو اندر اور

باہردیا پک ہے۔ اے میرے انتری گوپال آتما تو ہی ان شریر کی گووں (اندریوں)
کو ایسی ہنسی نہ سُنا۔ کہ یہ تیرے حکم کی ادھین نہ رہ کر تیری آگیا پالن کرتی رہیں جس طرف
تو انکو چلانا چاہے چلیں۔ جہاں تو بٹھانا چاہے بیٹھ جائیں۔ یہ اندریاں صرف تیرے ہی
اشارہ پر ناچتی کودتی رہیں۔ اور من روپی کشش کے پھندے میں نہ پھنس جائیں

اے گوپال اس شریر کی گووئیں (اندریاں) فقط تیرے درشن کی پیاسی ہیں
انکو صرف تیرا ہی خیال ہے۔ تیرا ہی وچار ہے۔ تو کرپا کر۔ اور اپنی ان اندریوں کو اپنے
ساتھ لے کر اس شریر روپی بندرابن میں چراتا رہے۔

گردھاری! جہاں آپ نے بیرونی درشٹی میں گوردھن پربت کو دھارن کیا تھا
وہاں آپ اس شریر روپی پہاڑ کو بھی اُٹھائے ہوئے ہیں جس طرح گوردھن پربت
اُٹھانے سے پربت کو اُٹھایا ہوا ہے۔ اسطرح شریر روپی پربت کو اُٹھانے والے تو
آپ ہی ہیں۔ شریر۔ من۔ بُدھی۔ چت۔ اہنکار جو صرف تیری ہی شکتی سے زندہ ہیں۔
یہ تصور کئے ہوئے ہیں کہ اس شریر کے مالک ہم ہیں۔ اور یہ ہمارے ہی آسرے
چلتا پھرتا۔ کھاتا۔ پیتا۔ سوچتا بولتا وغیرہ ہے۔ اے گوردھاری! تو شریر کے
من بدھی چت اہنکار وغیرہ میں اس طرح سما جا کہ یہ اپنے آپ کو بھول کر اور اپنے
آپ کو تیری شکتی سے ہی زندہ سمجھ کر ہی تیرا روپ بن جائیں

اے کرشن فقط تو رہے اور فقط ہی تو رہے
باقی نہیں رہوں نہ میری آرزو رہے

(سمراج راج) اے شریر روپی برج کے راجہ! یہ راجدھانی تیرے ہی راج
کے سہارے استھت ہے اور فقط تو ہی اس راجدھانی کا راجہ ہے۔ اے راجہ۔ اپنی
اس راجدھانی میں تو ایسی نیتی سے راج کر کہ کام کرودھ۔ لوبھ۔ موہ۔ اہنکار وغیرہ
چور اور ڈاکو دیا۔ دھرم۔ ستیہ۔ پریم آنند۔ بھگتی روپی دھن کو ہر نہ لے جاویں۔ اور تو
اپنی راج نیتی کے اصولوں کا اسطرح شریر میں پرچار کر کہ ہر ایک اندری تیرے حکم اور آگیا
کے انوسار کرم کرے۔ ایسا کوئی بھی کرم ہاتھ سے نہ ہو۔ ایسا کوئی بچن زبان سے نہ نکلے
ایسا کوئی خیال من میں نہ آوے جو تیری راج نیتی کے خلاف ہو اور دھرم شاستر کے
ودودھ ہو۔ فقط یہی چاہتا ہے تیرا مضطر۔

پریکھشا کسوٹی

ایک مہاتما کا قول ہے کہ "دنیا میں کچھ رائیگاں نہیں جاتا"۔

درحقیقت ہم جو کام کرتے ہیں، جو بچن بولتے ہیں، حتیٰ کہ جو کچھ سوچتے ہیں، قانون قدرت کے مطابق اسکا ری ایکشن یا ردعمل یا پرتی جب ہونا ضروری ہے۔ وہ اسطرح کہ کرنا، سوچنا، کہنا، سے ان کے معیار کے مطابق لہریں پیدا ہوتی ہیں وہ آکاش (خلا) میں گھومتی رہتی ہیں۔ اور وقت آنے پر وہی لہریں اپنی دیگر ہم جنس لہروں کو ساتھ لیکر فاعل (یعنی کرتا) کے افعال (یعنی کرم) کے مطابق فاعل کے حق میں ویسا ہی ماحول پیدا کر دیتی ہیں، جیسا کہ اس نے کیا، کہا اور سوچا ہوگا۔

جب یہ قانون قدرت ہے کہ "کچھ رائیگاں نہیں جاتا"، تو پھر انسان کو ایسے کرم کرنے چاہئیں اور ایسا شبد منہ سے نکالنا چاہیئے اور ایسا وچار من میں وچارنا چاہیئے کہ جب اُسکے ردعمل بھوگنے کا وقت آئے تو کسی قسم کی تکلیف یا کشمکش پیدا نہ ہو۔ یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کون سا طریقہ نا مولا، یا ودھی ہے جسکو مد نظر رکھکر کیا، کہا اور سوچا جاوے۔ اور اسی اُصول کو مد نظر رکھکر ہی "پریکھشا کسوٹی" کے عنوان سے مضمون ہذا سپرد قلم کیا جاتا ہے۔ اس مضمون کے وشئے (مقصد) کو مد نظر رکھکر جو کچھ کیا، کہا اور سوچا جاوے اسکے ردعمل کے وقت یقیناً کوئی بھی تکلیف یا کشمکش نہ ہوگی۔ اور اس مضمون کے مطابق زندگی بسر کرنے سے لوک پرلوک کے تمام کام بطریق احسن یا (شبھ ودھی) سے سمابت ہونگے۔ اور انسان کو پچھتانے کا موقع اول تو ہرگز نہ ملے گا۔ اگر ملیگا بھی تو بہت کم۔

اب ہم اس مضمون کی پریکھشا کسوٹیوں کا بیان کریں گے۔

پہلی کسوٹی
ضمیر کی آواز

جو کچھ بھی کیا، کہا اور سوچا جاوے اُسکے لئے سب سے پہلے اپنی ضمیر یعنی آتما سے آگیا لینی چاہیئے۔ اگر آتما کی طرف سے آگیا مل جاوے تو پھر بیشک وہ کر لیا جاوے۔ اگر آتما کی طرف سے آگیا نہ ملے یعنی اندر سے یہ آواز آئے کہ یہ کام تو ٹھیک نہیں یا یہ کام نہیں کرنا چاہیئے تو پھر ضروری ہے کہ ایسے کام سے احتراز کیا جاوے۔ کیونکہ آتما کی رہنمائی کبھی غلط نہیں ہوتی۔ انسان کا ہردے بھگوان کا خاص مندر ہے اور انسان کے ہردے

آسن پر ہی بھگوان نواس کرتے ہیں۔ اسلئے اندر سے جو بھی آواز آتی ہے وہ بھگوان
آتم دیو ہی کی آواز ہوتی ہے۔ جو ہمیشہ ہماری بھلائی اور نیکی ہی کیلئے آواز ہوتی ہے۔
ویسے تو انسان کا من خواہشات کا منبع ہے۔ تعلقات، لذات۔ اور خواہشات
ہے اسکی کبھی سیری (ترپتی) نہیں ہوتی۔ روئے زمین کو چھوڑ کر ترلوکی کا راج پاکر بھی یہ
ترپت نہیں ہو سکتا۔ کبھی یہ سوچتا کچھ ہے کبھی کچھ۔ کبھی کسی چیز کی خواہش ہے کبھی کسی
چیز کی۔ اگر انسان اسکی خواہشات پر عمل کرے تو پھر کروڑوں جنموں میں بھی اسکی خواہشات
پوری نہیں ہو سکتیں اسلئے مناسب ہے کہ من کی خواہشات۔ من کے خیالات کو نظرانداز
کرکے صرف آتما کی آواز پر عمل کرنا چاہیئے کہ اسی میں ہماری بھلائی ہے۔ اگر ہم آتما کی
آواز پر عمل نہ کرکے من کے حکم کی تعمیل شروع کردینگے تو اسکا انجام یہ ہوگا کہ کچھ عرصہ
کے بعد ہمارا ضمیر بالکل خاموش ہو جائے گا۔ اور آئندہ کے لئے ہماری کسی قسم کی
رہنمائی نہ کریگا۔ جسکے نتیجہ میں ہم ایک سچے اور حقیقی رہبر سے محروم ہو جائینگے۔ اور پھر
ہمیشہ کیلئے بھٹکتے ہی رہیں گے۔ پس ضروری ہے کہ کوئی کام کرنے سے پہلے اپنی آتما
سے آگیا لے لینی چاہیئے۔ اور اسی پر عمل کرنا چاہیئے۔ یہ ہے پہلی کسوٹی۔

دوسری کسوٹی
شریر رکھشا

کوئی کام کرنے سے پہلے یہ بھی سوچ لینا چاہیئے کہ اسکے کرنے سے شریر پر کیا اثر پڑیگا
مثلاً جب انسان کو غصہ آتا ہے تو دوران خون اسقدر تیز ہو جاتا ہے کہ اسکی تیزی
سے انسان کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں۔ تمام جسم میں ایک قسم کی سنسنی سی پھیل جاتی
ہے جسم گرم ہو جاتا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ انسان کا خون جل رہا ہے۔
اور کرودھ کی اگنی میں اپنا ناش کر رہا ہے۔ اس طرح کام واسنا کے اتپت ہوتے ہی
انسان نیک و بد کی تمیز کرنے سے لاچار ہو جاتا ہے۔ کام واسنا ایسی پربل اگنی ہے جسمیں
بڑے بڑے تپسوی۔ مہارشی۔ گیانی۔ دھیانی جل اُٹھتے ہیں۔ اور وشے بھوگ سے تو
انسان کا سرو ناش ہو ہی جاتا ہے۔ دل۔ دماغ۔ جگر۔ مثانہ۔ آنکھیں غرضکہ جسم کے
تمام اعضائے رئیسہ کمزور اور ناکارہ ہو جاتے ہیں۔ اور انسان جیتے جی مردہ حالت اختیار
کرلیتا ہے۔ اسطرح لڑائی جھگڑا جو کہ کرودھ کے انگ ہیں ان سے شریر کو نقصان پہنچتا
ہے پس لازم ہے کہ کوئی کام کرنے سے پہلے یہ ضرور سوچ لینا چاہیئے کہ کام کرنے سے
شریر کی کسی قسم کی ہانی تو نہیں ہوتی۔ کیونکہ شریر کمزور ہونے سے پھر انسان نہ تو کوئی دنیاوی

کام کرنے کے قابل رہتا ہے نہ دینی۔ دینی لوک پرلوک کے کام شریر کی اروگیہ اوستھا یعنی حالت صحت میں ہی پورے ہو سکتے ہیں۔ اگر کسی کام کے کرنے سے شریر کے کسی بھی حصہ کو نقصان پہونچنے کا خطرہ ہو تو وہ کام نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ "شریر رکھشا" دھرم ہے۔ یہ دوسری کسوٹی ہے۔

تیسری کسوٹی

سوسائٹی — یا — سماج

کوئی کام کرنے سے پہلے سوسائٹی یا سماج کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے۔ ہم جو کچھ بھی کریں گے اسکا اثر سماج پر بھی ہوگا۔ ہمارے دوست احباب، عزیز و اقارب ہمارے کام کی تقلید (نقل) کریں گے۔ اگر ہم نیک کام کریں گے تو ہماری سوسائٹی بھی نیک ہوگی۔ اگر برے کام کرینگے تو سوسائٹی بھی بری ہوگی۔ اسی خیال کی تائید میں آپ بھگوان کرشن کی گیتا کا پاٹھ کیجیے جسمیں بھگوان کرشن نے شری مکھ سے آپ یہ اُپدیش شروَن کریں گے کہ

"مجھے تری لوکی میں کوئی کام نہیں کرنا ہے تو بھی سجن پرشوں کیلیے میں نیک کام کرتا ہی ہوں"۔ اسکے علاوہ سوسائٹی کے سدھار سے ہی دیش کا سدھار ہوتا ہے جس دیش میں اچھے کوٹی سماجیں یا ہائی کلاس سوسائٹیز ہیں اس دیش کی اُنتی میں کوئی شک ہی نہیں ہو سکتا۔ اور سوسائٹی نام ہے چند افراد کے مجموعہ کا۔ پس جب سوسائٹی کے افراد نیک ہیں، سوسائٹیاں نیک ہیں تو دیش کی اُنتی ہے پس ہمکو لازم ہے کہ ہم کوئی ایسا کام نہ کریں جسکے کرنے سے ہماری سماج کی ہانی ہو یا ہم خود سوسائٹی کی نظر سے گر جاویں۔ کیونکہ انسانیت کی رو سے بے عزتی کی زندگی سے مرنا بہتر ہے یہ ہے تیسری کسوٹی۔

چوتھی کسوٹی

راج نیتی — یا — قانون وقت

قانون یا راج نیتی ایک ایسا ڈنڈا ہے کہ اسکے نظر انداز کرنے والوں کیلیے جیل کی کالی کوٹھریاں ہیں۔ اور پولیس بطور ثبوت سامنے ہے۔ جو شخص بھی قانونِ وقت کی پرواہ نہیں کرتا اسے ضرور ہی جیل کی ہوا کھانا پڑتی ہے۔ اور ایسا شخص پرماتما، دیش، قانون، سوسائٹی گھر کے افراد کی نظروں میں ذلیل و خوار ہو جاتا ہے۔ وہ ہمیشہ بدنامی کی زندگی بسر کرتا ہے پس ضروری ہے کہ کوئی بھی کام کرنے سے پہلے قانون وقت کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

اگر ہم ہر کام ان چار کسوٹیوں پر پرکھ کر کریں تو یقیناً کبھی خطا نہ کھائیں گے۔

ہری اُوم گالے ہری اُوم گالے
ہری اُوم گا کر ہری اُوم پالے

چوراسی کے چکر سے آیا نکلنے — چوراسی کا بچھڑا لگا اُٹھا چلنے
ہرے رام گا کر چوراسی مٹالے — ہرے رام گالے ہرے رام گالے
کبھی سوچا دل میں سے مایا بچاری — ہے مایا کی چاہت سراسر ہی خواری
ابھی وقت ہے اس سے دامن بچالے — ہرے رام گالے ہرے رام گالے
جگت میں تو آیا تھا بیوپار کرنے — گنوا دی ہے پونجی لگا گھاٹا پڑنے
ہری اوم گا کر نفع کچھ اُٹھالے — ہرے رام گالے ہرے رام گالے
نرے بھاگ جاگے یہ اوسر ملا ہے — کسی نیک کرنی کا مانش صلہ ہے
یہ دیہہ مُکتی سادھن ہو مُکتی کمالے — ہرے رام گالے ہرے رام گالے
پربھو اوم کی ہے یہ پارس عنایت — تجھے دے رہی ہے زباں دم بدم ہدایت
عمل کر عمل ہی سے جیون بنالے — ہرے رام گالے ہرے رام گالے

بھول گئے

سکھ دھام پربھو پد پنکج میں — کیوں پریم لگانا بھول گئے
من کی مل دھونے کے لئے — آنسو کو بہانا بھول گئے
سوارتھ میں پرمارتھ بھولے — کچھ کر نہ سکے کچھ بن نہ سکے
اُٹھتوں کو گرانا سیکھ لیا — گرتوں کو اُٹھانا بھول گئے
جب پاپ کی جوالا بھڑک اُٹھی — عجب بھنور میں نیا پھنس ہی گئی
دنیا پر تب بھی نظر رہی — گھنشیام بلانا بھول گئے
سکھ سمپتی اور سُت دارائیں — تن من سے اپنے بن ہو گئے
اک یاد میں اُن کی یاد رہی — نج دھام ٹھکانا بھول گئے
جیون بھر مایا بھرمایا — بھٹکایا خوب ہی بھٹکایا
ناتھ دنیا کو مناتے پھرے — بھگوان منانا بھول گئے

گیتا گیان اور ہندو دھرم کی مہانتا

سب بھوتوں میں ایک اوناشی پرماتما کے درشن
شریمد بھگوت گیتا میں بھگوان فرماتے ہیں۔

सर्व भूतेषु येनैकं भावमव्ययमीक्षते ।
अविभक्तं विभक्तेषु तज्ज्ञानं विद्धि सात्त्विकम् ॥ १८-२०

جس گیان سے منش پرتھک پرتھک سب بھوتوں میں ایک اوناشی پرماتم بھاؤ کو وبھاگ رہت سم بھاؤ سے ستھت دیکھتا ہے اس گیان کو توساتوک (یعنی سب اور سرلیشٹ) جان۔

نظر آئے جس گیان سے برملا — ہر اک میں وہی ہستی لافنا
جو کثرت میں وحدت کی پہچان ہو — تو عین ستوگن ہی گیان ہو

ہندو دھرم میں سارا سنسار برہم کا سروپ ہے۔ سنسار کا ہر ایک ذرہ پرہم سے الگ نہیں۔

सर्वं खल्विदं ब्रह्म ॥ یہ سب کچھ برہم ہی ہے۔

नेह नानास्ति किञ्चन ॥
یہاں پر سوائے اسکے اور کچھ بھی نہیں۔
"تتوتم اسی"

وہ تو ہی ہے۔

اس طرح کے ویدوں کیوں سے نہ صرف منش ماتر کو بلکہ سُور وغیرہ وغیرہ جانوروں کو بھی ایشور کا سروپ ہی بتلایا گیا ہے۔ چنانچہ گیتا میں بھگوان پھر فرماتے ہیں۔

सदसच्चाहमर्जुन ॥

ست اسِت جو کچھ ہے میں ہی ہوں۔

وشو کے "ستھول" سوکھشم اور کارن" یہ تین روپ ہیں۔ ان تینوں ہی کو پرماتما بتلایا جاتا ہے۔

ہمارے مہا پرشوں نے یہ بھی کہا ہے:—

अयं निजा परोवेति गणना लघुचेतसाम ।
उदार चित्तानास्तु वसुदेव कुटम्बकम ॥

یہ صرف آدرش واد ہی نہیں بلکہ اسپر آچرن کر کے بھی دکھلایا گیا ہے۔ رنتی دیو خود تو چالیس دن تک بھوکے رہے لیکن جو بھس چنڈال کو انھوں نے اپنا بھوجن کھانے کے لئے دیدیا۔ انت میں اپنی تپسیا کے ذریعہ چنڈال کا دکھ بھی خود ہی خرید لیا۔

راجہ شِوی نے کبوتر کی رکھشا کے لئے اپنا مانس اور سر تک دے ڈالا۔ اسی طرح بلی دشو دیو یگیہ میں کیڑے مکوڑے، پشو، پکشی، پریت اور پساچوں تک کا ترپن کیا جاتا ہے۔ ناگ پنچمی کے دن ہندوستھان میں سانپوں کو دودھ پلایا جاتا ہے۔ اسیطرح ہر ایک گرہستی کا فرض ہے کہ اتتھی چاہے کوئی ہو اسکا ضرور ستکار کیا جائے۔ یہی نہیں ہمارے تیرتھوں پر مرنے والے غیر مذہب کے لوگوں کو بھی مکتی ملتی ہے۔

اب رہا برہمنوں کے بارے میں یہ کہنا کہ یہ کسی کو اتم مانتے ہیں اور کسی کو ادتم، اس سلسلہ میں یاد رہے کہ یگیہ کی اگنی اور شمشان کی اگنی میں بڑا بھاری فرق ہے۔ چاہے دیکھنے میں ایک ہی معلوم ہوتی ہے۔

ہندو بھی گائے گھوڑے اور سؤر کو کیا ایک سمان سمجھتے ہیں؟ کیا وہ ایک خاص استھان کے پتھر کو معمولی پتھر کے برابر مانتے ہیں؟ کیا انکے تیرتھ استھان اور دوسرے استھان بیوہار میں ایک جیسے ہیں؟ پھر اس دیش سے باہر جا کر تیرتھ یاترا کرنے کا کیا مطلب ہے؟ اگر پورب پچھم سب ہی دشائیں ایک سمان ہیں تو وہ پچھم کی طرف ہی منھ کر کے کیوں اپنے پربھو کی پرارتھنا کرتے ہیں؟

پرانی ہونے پر بھی جب گائے۔ کتے۔ سؤر اور مرغ میں پاک اور ناپاک کا سوال چل سکتا ہے، یا مسلم ہونے پر بھی جب مومن اور کافر کا بھید ہو سکتا ہے، تب دیش کال، دیکتی اور جاتی کے پاک یا ناپاک ہونے کا بھید کیسے مٹایا جا سکتا ہے؟

لیکن یہ سب ہونے پر بھی برہمنوں کے برتاؤ میں گھرنا (نفرت) کی کوئی بات نہیں پائی جاتی، اُدارتا اور سہن شیلتا کے لئے اُن میں پورا استھان ہے۔ اگر ردگی کو چھو کر ڈاکٹر ہاتھ کو صابن سے دھو ڈالے تو اُسکی دیا لتا میں کوئی فرق نہیں آ جاتا۔ مختلف پرانیوں درختوں اور چیزوں کو چھونے سے دیکھنے اور استعمال کرنے سے جو ہانی یا لابھ ہوتے ہیں وہ سب ہی جانتے ہیں۔

پرارتھنا

شریمد بھگوت گیتا کے آدھار پر

یارب دعا ہے کہ مجھے توفیق یہ عطا — صبر و سکوں سے کاٹ سکوں وقت رنج کا
مرنے کا غم نہ ہو اور نہ جینے کی ہو خوشی — راضی رہوں اسی میں ہی ہے جس میں تری رضا
اُلفت کسی سے ہو نہ کسی سے ہو دشمنی — میری نظر میں اپنا بیگانہ ہو ایک سا
یہ زندگی ہو خدمتِ مخلوق کے لئے
تکلیف ہو کسی کو تو سینہ ہو شق میرا
تکمیلِ فرض ہو مرے جینے کا مدعا — دل میں نہ آئے وہم عذاب و ثواب کا

بھوساگر سے ترن کی ہے یہی اک ریت
بھگتی بھاؤ میں لین کی بنی رہے نت پریت
سب سادھن میں بھگتی کا ہی سادھن پردھان
بن بھگتی بھگونت کی جھوٹے سب پرمان

اپرادھ دیکھئے نہ ہمارے پران ناتھ — کرونا ندھان ڈوبتے کو ہیں پکڑ لو ہاتھ
ہم بدنصیب رہ گئے سنسار تر گیا — ہے تم بغیر کون جو دے پاپیوں کا ساتھ

مانا، نہیں ہمارے گناہوں کا ہے شمار — کرونا ندھان، کرونا تمہاری بھی ہے اپار
دیدو دیا کی بھیکھ ہم بھولے رہے بسار — اے پتت پاون! نام کے صدقے میں لو اُبھار

کوئی دھن کی کوئی تن کی کوئی من کی بھینٹ کرے
کوئی میوا کوئی سیوا کوئی بھجن کی بھینٹ کرے
شردھا سے وے پشپ کوئی اور کوئی دیوے تلسی دل
تُف ہے مجھ پر بھینٹ نہیں دو لے بنے دشٹ کرموں کا پھل

شریمد بھگوت گیتا کے متعلق بعض معلومات

شری گیتا کا جی کا اُپدیش مہابھارت کا یُدھ آرمبھ کرنے سے پہلے ہی ارجن کو دیا گیا تھا۔ اور اُسے ضرورت وقت کے مطابق آمادہ جنگ کیا گیا تھا، کیونکہ درحقیقت وہ ہمت ہار چکا تھا۔ اور لڑنے سے گریز کرتا تھا۔ شری بھگوان نے اُسے اُپدیش کر کے اُسکی ہمت بندھائی گیتا میں صحیح معنوں میں کرم کرنے کا اُپدیش ہے نہ کہ کرم کے تیاگ کا۔ اگر ایسا ہوتا تو ارجن وہیں سنیاس لیکر دنیا سے کنارہ کشی کر لیتا

مہابھارت کے یُدھ کو اسوقت پانچ ہزار ساٹھ برس کے قریب ہو چکے ہیں۔ اُس وقت دواپر یگ کا انت اور کلی کا آرمبھ ہو رہا تھا۔ یعنی دونوں یگوں کا سندھی کال تھا۔

شریمد بھگوت گیتا کے کل اٹھارہ ادھیائے ہیں۔ اور پورے سات سو اشلوک ان ادھیائوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

شری بھگوان اور ارجن کورو کھشیتر کی رن بھومی میں رتھ میں بیٹھے ہوئے بات چیت کر رہے ہیں اور یہ ساری گفتگو اور مکالمہ سنتا اور محل میں بیٹھا ہوا سنجے (دھرت راشٹر کا وزیر) مہاراجہ دھرت راشٹر کو من وعن سُنا رہا ہے۔ وہ اُسکو یہ شکتی بھگوان وید ویاس جی نے دے رکھی تھی۔ یہ تو ایک یوگ شکتی کا کرشمہ تھا۔ لیکن آجکل یہی کام براڈ کاسٹنگ کے ذریعہ سے ہو سکتا ہے۔

اس مکالمے یا گفتگو کو مہرشی وید ویاس جی نے قریب قریب انہی الفاظ میں قلمبند کر کے مہابھارت پران کے صفحوں کو سشوبھت کیا۔

شریمد بھگوت گیتا کا دنیا کی بڑی بڑی زبانوں میں ترجمہ کیا جا چکا ہے اور اُسکی لاتعداد اڈیشنیں چھپ چکی ہیں۔ فارسی نظم میں فیضی (اکبر کے وزیر) کا ترجمہ نہایت ہی شاندار ہے۔ سنسکرت کے بڑے بڑے پنڈتوں نے اپنے اپنے وقت پر گیتا کے فلسفہ کی تشریح میں بڑی دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔

(اوم شم)

مجبوری پر مجبوری کا اضافہ

میں جو باتیں لکھنا چاہتا ہوں وہ فی الحقیقت پستکوں میں لکھنے والی نہیں مگر اکثر اوقات لوگوں کی بدعہدی اور بے اصولی پر روحانی تکلیف پہونچ جاتی ہے وہ ناقابل برداشت ہوتی ہے۔

بھگتی پستک کے چھپ جانے کے بعد گیان پستک کی طباعت کا نمبر تھا چنانچہ اپنے بوڑھے کاتب کو ہدایت و تاکید کر کے گیان پستک کی کتابت مکمل کرائی اور راما پریس لکھنؤ کے منیجر کے ٹھرو (معرفت) ادبی پریس میں اُس کی طباعت کا انتظام کیا گیا، کاغذ کے دام اور طباعت کی رقم میں سے ایک معقول رقم پیشگی دیکر ایک مخصوص میعاد کے اندر پُستک کے چھپ جانے کا وعدہ لیا گیا۔ لیکن ادبی پریس کے کارکنان نے بجائے وعدہ پر کتاب کو چھاپ کر دینے کے میعاد کے بعد بھی مہینوں لگا دیئے اور کتاب نہ چھپ سکی حتیٰ کہ گیان کے بعد بہشت پستک کی کتابت بھی ختم ہو گئی اور ادبی پریس میں ہنوز روز اول کا مضمون رہا۔

میرے کاتب صاحب نے مجھ سے کہا کہ بابو جی بارش کا موسم آگیا ہے گیان پستک ابتک نہ چھپ سکی۔ بہشت بھی تیار ہو گئی۔ بارش میں کاپیاں خراب ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ آپ کا خط تو میرے سوا دوسرا پڑھ نہیں سکتا کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا بھی خط نہ پڑھا جا سکے۔

میں نے جواب دیا کہ منشی جی اس میں میری کیا غلطی ہے، میں نے راما پریس کے ٹھرو یہ کتاب چھپنے کو دی ہے۔ مجبوری یہ ہے کہ راما پریس میں لیتھو مشین نہیں ہے اسلئے مجبوراً راما پریس کو یہ کتاب ادبی پریس میں چھپوانی پڑی اور اس مجبوری پر دوسری مجبوری کا یہ اضافہ ہوا کہ برابر تقاضا کرنے پر بھی منیجر صاحب ادبی پریس کے کان پر جوں نہیں رینگتی۔ اب اسکی دو صورتیں ہیں یا تو اُن سے شرافت کو بالائے طاق رکھکر گفتگو کی جائے یا پھر اُن ہی کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے۔ اب رہا بارش کی آمد اور کاپی کی خرابیوں کا مسئلہ اسکے لئے مجھے یوں اطمینان ہے کہ میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ اپنے کسی ذاتی نفع کے لئے نہیں بلکہ یہ تو بھگوان کا کام ہے۔ ابتو ادبی پریس کا اور بھگوان کا مقابلہ ہے۔ انسان انسان سے مقابلہ کرتا ہے وہ اگر بھگوان کے مقابلہ پر اُتر آتا ہے تو شکست کھا جاتا ہے۔ بارش کی خرابیوں سے کاپی کو بچانا

بھگوان کا کام ہے۔ اگر بھگوان اپنا کام بگاڑنا چاہتا ہے تو کل کا بگاڑتا ہو آج ہی بگاڑ دے جو ہمارا کام ہے وہ ہم کر رہے ہیں۔ جو بھگوان کا کام ہے وہ بھگوان کرے۔ وہ اپنے کام میں رکاوٹ ڈالنا چاہتے ہیں تو ڈالیں۔ میری کیا ہستی ہے کہ میں بھگوان کے کام میں رکاوٹ ڈالوں۔ ہاں البتہ ادبی پریس البتہ بھگوان کا مقابلہ کر رہا ہے کہ گیان پستک کی کاپیوں کو خراب کرنے پر تلا ہوا ہے اور بھگوان کا مقابلہ کرنے پر ڈٹ گیا ہے ـــــ لیکن بھگوان تو خیر بھگوان ہی ہے اُس نے بھی کاپیوں کے محفوظ رہنے کا انتظام کر ہی لیا ہو گا۔ اب بھگوان جانے یا ادبی پریس جانے۔ لیکن اُس کی ایک لیلا ہم بھی دیکھ رہے ہیں کہ لکھنؤ کے ۸۰ میل کے ارد گرد بارش کی جگہ بھگوان کا نام ہی نام ہے۔

تیسری پُستک بہشت یونائیٹڈ پریس کو دیدی وہ لوگ اتنے شریف ہیں کہ دو سو پیج کی کتاب پندرہ روز میں چھاپ کر تیار کر دی۔ اور ادبی پریس میں وہ کتاب ابتک کسی سرگرمی کے ساتھ نہیں چھپ رہی ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہوا ہے کہ پہلی کی نسبت کام ذرا تیز ہو رہا ہے۔ بھگوان کرے کہ پُستک جلد تیار ہو جائے۔

اس کے بعد ہم راما پریس کے بیحد شکر گزار ہیں کہ وہ ہماری ان پستکوں سے بڑی دلچسپی لے رہے ہیں۔ اور ادبی پریس کو کام دے کر چھپا رہے ہیں۔ لیکن اُن کی دوڑ دھوپ میرے لئے ایک ناقابل فراموش احسان ہے۔ اور اپنے سارے کام چھوڑ کر میرا ہاتھ بٹا رہے ہیں۔ اور رات و دن سرگرمی سے ان کی طباعت کی دیکھ بھال میں مصروف ہیں۔

چونکہ مجھے رام کے نام سے خاص پریم ہے۔ اس لئے راما پریس کو پاکر میرے دلکو بیحد خوشی ہوئی اُس کے منیجر نے میرے ساتھ رام چندر جی کے اخلاق کا سا برتاؤ کر کے میرے دل کو موہ لیا۔

بھگوان سے میری یہی پرارتھنا ہے کہ اس پریس کو دن دونی رات چوگنی ترقی ہو اور ان کی اولادوں کو تادم زیست سُکھ اور آنند میسر ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی دعا ہے کہ بھگوان ان کو شدھ پوتر کمائی کی توفیق دے اور بلیک کی بیماری سے بچائے۔

(حکم چند ورمانی)

بھگتی، گیان، بہشت اور مکتی پستکوں کے متعلق

ضروری گزارش

یہ پستکیں آپ کے قریبی مقامات پر جہاں جہاں اسکا اسٹاک پبلک کی سہولت کیلئے رکھا گیا ہے۔ دستیاب ہو سکتی ہیں جنکے پتے حسب ذیل ہیں۔

لکھنؤ	رامایہ لیس نظیر آباد۔
〃	مسٹر جے دیو جونیئر ٹکٹ انسپکٹر۔
〃	مسٹر نہال چند کلرک۔ ڈی۔ ایس آفس لکھنؤ
〃	بسنت لال کیریج ورکشاپ ڈی۔ ایس آفس لکھنؤ
دہلی	لالہ کھیم چند ریٹائرڈ انکم ٹیکس افسر نیو دہلی بلاک نمبر ۳۳ کوارٹر نمبر ۲
〃	لالہ شیو برت لال انسپکٹر انکم ٹیکس
کانپور	لالہ جیٹھانند سب ہیڈ کلرک۔ کلیم آفس
چاکیری	سردار بھاگ سنگھ الیکٹرک ڈپارٹمنٹ۔
پرتاب گڈھ	بابو گلزاری لال اسٹیشن ماسٹر
〃	لالہ گنیش داس ریٹائرڈ اسٹیشن ماسٹر
اجودھیا	راجہ اسٹیشن ماسٹر
آنور	لالہ کرم چند درمانی دھولی پاڑہ
〃	لالہ گودھن داس ڈاکٹر
شیوپوری	لالہ کیول رام ڈنگڑہ
〃	لالہ کشن چند ترلوک چند۔ امیر چند دیال چند۔ وساکھی رام درمانی
بریلی	لالہ بچمن داس
فیروزپور	لالہ تاراچند ڈویژنل انسپکٹر ٹی۔ ٹی۔ ای۔

الٰہ آباد ۔ لالہ گیلا رام ٹکٹ کلکٹر

کنکھل (ہردوار) بالمکند پان والا۔

فیض آباد ۔ لالہ گلاب چند گارڈ ۔ حکیم تیج بھان صاحب ڈیری فارم فیض آباد۔

سردار کرتار سنگھ دوکاندار چوک ۔ لالہ بہاری لال ٹھیکیدار " "

بنارس :۔ لالہ گیان چند ٹی ٹی ای ۔ اور ۔ بابو ہرکشن لال انکوائری کلرک بنارس

بارہ بنکی :۔ لالہ دیوان چند چیف بکنگ کلرک ۔

ریواڑی :۔ لالہ منگو مل و پنڈت ٹھیکیدار ۔ ریلوے اسٹیشن ۔

منڈی ہماچل پردیش مسٹر جوتی پرشاد شرما ۔

ہر ایک گارڈ رننگ روم میں مفت دی جائیگی ۔ ہر ایک لائبریری میں مفت دی جائیگی ۔

اس پستک کی قیمت اگر میں اپنے ملک میں ہوتا تو یہ بھگتی گیان ۔ بہشت اور مکتی پستکیں آپ کو بہت سستی دی جاتیں ۔ اور بعض مستحق سجنوں کو مفت دی جاتی ۔ اور اب بھی جو مستحق ہونگے اور وہ قیمت ادا کرنے کی استطاعت نہ رکھتے ہوں گے انکو فری یا تقریباً آدھی قیمت پر مجھ سے براہ راست منگوا سکتے ہیں ۔ یا جن مقامات پر ہماری ایجنسیاں ہیں ہمارے ایجنٹ کو کسی معزز آدمی کی تصدیق ہو تو جانے پر آدھے داموں پر دے سکتا ہے ۔ کاروبار کرنیوالوں ، خوشحال طبقہ ۔ اور روساء سے دس روپیہ فی پستک ۔ اور ملک کے راجوں مہاراجوں سے پچاس روپیہ فی پستک جو آئندہ اڈیشن میں غریبوں اور ناداروں میں مفت تقسیم کرنے کے سلسلہ میں بطور امداد تصور ہوگا ۔ متوسط طبقہ سے صرف دو روپیہ چار آنہ فی پستک لیا جاتا ہے ۔ جو تقریب قریب کتاب کی چھپائی وغیرہ کی لاگت کے برابر ہے ۔

چونکہ میرے کوئی اولاد نرینہ نہیں ہے ۔ اسلئے آپ کا یہ پیسہ جو پستکوں کے ذریعہ وصول ہوگا ۔ آپکے لئے کسی اچھے اور مفید کام میں لگایا جائیگا ۔

ان پستکوں کو آپ مہربانی کر کے ناول یا قصے کے طور پر یا سگریٹ ، شراب کے شغل کے ساتھ میں لیکر نہ پڑھنا اسمیں آپ کے مہا پرشوں کی نصیحتیں ہیں ۔ ملک کے خیرخواہوں اور خدا رسیدہ بزرگوں کے التماس ہیں ۔ ان سے نصیحت اور سکھشا حاصل کریں ۔ اور اپنی زندگی کے سدھار (اصلاح) کے جتن کریں ۔ اور اپنے مالک حقیقی کی سیوا اور بھگتی میں لگ جائیں ۔ اور آپ کے کروڑ جنم کے پاپ کٹ جائیں ۔ ان پستکوں کو مفت پڑھنے کی کوشش بھی نہ کرنا تاکہ چھپائی لکھائی اور کاغذ کا خرچ نکل آوے کیونکہ بوجہ گرانی اور کنٹرول کے ہر ایک چیز بہت مشکل سے دستیاب ہوتی ہے ——— ان پستکوں کے لکھنے کے زمانہ میں بھگوان نے ہم کو پاکستان سے ہندوستان بلاکر اپنے چرنوں میں جگہ دی ، اور اجودھیا جی کی پوتر بھومی پر رہ کر اسکے لکھنے کا موقعہ دیا ۔ اسے میں اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں اور یہ بھگوان ہی کی مدد تھی کہ یہ چاروں پستکیں بلا کسی تردد کے تھوڑے سمے میں تیار ہو گئیں اور اجودھیا پوری کی سرزمین پر آ کر اسکی تکمیل کے سارے سامان پیدا ہو گئے ۔ اور اگر بھگوان کی کرپا نہ ہوتی تو یہ کام سرانجام دینا میرے بس کی بات نہ تھی ۔

حکم چند ودمانی